بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (اُنکے) دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت: ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیرِ عزیزی

پارہ (۸) وَلَوۡ اَنَّنَا

محمد لقیط خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔ (القرآن)

تفسیر عزیزی

پارہ (۸) ولو اننا

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

محمد لقیط خان

ادارہ نشریاتِ ولی
18/927 حسن آباد، فیڈرل بی ایریا، کراچی
فون 6360656 موبائل 0333-3166009

Marfat.com

۲۹۶۱۴
۱۱ / ۵ / ۲۰۰۶
119848

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ...... جنوری ۲۰۰۹ء محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

تعداد ...... ایک ہزار

سرورق ...... رشید شاہد

باہتمام ...... سلمان نشیط، عدنان لطیف وبرادران

کمپوزنگ...... محمد جاوید اقبال ثاقب

مطبع ...... گلبدین پریس کراچی

ہدیہ ...... ۱۵۰/ایک سو پچاس روپے صرف

ای میل ...... www.Tafseer-e-azizi.com

تقسیم کنندگان

- ☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۳۴۸۷
- ☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۹۵۸۱۔۲۶۳۳۱۵۱
- ☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون: ۵۔۲۶۲۹۷۲۰
- ☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۶۷۵۱
- ☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱۔۲۲۱۳۷۶۸
- ☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
- ☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۰۰۵۷
- ☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۲۶۶۴
- ☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت: ۲۶۳۳۱۴۰
- ☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۱۳۹۵۔۷۲۲۴۲۲۸
- ☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۵۰۸۶

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین آیاتِ مُبارکہ پارہ (۸) وَلَوْ اَنَّنَا

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	سورۃ الانعام ۷ آیت ۱۱۱ تا ۱۶۵	
۱۱۱	اگر فرشتے بھی اُتار دیتے، مُردے بھی اُن سے گفتگو کرتے، ہر شے نگاہوں کے سامنے آجائے، تب بھی ایمان لانے والے نہیں! ان کی اکثریت مُبتلائے جہل ہے۔	۱۱
۱۱۲	اَنبیاء کے دُشمن بہت سے انسان، جن اور شیطان ہیں، وہ ایک دوسرے کو فریب دیتے ہیں، وسوسہ ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ یہ نہ کرپاتے، ان کو افتراء پروری میں مُبتلا رہنے دو۔	۱۱
۱۱۳	اَنبیاء کے یہ عدو، منکرِ آخرت ایسی باتیں بتاتے ہیں کہ وہ ان کی طرف مائل ہوں شیطانی وسوسوں کا شکار وہی ہوتے ہیں جن کا آخرت پر ایمان نہیں ہوتا۔	۱۱
۱۱۴	کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں، اس نے ایک کامل کتاب بھیجی ہے اس کے مضامین واضح ہیں تم ہرگز شک میں نہ پڑو۔	۱۱
۱۱۵	تمہارے رَبّ کا کلام صداقت اور عدل کے لحاظ سے کامل ہے اس کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا، باری تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔	۱۱
۱۱۶	زمین والوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے اگر آپ نے ان کی بات مان لی تو وہ گمراہ کردیں گے یہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اُن کے پیچھے نہ چلیں۔	۱۱
۱۱۷	بالیقین آپ ﷺ کا رَبّ خوب گمراہوں سے بھی اور ہدایت یافتہ سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔	۱۷
۱۱۸	سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اسے بلا تامل کھایئے اگر آپ اللہ کی آیات پر یقین رکھنے والے ہو۔	۱۷
۱۱۹	جانوروں کی حرمت وحلت کے سلسلے میں جو اوہام پیدا ہوچکے ہیں ان پر تردد کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کے بارے میں بتادیا ہے جو تم پر حرام ہیں مگر وہ بھی جب تمہیں سخت ضرورت پڑجائے تو حلال ہیں بہت سے لوگ اپنی کم علمی کے سبب اپنی بدعت کے ذریعہ گمراہ کررہے ہیں اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے حد سے گزرجانے والوں سے۔	۱۷
۱۲۰	تم ظاہری اور باطنی گناہ کو ترک کردو ہر حال میں گناہ کی باتیں چھوڑ دو جو گناہ کررہے ہیں وہ عنقریب سزا پائیں گے۔	۱۷
۱۲۱	ایسے جانوروں کو مت کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا فسق ہے بے شک یہ حکم عدولی ہے شیاطین القا کررہے ہیں تم جدال کرو اگر تم نے اُن کی بات مانی تو مُشرک ہوجاؤ گے۔	۱۷
۱۲۲	وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، اس کو زندہ کرکے ہم نے نور دیا اور لوگوں میں اس روشنی کو لئے چلتا پھرتا ہے جو تاریکی میں ڈوبا ہوا اور اس سے باہر نہیں نکل سکتا، کافروں کے اعمال تو یونہی بھلے لگتے ہیں۔	۲۱
۱۲۳	ہر بستی کے سرداروں کو ڈھیل دے دی گئی ہے تاکہ وہ جرم کرکے دھوکہ کھاتے رہیں، ان کو شعور آگہی نہیں، وہ خود فریب کھا رہے ہیں اس کا انہیں احساس نہیں!	۲۱
۱۲۴	کوئی نشانی آتی ہے تو ایمان لانے کو تیار نہیں ہوتے اللہ سے رسالت کی طلب رکھتے ہیں اللہ بہتر جانتا ہے رسالت کس کے سپرد کی جائے مجرم فریب کاری کے سبب ذلت اور عذاب پائیں گے۔	۲۱

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۱۲۵	جب اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت دیتا ہے تو اُس کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے جو حق دشمنی کا اسیر ہو جائے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے، کُفر والوں پر ناپاکی اور عذاب کا تسلّط ہوتا ہے۔	۲۱
۱۲۶	یہ اللہ کا سیدھا رستہ ہے، آیات بیان کر دی گئی ہیں جس میں نصیحت قبول کرنے کی اِستعداد ہے وہی نفع پائے گا۔	۲۶
۱۲۷	اُن لوگوں کے لئے ربّ کے پاس امن اور سلامتی کا گھر ہے اُن کے اعمال کے صلے میں اللہ تعالیٰ ان کا رکھوالا رمولیٰ ہے۔	۲۶
۱۲۸	اس دن کا دھیان رکھو جب تمام کو اکٹّھا کیا جائے گا اے گروہ جنّ! تم نے انسانوں کو خوب جھانسا دیا، آپس میں ہر ایک نے فائدہ اٹھایا اب وہ دن مقررہ آپہنچا اب تمہارا ٹھکانہ جہنّم ہے اللہ حکمت والا اور علم والا ہے۔	۲۶
۱۲۹	ظالموں میں بعض کو، دوسرے بعض پر مُسلّط کر دیا جاتا ہے آخرت میں ظالم ایک دوسرے کے ہمنوار ساتھی ہوں گے اپنے کرتوت کی بناء پر۔	۲۶
۱۳۰	اے گُروہ جنّ وانس! کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے! انہوں نے اللہ کے احکامات نہیں بتائے! اور اس دن کی ملاقات سے نہیں ڈراتے رہے لیکن تم نے رسولوں کے پیام کی مخالفت کی۔	۲۹
۱۳۱	یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص ہے کہ اِتمامِ حجتّ کے بغیر، کُفر کی بستی والوں کو ہلاک نہیں کرتا۔	۲۹
۱۳۲	ہر ایک درجات میں ان کے اعمال کے اعتبار سے، اللہ ہر نیک وبد سے خوب واقف ہے۔	۲۹
۱۳۳	اللہ تعالیٰ بے نیاز، رحمت والا ہے، وہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور تمہاری جگہ دوسرے کو لے آئے، جیسا کہ تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا۔	۲۹
۱۳۴	جو وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ساعت یقیناً آہی چاہتی ہے تم اس سے بچ نہیں سکتے۔	۲۹
۱۳۵	اے مُشرکو! اگر تم نہیں جانتے تو اپنے طریقوں پر چلو! حق تلفی کرنے والے رفلاح پانے والے نہیں ہو سکتے۔	۲۹
۱۳۶	اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور مویشی پیدا کئے، ان لوگوں نے اس میں سے کچھ حصّہ اللہ کا مقرّر کیا اور پھر گُمان یہ کیا کہ یہ حصّہ ہمارے شرکاء کا ہے یہ مُشرکانہ اوہام پر رجاہلی عقائد پر مبنی فیصلہ ہے، کس قدر بُرا فیصلہ یہ کرتے ہیں۔	۳۴
۱۳۷	ان مُشرکوں نے اولاد کے قتل کو مُستحسن جان رکھا ہے اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر پاتے، اُن کو چھوڑیئے اپنے اسی افتراء میں وہ ملوث رہیں۔	۳۴
۱۳۸	جرأت تو دیکھئے کہنا ہے یہ کھیت ہیں یہ مویشی ہیں ان کا استعمال ممنوع ہے خود ساختہ حرمت وعلّت کی تقسیم کے داعی ہیں حالانکہ فیصلے کا حق باری تعالیٰ کا ہے اللہ عنقریب اُن کو اس افتراء کی سزا دے گا۔	۳۴
۱۳۹	کچھ چوپایوں کے پیٹ میں جو ہے وہ ہمارے لئے خاص ہے اور عورتوں کے لئے حرام ہے اگر مُردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں جلد ہی اس تشخیص کی سزا دی جائے گی اللہ تعالیٰ حکمت والا اور علم والا ہے۔	۳۴
۱۴۰	خرابی میں پڑ گئے اولاد کو قتل کرنے والے، جو روزی اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس پر افتراء کر کے حرام ٹھہرایا۔ یہ بہک گئے، گُمراہ ہوئے اور ہدایت پانے والے نہ بنے۔	۳۴
۱۴۱	وہی اللہ ہے جس نے باغ پیدا کئے ہیں کھجور اور کھیتیاں مختلف نوع پیدا کیں، زیتون اور انار باہم ملتے جُلتے مگر ذائقے الگ الگ ہیں، اللہ ہی کے نام سے مساکین کا کٹائی کے وقت حق ادا کرو، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔	۳۹
۱۴۲	اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے، کچھ بڑے قد کے ہیں کچھ چھوٹے، اللہ نے تم کو جو بخشا ہے اس سے فائدہ پاؤ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا عدو ہے۔	۳۹
۱۴۳	چوپائیوں میں آٹھ قسم کے پیدا کئے دونوں کے نر مادہ	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	میں کوئی حرام نہیں، اگر تم سچے ہوتو دلیل سند دو۔	۳۹
۱۴۴	بعینہ اونٹ اور گائے کے نر مادہ بھی حرام نہیں جب یہ دونوں مادہ رحم میں تھے کیا حاضر تھے اس وقت، اس میں کس چیز کی حرمت رہدایت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا یا محض بُہتان ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہِ ہدایت نہیں دیتا۔	۳۹
۱۴۵	مجھ کو جو وحی آئی ہے کسی کھانے پر کوئی چیز جس کو وہ کھائے حرام نہیں سوائے مردار اور بہتے ہوئے خون کے، اور سؤر کے گوشت سے، یا فسق کر کے اس کو غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو جو شرک کا باعث ہو، اس پر جو مُشرک مجبور ہوجائے، کہ نہ چاہنے والا ہے اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔	۴۳
۱۴۶	یہود پر ناخن والا، جانور میں گائے اور بکری کی چربی حرام تھی، بجزان کی پیٹھ آنتوں یا کسی ہڈی سے لگی چربی کھانے کی اجازت تھی ان کو سرکشی کی سزا ملی، ہم سچے ہیں۔	۴۳
۱۴۷	اگر آپ ﷺ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ بڑی وسعتِ رحمت والا ہے مجرم قوم سے عذاب نہیں ٹالا جاسکتا۔	۴۳
۱۴۸	یہ تو مشرکوں کا کہنا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے، انہوں نے پہلے تکذیب کی اور عذاب چکھا، اب کوئی حجت دلیل ہے تو سامنے لاؤ محض گمان کی پیروی نہیں کر رہے ہو۔	۴۳
۱۴۹	اللہ کی حجت دلیل ہی کامل ہے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت بخشتا۔	۴۳
۱۵۰	ذرا اپنے گواہ تو لاؤ جھوٹی شہادت کی گواہی نہ دو! ان کی پیروی اختیار مت کرو جو آیات اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ تو غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔	۴۴
۱۵۱	جو کچھ اللہ نے حرام کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شرک مت ٹھہراؤ، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اولاد کو قتل مت کرو! اللہ تعالیٰ تم کو اور سب کو رزق دیتا ہے ظاہری اور مخفی بے حیائی نہ کیا کرو، عقل سے کام کو ہدایت کو سمجھو۔	۴۹
۱۵۲	یتیم کے مال کے پاس مت بھٹکو، ناپ تول کے ساتھ انصاف کرو، عدل کی بات کرو، عہد و پیمان کو پورا کرو۔	۴۹
۱۵۳	یہ میرا راستہ سیدھا اور حق ہے اس پر عمل کرو دیگر راستوں پر نہ چلو، اللہ کا حکم راہ تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔	
۱۵۴	موسیٰ کو کتاب بخشی نعمت دی، بھلائی راہ اپنانے کے لئے ہدایت اور رحمت دی تا کہ اللہ کی ملاقات پر ایمان رکھیں۔	۴۹
۱۵۵	یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے جو سراپا رحمت اور برکت ہے اس پر عمل کرو تا کہ رحم کیا جائے۔	۵۷
۱۵۶	مبادا یہ نہ کہنا یہ کتاب پہلے لوگوں کے لئے اتاری گئی ہے یہ نہ کہنا ہم اس سے سیکھنے اور سکھانے سے بے خبر تھے۔	۵۷
۱۵۷	اب یہ عذر نہ کرنا کہ ہمیں کتاب عطا ہوتی تو ہم ہدایت یافتہ ہوتے اِس اعراض سے سخت سزا پاؤ گے بھلا بتاؤ آیات کی تکذیب کرنے والے سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا؟۔	۵۷
۱۵۸	کیا انہیں اب اس بات کا انتظار ہے واضح نشانیوں کے لئے یہ اُن کے پاس فرشتے آئیں جس دن رَبّ کی نشانی کا ظہور ہوگا کچھ کام نہ آئے گا اب ایسی ساعت کے تم منتظر رہو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔	
۱۵۹	لوگوں نے تو دین میں تفرقہ پھیلانے کی راہیں تلاش کر لی ہیں گُروہ در گُروہ ہوگئے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے انہیں رَبّ ہی بتائے گا انہوں نے کیا کچھ کیا۔	
۱۶۰	اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی کا اجر دس گنا رکھا ہے برائی پر صرف اس برائی کے برابر سزا ہے کسی پر ظلم نہ ہوگا۔	۶۱
۱۶۱	یہ دین مستحکم دین ہے یہ طریقہ دین مسلک ابراہیم کا پابند ہے وہ شرک کرنے والوں میں شامل نہ تھے۔	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین/متن	صفحہ نمبر
۱۶۲	آپ ﷺ فرمادیجئے! میری نماز، میری عبادات، میری قربانی، میری زندگی، میرا جینا، مرنا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔	٦١
۱۶۳	اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، سب کچھ میرا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے میں پہلا مسلم ہوں۔	٦١
۱۶۴	میں اللہ تعالیٰ کے سوا کیوں معبود کسی اور کو بناؤں اللہ ہی ہر شے کا مالک ہے تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کا جانا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں چل کر معلوم ہوجائے گا اس کا فیصلہ۔	٦١
۱۶۵	اللہ نے تم کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا، تمہیں درجات میں فوقیت ملی، تمہاری آزمائش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جلد تمہیں پاداش عمل/عذاب دینے والا ہے وہ رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔	٦١
	سورۃ الاعراف (۷) آیت ۱ تا ۸۷	
۱	الٓمٓصٓ ۚ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ	٦٦
۲	یہ کتاب جو آپ ﷺ کی طرف اتاری گئی ہے تاکہ آپ کے دل میں کوئی پریشانی نہ ہو آپ اس سے منکرین کو ڈرائیں یہ اہلِ ایمان کے لئے باعث نصیحت ہے۔	٦٦
۳	جو کچھ ربّ کی طرف سے نازل ہوا اس کی پیروی کرو! اللہ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی بات نہ مانو! لوگ تو کم ہی نصیحت پر عمل کرتے ہیں۔	٦٦
۴	کئی بستیوں کو ہلاک کیا گیا ان کو دوپہر کے وقت آرام میں اور رات کے وقت عذاب آیا۔	٦٦
۵	عذاب آنے پر وہ کچھ نہ کہہ سکے سوائے اس کے کہ ہم ظالم تھے۔	٦٦
۶	لوگوں سے دریافت کیا جاچکا کہ تمہاری طرف رسول بھیجے گئے رسولوں سے بھی استفسار کیا جائے گا۔	٧٠
۷	سب کو علم کے ذریعہ بتا دیا جائے گا تمام واقعات کو ہم کہیں غائب نہیں کر رہے ہیں۔	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین/متن	صفحہ نمبر
۸	اس روز اعمال کا تولنا برحق ہے جن کے اعمال رضائے الٰہی کے مطابق ہوئے وہی فلاح پائیں گے۔	٧٠
۹	جن کی برائیوں کا وزن زیادہ ہوگا اور نیکی کم وہ خسارے میں ہوں گے کیونکہ انہوں نے آیات ربّانی سے انکار کیا اور خود پر ظلم کرتے رہے۔	
۱۰	اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اختیار سے بسانے کے اسباب پیدا کئے معاش کی راہیں کھولیں لیکن تم اللہ کے ناشکرے اور نافرمان رہے۔	
۱۱	باری تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، شکل وصورت بنائی، فرشتوں کو حکم دیا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔	٧٣
۱۲	اللہ تعالیٰ نے فرمایا حکم باری تعالیٰ پر سجدہ سے انکار کیوں ہوا؟ ابلیس نے کہا آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی، میں اس سے بہتر ہوں میری تخلیق آگ سے ہوئی۔	٧٣
۱۳	ابلیس کو نیچے اترنے کا حکم ہوا غرور وتکبّر کرنے کا تجھے حق نہیں تو ذلیلوں میں سے ہے۔	٧٣
۱۴	ابلیس نے کہا جس دن لوگ اٹھائے جائیں اس دن تک مُہلت دی جائے۔	٧٣
۱۵	کہا گیا تجھے مُہلت دے دی گئی۔	٧٣
۱۶	ابلیس نے کہا میں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے، ان کے گھات میں بیٹھوں گا کہ آپ نے مجھے گمراہی میں مُبتلا رکھا۔	٧٣
۱۷	اُن کے آگے اور پیچھے دائیں بائیں آکر ان پر حملہ کروں گا تاکہ اللہ کے نافرمان ہوجائیں۔	٧٣
۱۸	اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نکل جا یہاں سے راہ سے بھٹکے ہوئے ذلیل وخوار تیری پیروی کرنے والوں کو/بات ماننے والوں کو جہنم سے بھر دیا جائے گا۔	٧٩
۱۹	اے آدمؑ بمعہ اپنی زوجہ جنّت میں رہو، جو چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔	٧٩

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۲۰	شیطان نے دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، ان کی پوشیدہ شرمگاہوں کو عریاں ربے پردہ کردیا اور کہا کہ تم کو اس لئے اس درخت سے روکا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتہ نہ بن جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔	۷۹
۲۱	ابلیس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔	۷۹
۲۲	اس طرح دونوں کو فریب دے کر مبتلا کردیا دونوں نے جب درخت کو چکھا اُن کی شرمگاہیں عریاں ہو گئیں وہ اپنے کو جنّت کے پتّوں سے ڈھانکنے لگے رب نے آواز دی، تم کو روکا گیا اور کہا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔	۷۹
۲۳	جب حضرت آدمؑ وحوّا کو جنت سے نکال کر آسمان سے اتارا گیا تو انہوں نے دعا کی، اے اللہ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تم نے ہماری مغفرت نہ کی، رحم نہ فرمایا تو ہم خسارے والے ہوجائیں گے۔	۷۹
۲۴	کہا گیا حق تعالیٰ کی طرف سے، نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے عُدو بن گئے! تمہارے لئے زمین ایک خاص وقت تک ٹھکانہ ہے۔ انہیں ایک سامانِ زیست میں مدت مُعیّن تک نفع پانا ہے۔	۸۴
۲۵	اللہ تعالیٰ نے فرمایا زمین میں زندہ رہو گے عمر عزیز یہیں بسر ہوگی اس میں مرنا ہے پھر اس سے قیامت کو نکال لئے جاؤ گے۔	۸۴
۲۶	اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا، جو ستر پوش بھی اور زینت بخش بھی، اور اس سے بہتر لباس تقوٰی ہے پہلا جسم کی حفاظت کا ضامن اور دوسرا روح کی تازگی کا موجب۔	۸۴
۲۷	اے بنی آدم! شیطان کہیں تمہیں فتنہ میں مُبتلا نہ کردے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا، ان کو شرم گاہ دکھا کر عریاں کردیا ان کا لشکر تمہیں دیکھتا ہے ہاں تمہاری نظر نہیں جاتی ایمان سے محروم ہونے والے کو ہم نے شیطان کا رفیق بنادیا ہے۔	۸۶
۲۸	جب یہ لوگ فحش کام کرتے ہیں تو ان کا کہنا ہوتا ہے یہ طریق ہمارے اسلاف کا ہے اللہ بے حیائی کے کاموں سے روکتا ہے اور تم اللہ کے ذمّے وہ بات لگاتے ہو جس کی سند تمہارے پاس نہیں۔	۸۶
۲۹	اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے سجدہ کے وقت اپنا چہرہ قبلہ کی سمت رکھو، اللہ کی عبادت کرو صرف اللہ کی ہی اطاعت کرو پہلے کی طرح دوبارہ پیدا کرکے لوٹائے جاؤ گے۔	۸۶
۳۰	اس راہ میں دو گُروہ ہوگئے ایک گُروہ کو ایمان اور نیک عمل کی توفیق ملی دوسرا گُروہ بدعمل اور گُمراہ ہوا شیطان کو اپنا دوست بنایا اور گُمان یہ رکھا کہ راہِ ہدایت پر ہے۔	۸۶
۳۱	اے اولادِ آدم، نماز کے وقت اپنے جسم کو زینت سے آراستہ کرو خوب کھاؤ پیو! اسراف بے جا مت کرو، اللہ تعالیٰ فضول خرچی کو پسند نہیں فرماتا۔	۸۶
۳۲	اے نبی ﷺ دریافت کیجئے کس نے حرام قرار کیا ان چیزوں کو جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے پیدا کیا، رزق کی پاکیزہ اشیاء کو دنیا کی زینت بنائی زندگی بھی مؤمن کے لئے اور آخرت میں ان کا حصّہ ہے آیات کو سمجھ دار کے لئے واضح طور پر بتادیا ہے۔	۹۳
۳۳	اللہ تعالیٰ نے جو حرام قرار دیا ہے پوشیدہ اور علانیہ بے حیائی کے امور کو، ہر گناہ کو اور ظلم ناحق کو اور شرک سے روکا ہے اللہ پر کسی ایسی بات کا بُہتان مت لگاؤ جس کا تمہیں علم نہیں۔	۹۳
۳۴	ہر اُمّت کے لئے ایک مدت مقرّرہ معین ہے جب وہ ساعت مُہلت آئے گی لمحہ بھر کی تاخیر نہیں ہوگی۔	۹۳
۳۵	تمہاری نجات اسی میں ہے کہ رسول تم ہی سے آئیں میری آیات بیان کریں تو ان کی تعلیمات سے اصلاح کرلو، ایسے لوگ غم وآلام سے اور حزن وملال سے دُور رہیں گے۔	۹۳
۳۶	اللہ کی آیات کی تکذیب کرنے والے، غُرور وتکبر	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین متن	صفحہ نمبر
	والے، وہی دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔	۹۳
۳۷	بھلا اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے اللہ تعالیٰ کی آیات کا منکر ہو! یہاں تک کہ جب فرشتے روح قبض کرنے آئیں گے تو ان سے پوچھیں گے کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے؟ کہیں گے وہ ہم سے غائب ہیں مرنے کے وقت اپنے کفر کا خود ہی اقرار کریں گے۔	۹۷
۳۸	سابقہ اُمتیں اگلی اُمتوں پر لعنت بھیجیں گی اور افسوس کے ساتھ کہیں گی ہم تمہاری پیروی میں گمراہ ہوئے تم پر ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے تم پھر جانتے نہیں۔	۹۷
۳۹	پہلے والے لوگ اپنے پچھلے والوں سے کہیں گے، تم کو بھی ہم پر کوئی فوقیت نہیں، تم بھی اپنے کئے کی پاداش میں عذاب چکھو۔	۹۷
۴۰	جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، تکبّر کیا اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے ان کا بہشت میں جانا ایسا ہی ہے جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گذر جانا، ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔	۱۰۱
۴۱	ان کے لئے جہنّم کی آگ کا بچھونا اور اوپر سے اسی کا اوڑھنا ہے ظالم کے لئے ایسی ہی سزا ہے۔	۱۰۱
۴۲	جو لوگ ایمان لائے عمل صالح کیا وہی جنّت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں رقیام کریں گے اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی استطاعت سے زیادہ بار نہیں ڈالتا۔	۱۰۱
۴۳	اُن کے سینے کی خلش دُور کردی جائے گی، کہا جائے گا یہ جنّت ہے جس کے وارث تم ہو، وہ کہیں گے اللہ کا شکر اور احسان ہے جس نے اس چیز کی ہمیں ہدایت دی۔	۱۰۱
۴۴	جنّتی لوگ، اہلِ جہنّم سے کہیں گے ہم نے اپنے ربّ کا وعدہ سچا پایا، کیا تم نے ربّ کا وعدہ سچا پایا وہ کہیں گے ہاں! ایک ندا دینے والا کہے گا اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر۔	۱۰۵
۴۵	یہ وہی ظالم ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا، اور یہی آخرت کے منکر ہیں۔	۱۰۵
۴۶	اب ایک اور جماعت کا ذکر ہے یہ اہلِ اعراف ہیں گویا بہشت اور جہنّم کی درمیان دیوار، چند لوگ ہوں گے جو ان کی علامت سے ایک دوسرے کو پہچان لیں گے کہیں گے ''السلام علیکم'' وہ ابھی جنّت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، لیکن اس کے اُمیدوار ہوں گے۔	۱۰۵
۴۷	جب اہلِ دوزخ کی طرف توجہ دلائی جائے گی تو وہ کہیں گے اے اللہ! ہمیں ان ظالموں کے ساتھ شریک مت کر۔	۱۰۵
۴۸	اور اہلِ اعراف بہت سے لوگوں کو پہچان جائیں گے ان کی علامتوں سے اور کہیں گے کیا کام آئی تمہاری جمعیّت اور تمہارا غرور جس پر تم نازاں تھے۔	۱۰۹
۴۹	کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسم کھا کر کہتے تھے یہ کبھی اللہ کی رحمت نہیں پاسکتے ان کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا نہ انہیں خوف ہوگا نہ رنج وملال۔	۱۰۹
۵۰	اہلِ دوزخ، اہلِ جنّت سے کہیں گے ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو، کچھ تو عنایت کردو، جواب ملے گا ان چیزوں پر کافروں کے لئے بندش ہے۔	۱۰۹
۵۱	جنہوں نے دین کو کھیل تماشا سمجھا، جن کو گیتیٔ کائنات نے دھوکہ میں رکھا سو آج کے روز ہم بھی ان کا نام فراموش کردیں گے کیونکہ وہ اللہ کی آیات کے منکر تھے۔	۱۰۹
۵۲	اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ہم نے اپنے علم کامل سے کتاب پہنچا دی وہ باعث ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔	۱۰۹
۵۳	منکرینِ کتاب، انجام کے منتظر ہیں، جب حقیقت آشکار ہوکر اُن کے سامنے آئے گی تو اصلاح کی	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	مہلت بھی نہیں ملے گی پھر وہ کہیں گے اللہ کے رسول سچی سچی باتیں لائے تھے انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں رکھا، جو باتیں تراشی گئیں وہ سب گم ہوگئیں، اب کوئی ان کی سفارش کرنے والا نہیں اور نہ عذاب سے چھڑانے والا ہے۔	۱۰۹
۵۴	بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان چھ روز میں بنائے پھر عرش پر قائم ہوا اللہ کی ذات نے سورج چاند ستارے پیدا کئے اللہ ہی خالق ہے اور وہی مَدبّر بھی ہے اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے۔	۱۱۴
۵۵	دعا کرو اپنے ربّ سے عاجزی اور اِنکساری کے ساتھ، گڑگڑاتے ہوئے وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔	۱۱۴
۵۶	ملک میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا مت کرو، بیم ورجا ہر دو حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کاروں کے قریب تر ہے۔	۱۱۴
۵۷	اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھو! بارانِ رحمت سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں بارش ہونے کے بعد مردہ زمین، زرخیزی پاکر سرسبز وشاداب ہوتی ہے اس سے ہر قسم کے پھل ملتے ہیں اس طرح قیامت والے دن جو انسان مٹی میں سپردِ خاک ہوچکے ہوں گے ہم دوبارہ انہیں زندہ کریں گے تاکہ تم نصیحت پکڑو!۔	۱۱۴
۵۸	زرخیز زمین میں پیداوار اللہ کے حکم سے خوب ہوتی ہے ناقص زمین میں پیداوار کم ہوتی ہے اس طرح ہم طرح طرح دلائل بیان کرے ہیں ان لوگوں کے لئے جو شکر کرتے ہیں۔	۱۱۴
۵۹	حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت حق دی، اللہ کی عبادت کرو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نہ آجائے۔	۱۲۳
۶۰	حضرت نوح علیہ السلام کے قوم کے لوگوں نے جواب دیا، ہم تمہیں ایک کھلی اور صریحاً گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔	۱۲۳
۶۱	حضرت نوح علیہ السلام نے جواباً کہا اے لوگو! میں ذرا بھی گمراہی میں نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔	۱۲۳
۶۲	تم کو باری تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہوں، تمہارا خیرخواہ ہوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِن اُمور سے واقف ہوں جن کا تم کو علم ہی نہیں۔	۱۲۳
۶۳	کیا تمہیں یہ بات عجیب لگی کہ ایک مرد کی مَعرفت نصیحت آئی، پرہیزگاری اپنانے کی خاطر وہ تمہیں ڈرائے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔	۱۲۳
۶۴	جنہوں نے باریٔ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، نوح علیہ السلام کی تکذیب کی، ان لوگوں کو غرق کردیا جو لوگ کشتی میں تھے انہوں نے نجات پائی، بے شک یہ لوگ زندہ تھے۔	۱۲۳
۶۵	قومِ عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام آئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وَحدانیت کی تعلیم دی، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں! کیا تم ڈرتے نہیں۔	۱۲۸
۶۶	قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تم کو کھلی حماقت میں دیکھتے ہیں ہم تم کو کم عقل اور کاذب گمان کرتے ہیں۔	۱۲۸
۶۷	حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: اے لوگو! مجھے ذرا برابر کم عقلی اور نادانی نہیں! میں تو پروردِگار عالم کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔	۱۲۸
۶۸	تم کو اللہ کا پیام دینے آیا ہوں میں تمہارا بھی خواہ اور سچا امانت دار ہوں۔	۱۲۸
۶۹	کیا تمہیں یہ بات عجیب محسوس ہوئی کہ اللہ کی نصیحت ایک فرد کے واسطہ سے پہنچی یاد رکھو اللہ نے نوح علیہ السلام کے بعد تم کو جانشین بنایا، صلاحیت، وسعت اور کشادگی بخشی۔ جسمانی لحاظ سے مضبوط بنایا، بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تاکہ تم فلاح پاؤ۔	۱۲۸
۷۰	قوم عاد کے لوگوں نے کہا تم ہمیں صرف ایک اللہ کی عبادت اور بندگی کے لئے کہتے ہو کیا ہم ان معبودوں کی پرستش ترک کردیں جن کو ہمارے	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	آباؤاجداد نے پوجا اور سچے ہو تو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو وہ عذاب لے آؤ۔	۱۳۱
۷۱	حضرت ہود علیہ السلام نے کہا کہ یقین جانو! عنقریب تکذیب کے سبب وہ عذاب آیا ہی چاہتا ہے سو تم انتظار کرو میں انتظار کرتا ہوں۔	۱۳۱
۷۲	حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو باری تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے بچا لیا جو ایمان لانے والے نہ تھے انہیں بالکل ہلاک کر دیا گیا۔	۱۳۱
۷۳	پھر قوم ثمود کی طرح صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا، انہوں نے دعوت دی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! اللہ کی بندگی اختیار کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واضح دلیل آگئی ہے یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس کو برائی کی نیت سے کوئی گزند نہ پہنچاؤ ورنہ ایک دردناک عذاب آ پکڑے گا۔	۱۳۴
۷۴	اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے لئے تم کو جانشین مقرر کیا، تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا، زمین پر رہنے کا ٹھکانہ دیا ملک میں سرکشی، ابتری اور فساد نہ پھیلاؤ۔	
۷۵	قوم کے سردار، جن کو اپنی طاقت، قوت پر ناز تھا نے انکار کیا، انہوں نے کہا صالح علیہ السلام ہمارے ربّ کی طرف سے پیام حق لے کر آئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس پر ہم پورا یقین رکھتے ہیں۔	۱۳۴
۷۶	مستکبروں نے کہا ہم تو اس کے انکاری ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔	۱۳۴
۷۷	تو انہوں نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا اللہ کا حکم نہ مانا، سرکشی اختیار کی اور کہا صالح علیہ السلام سے، لے آؤ وہ عذاب، اگر واقعی آپ رسولوں میں سے ہو۔	۱۳۴
۷۸	سو ان کو زلزلے نے آگھیرا اور صبحدم اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔	۱۳۴
۷۹	پھر حضرت صالح علیہ السلام ان سے الگ ہو گئے بصد افسوس کہا میں نے باری تعالیٰ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا تمہاری بھلائی چاہی لیکن تمہیں خیرخواہی پسند ہی نہیں۔	۱۳۸
۸۰	پھر حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تم اپنی عورتوں کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر مردوں پر مائل ہوتے ہو تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو پہلے کسی قوم نے ایسا نہیں کیا۔	۱۳۸
۸۱	تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو اپنی عورتوں کو چھوڑ کر، تم تو حد سے گذرے ہوئے لوگ ہو۔	۱۳۸
۸۲	اس قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا جب کچھ نہ بن پڑا تو کہنے لگے ان کو اس بستی سے نکال دو یہ بڑے پارسا بن رہے ہیں۔	۱۳۸
۸۳	پھر ہوا یوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بیوی نہ بچ سکی، انہی میں رہ گئی جن پر عذاب آیا تھا۔	۱۳۸
۸۴	اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی پتھروں کی برسات کی اور مجرموں کا یہی انجام تھا۔	۱۳۸
۸۵	اسی طرح مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا انہوں نے بھی دعوتِ توحید دی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تلقین کی، بتایا کہ ناپ تول پورا کرو ملک میں درستگی کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔	۱۴۲
۸۶	ایسا نہ کیا کرو کہ دعوتِ حق سے روکو، اہلِ ایمان کو دھمکیاں مت دو! تم تعداد میں کم تھے اللہ تعالیٰ نے اس میں اضافہ کیا، اور دیکھو تو سہی فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔	۱۴۲
۸۷	ایک طبقہ رجماعت تو ایمان لے آیا جس کی خاطر میں بھیجا گیا ہوں، دوسرا اس کا انکاری ہے صبر اپناؤ باری تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے گا۔	۱۴۲
	عذر ہائے من پذیر	۱۴۵

Marfat.com

وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓـئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الۡمَوۡتٰى وَحَشَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ كُلَّ شَىۡءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَجۡهَلُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

اور اگر ہم اُن کی طرف فرشتے اُتارتے، اور مُردے اُن سے باتیں کرتے، اور ہر چیز اُن کی نظروں کے رُوبرو لاکر جمع کر دیتے، تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اور بات ہے لیکن ان میں سے زیادہ تر نرے جاہل ہیں۔ (۱۱۱)

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ يُوۡحِىۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا ؕ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے بہت سے دُشمن بنا دیئے ہیں، کچھ انسانوں میں اور کچھ جنّات میں سے، جن میں سے بعض ایک دوسرے سے چپکے چپکے خوش آئند باتوں سے لوگوں کو فریب دینے کے لیے وسوسے ڈالتے رہتے ہیں، اگر آپ (ﷺ) کا ربّ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر پاتے، سو چھوڑ دیجیے انہیں جو بُہتان وہ لگاتے ہیں۔ (۱۱۲)

وَلِتَصۡغٰۤى اِلَيۡهِ اَفۡـِٕدَةُ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ وَلِيَرۡضَوۡهُ وَلِيَقۡتَرِفُوۡا مَا هُمۡ مُّقۡتَرِفُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں، اُن کے دل تو ایسی ہی غلط رطمع کی ہوئی باتوں کی طرف مائل ہوں گے، وہ اُسے پسند بھی کرلیں اور کرتے رہیں جو کچھ بُرے اُمور وہ سرانجام دے رہے ہیں۔ (۱۱۳)

اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِىۡ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكُمُ الۡـكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡـكِتٰبَ يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَـقِّ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ اُن سے دریافت کیجئے کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا، کوئی اور فیصلہ صادر کرنے والا تلاش کروں، حالانکہ اُس نے آپ پر واضح کتاب اُتاری ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اچھی طرح، یقین کے ساتھ جانتے ہیں یہ قرآن آپ کے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے حق کے ساتھ، سو آپ شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہو جانا۔ (۱۱۴)

وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۱۵﴾

اور آپ (ﷺ) کے رَبّ کی بات رکلام سچائی اور انصاف کے مطابق مکمل ہے اور کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو، اور وہی خوب سننے والا اور خوب جاننے والا رواقف کار ہے۔ (۱۱۵)

وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾

اور دنیائے زمین میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہے جن کا کہنا مانا جائے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے رگمراہ کر دیں گے یہ سب تو گمان اور وہم پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اکثر قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ (۱۱۶)

الفاظ و معانی آیت ۱۱۱ تا ۱۱۶

﴿ وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓـئِكَةَ ﴾ اور اگر ہم اُتار دیتے ان کافروں کی طرف فرشتے۔ ﴿ وَكَلَّمَهُمُ الۡمَوۡتٰى ﴾ اور

اگر بات کرتے اُن کے مُردے، قبروں سے اُٹھ کر اور وہ محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرتے۔

بات تو کچھ یوں ہے کہ کافروں کا تو یہ کام ہے نت نئے معجزوں کی خواہش کا اظہار کرتے، باری تعالیٰ فرماتا ہے اگر سب کی فرمائش کو پورا کر دیا جائے اور فرشتے آسمان سے اُن کے پاس آجائیں اور جو لوگ مُردے ہیں وہ قبروں سے نکل کر اُن سے گفتگو کرنے لگیں۔

﴿ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ ﴾ اگر ہم جمع کرتے اُن پر۔ ﴿ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ تمام چیزیں جو دنیا میں اُن کے سامنے موجود ہوں۔

﴿ مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ﴾ تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اُن کے دلوں میں تلاشِ حق کے جذبے کا فقدان ہے ان لوگوں میں ہدایت پانے کی لگن ہی نہیں اور جن کا جذبہ صادق نہ ہو وہ لوگ راہِ راست پاتے نہیں۔

﴿ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ﴾ مگر یہ کہ چاہے اللہ، البتہ اُن کے ایمان لانے کی ایک صورت ممکن ہے کہ ان سے اختیار ارادہ کی صلاحیت سلب کر لی جائے۔ لیکن ایسا کرنا حکمت باری تعالیٰ کا منشاء نہیں کہ بنی نوع انسان بھی جو عقل وخرد اور سوچ اور فہم رسا کا ادراک رکھتا ہے اسے حیوانوں کی طرح عقل وآگہی سے یکسر محروم کر دیا جائے اور احکام پر عمل کرنے کا پابند پایا جائے۔

﴿ وَكَذَٰلِكَ ﴾ اور جس طرح اے محمد (ﷺ) لوگ آپ کے دشمن ہیں اسی طرح جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا ہم نے بنا دیا ہر پیغمبر کے لئے ایک دُشمن شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ شیاطین سے مراد ہر سرکش اور نافرمان خواہ انسان ہو یا جنّ ﴿ يُوحِي بَعْضُهُمْ ﴾ ڈالتے ہیں وسوسہ إِلَىٰ بَعْضٍ ایک دوسرے کو اس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان آدمی کو وسوسہ دلاتے ہیں اور خبر دیتے ہیں بعض جنّ، جنّ کو اور بعضے آدمی، آدمی کو زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا جھوٹ بات بنائی ہوئی واسطے فریب کے، ❶ ملمع شدہ گفتگو، جن کی حقیقت کچھ اور ہو لیکن اُن کی ظاہری کیفیت اس قدر جاذبِ نظر اور دلکش کہ انسان، اس طرف خود بہ خود متوجہ ہو جائے۔ عُدو، دشمن قواعد کے مطابق واحد۔

اس آیت کا مفہوم یہ واضح ہو رہا ہے کہ جو نابکار لوگ، رسالت مآب ﷺ کو ایذاء پہنچانے میں مُنہمک ہیں بات بات پر شرارت کا پہلو تلاش کرتے ہیں ہر گفتگو پر مخالفت کا انداز، اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے باہم صلاح مشورے سازشوں کا جال بچھائے ہوئے، اُن کا تو پرانا دستور العمل یہی ہے آپ ﷺ اُن کی سازشوں پر قطعی فکر مت کیجئے۔ ﴿ زُخْرُفَ ﴾ سونا، سنہری، آراستہ، پُر زینت قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ ﴾ اور وہ مائل ہوگی اس طرف۔ ﴿ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ ﴾ دل ان لوگوں کے جو لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ نہیں لاتے ایمان آخرت پر۔

﴿ وَلِتَصْغَىٰ ﴾ اور وہ جھکتے ہیں۔ صغر اور صغی سے معنیٰ مائل ہونے کے، مُلتفت اور جُھکنے کے ہیں قواعد کے مطابق مضارع واحد متکلم۔ باطل پرست، باطل نظریات کو جس فریب نظر اور دلکش انداز میں بتاتے ہیں اُن کے دامِ فریب میں وہی لوگ آتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ ایک کُھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جس طرح لوگوں کے اندر عقیدہ آخرت اور قیامت کے بارے میں ضعف پیدا ہو رہا ہے اس طریقہ عمل سے لوگ شیطانی وسوسوں اور شیطانی جال میں پھنس رہے ہیں۔

❶ ...... نہیں جانتے یہ لوگ نشانیاں بلکہ اور کچھ دیکھ کر بھی وہ ایمان لانے والے نہیں۔ (بحوالہ جمل ومدارک)۔

﴿ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا ﴾ ❶ تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا فیصلہ چاہوں، یہ تو نہیں ہوسکتا کافروں کا تو یہ مطالبہ ہوتا کہ ہمیں ایسی نشانیوں کی نشاندہی کی جائے جس پر ہم فیصلہ کرسکیں۔ آپ ﷺ نبی صادق برحق ہیں، رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے ذرا آپ اُن سے دریافت کیجئے کیا باری تعالیٰ سے بڑھ کر بھی سچائی کا فیصلہ کرنے والا ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے قرآن کی آیات خود قرآنِ حمید کے حق ہونے اور کلام اللہ ہونے کا ثبوت ہیں۔

﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ﴾ اور وہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف قرآن اتارا جس میں باطل اور حق کو تفصیل سے بیان کیا گیا، یعنی قرآن حکیم میں امر و نہی وعدہ، وعید اور سچائی کا، جھوٹ کا فیصلہ اور رسول اللہ ﷺ کے صدق کی شہادت اور افتراء کا بیان موجود ہے اس آیت کریمہ کی شان نزول یہ ہے کہ محمد ﷺ سے مشرکین کہا کرتے تھے آپ ہمارے درمیان ایک حکم مقرّر کیجئے! جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (بحوالہ کنزالایمان، خزائن العرفان از احمد رضا خانؒ محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ)

﴿ اَبْتَغِيْ ﴾ میں تلاش کروں چاہوں اِبْتِغَآءٌ سے مضارع واحد متکلم قواعد کے مطابق۔

قرآن حکیم جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ''اَلْكِتٰبَ مُفَصَّلًا '' کہہ کر قرآن مجید کے چار خصوصی کمالات کا ذکر بیان ہوا ہے۔

اوّل...... تو یہ کہ قرآن باری تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا۔

دوئم...... یہ ایک کتاب کامل اور معجز ہے اہلِ دنیا اس کے مقابلے سے عاجز ہیں۔

سوئم...... یہ کہ تمام اہم اصولی مضامین کو تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

چہارم...... یہ کہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ بھی یقین کے ساتھ جانتے ہیں قرآن باری تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا کلامِ حق ہے اور جن میں سچائی اور حق بات کہنے کی جرأت تھی انہوں نے ہم کو ظاہر بھی کر دیا اور جو لوگ دشمنی پر تلے تھے جو یقین رکھنے کے باوجود اس کا اظہار نہ کرسکے۔ قرآن کریم کی ان چار خوبیوں کے اظہار کے بعد محمد ﷺ سے خطاب ہے۔

﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ پس نہ ہو جانا شک کرنے والوں میں سے۔ ﴿ تَمَّتْ ﴾ اور تمام ہوئی تَمَّتْ پوری ہوئی تَمَامٌ سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب۔ ﴿ كَلِمَتُ رَبِّكَ ﴾ دلیل اللہ جل جلالہ کی توحید اور نبوّت کے بیان میں ''كَلِمَتُ رَبِّكَ'' سے مراد قرآن مجید ہے۔ (بحوالہ بحرمحیط) صِدْقًا وَّعَدْلًا صدق رسچائی کی راہ سے خبروں اور وعدوں میں سچائی ہے۔ قرآن مجید کے کل مضامین دو نوعیت کے ہیں اول تاریخ عالم کے عبرت آموز، حالات اور واقعات اور عمل صالح پر وعدہ اور اعمال بد پر تنبیہ۔ دوئم: انسان کے فلاح و صلاح کے احکامات کا ذکر ہے۔

﴿ لَا مُبَدِّلَ ﴾ نہیں ہے کوئی بدلنے والا۔ ﴿ لِكَلِمٰتِهٖ ﴾ اس کی باتوں کو، یعنی باری تعالیٰ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے کسی کی قدرت نہیں کہ قرآن حمید میں تحریف کرسکے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود اس کی حفاظت کا ضامن ہے۔ (بحوالہ تفسیر ابوالسعود)

---

❶ ...... حَکَم اور حاکم ایک معنیٰ میں مستعمل ہیں فیصلہ کرنے والا، دراصل حاکم ہر فیصلہ کرنے والے کو کہا جاتا ہے، خواہ صحیح کرے یا غلط لیکن حکم صرف صحیح فیصلہ کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

Marfat.com

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ﴾ اگر فرمانبرداری کرے گا اکثر ان لوگوں کی جو روئے زمین پر ہیں یعنی کافر اور جاہل لوگ بعضوں نے کہا کہ زمین سے مراد مکّہ کی زمین مراد ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ جلد اول) ﴿يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ وہ گمراہ کردیں گے آپ کو اس راہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتی ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۱۱ تا ۱۱۶

آیت ۱۱۱ میں اظہار بیان ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے احکامات اور ارشادات اور تعلیمات سے ہدایت نہیں مل رہی ہے اور جن کے دلوں میں نورِ نبوّت کی شمع فروزاں نہیں ہو رہی اور جو نورِ ایمان کی کیفیت سے محروم ہیں اُن کے دل مُردہ ہو چکے ہیں اور اللہ ﷻ کے ساتھ تعلق ربط استوار کرنے کی صَلاحیّت کھو چکے ہیں اگر ایسے لوگوں پر فرشتوں کا نزول بھی ہو جائے اور وہ اُن سے باہم گفتگو کریں اور مُردوں کو قبروں سے اُٹھا کر زندہ کر دیا جائے اور وہ خود عالم برزخ کے احوال بتائیں بلکہ آخرت بہشت اور جہنم کو بھی اُن کے رُوبرو کر دیا جائے پھر بھی یہ نہ مانیں گے، اور جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے لوگوں کا تو یہ عالم ہے کہ عناد اور فریب نظر کی وجہ سے اپنے اختیار اور انتخاب سے حق کو تو باطل نظریات کے دام فریب میں پھنس کر ایمان لانے والے ہی نہیں اُن کے لئے کوئی بڑی سے بڑی دلیل قابل قبول نہیں اس قدر جہالت کی تاریکی کے جال میں پھنس گئے ہیں کہ یہ ناداں جاہل اصل بات کو سمجھ ہی نہیں رہے ہیں چنانچہ اسی مفہوم کو آیت ۹۶ اور ۹۷ سورۂ یونس پارہ ۱۱ یعتذرون میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے ربّ کی بات ثابت ہوگئی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں پہنچ جائیں جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

آیت ۱۱۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کے عُدو شیطان پیدا کیے ہیں عام لوگوں کو شر پسند لوگوں سے خبردار رہنے کی ہدایت کی جا رہی ہے یہ بات واضح ہے کہ شیطان / ابلیس خواہ جنّات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے اِن بدبختوں کی اَنبیاء کرام علیہم السلام سے دُشمنی ہی نصیب ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! آپ کے گرد جو سرکش اور باغی لوگ جمع ہیں ہر نبی کے دور میں ایسے لوگ رہے ہیں، ایسے لوگ جنّوں اور انسانوں میں سے ہوتے ہیں اُن کا طریقہ عمل یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو شرارت کی باتیں بتاتے ہیں صالح لوگوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ایسے لوگ صرف اُن کو ہی فریب میں مُبتلا کرتے ہیں جن کے قلوب، ایمان کی روشنی سے یکسر محروم ہوتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہے اور ان کی اِفتراء پردازی میں آنے کے نہیں۔ ان سرکش لوگوں کا یہی دستور رہا ہے ہر وقت اسلام کو زک پہنچانے میں سرگرم عمل رہتے ہیں اور باہم آپ ﷺ کی مخالفت میں ایک دوسرے کو آمادہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ان کی سازش کے عمل کو خاطر میں لانے کی چنداں ضرورت نہیں آپ ﷺ ان کے مکر وفریب سے قطعی فکرمند نہ ہوں۔

Marfat.com

آیت ۱۱۳ میں اظہار بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان مخالفت کرنے والے لوگوں کو ایمان کی نعمت پر قائم رکھتا اور جبر کے ساتھ ہر کسی کو ایمان کی طرف بلاتا بھلا اس کے لئے کیا مشکل تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا استعمال یہاں نہیں کیا بلکہ انسان کو یہ حق آزادی دیا کہ وہ حق و باطل کے مابین، تفاوت کو جان کر سچ پر ایمان لائے اور اس کا صلہ پائے یا جانتے ہوئے غلط فیصلے کا مُرتکب ہو کر کفر کی راہ اپنائے اور دوزخ کو اپنا ٹھکانہ بنائے عمل اور عمل صالح کا اَجر پانے کے لئے اَنبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مَبعوث فرمایا اور ان پر کُتبِ سماوی کا نزول ہوا تاکہ انسان کُفر کو ترک کر کے ایمان کی راہِ ہدایت پائے۔

آیت ۱۱۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اِن ناداں لوگوں اور ہمارے مابین اللہ ﷻ کے سوا اور کون فیصلہ کرنے والا ہے وہی اللہ ہے جس نے انسان کی فلاح اور اصلاح اور ہدایت کے لئے یہ کتاب، فرقان حمید نازل کیا، اس میں وہ تمام اصول بتائے گئے ہیں مُفصّل طور پر، جن پر پورا نظامِ زندگی اُستوار ہوگا اس میں بعض فروعی اور جزوی مسائل بتا دیئے گئے ہیں جن کی بابت ربّ کی یہ رضا تھی کہ وہ انسانی طرزِ معاشرت کے لئے دائمی احکامات ہوں، دنیا نے کتنی ہی ترقی کر لی ہو، مانا کہ سائنس کی ترقی و ترویج نے ستاروں پر کمندیں ڈال لی ہیں اقبال کی زبان میں۔

ع ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں ☆ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اِس کتابِ مبین کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی سے فیصلہ لینے کی قطعی کوئی ضرورت ہی نہیں کافروں کا یہ مطالبہ کہ ہمیں ایسی نشانیاں بتائی جائیں کہ ہم جس سے خود فیصلہ کر سکیں کہ محمد ﷺ سچے نبی ہیں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ذرا اِن سے پوچھئے تو سہی کہ اللہ ﷻ سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کو رجوع ہونا ہے آج بھی اہلِ کتاب اس حقیقت سے آشکار ہیں یہ کتاب اللہ سچّی حق کے ساتھ اتری ہے یہود اور نصاریٰ کے پاس آسمانی کُتب ہیں ان میں ہر ہر مقام پر رسول اللہ ﷺ کی نبوّت اور قرآن کے ''کلام اللہ'' ہونے کی شہادتیں موجود ہیں اب آپ ﷺ کے دل میں صداقت کے بارے میں شک و شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

آیت ۱۱۵ میں اظہار بیان ہے کہ کلام اللہ صداقت اور عدل کے اعتبار سے کامل ہے اس کی آیات کوئی بدلنے والا نہیں، کسی کے بس کی یہ بات نہیں کہ اس میں تغیّر اور تبدیل کی جرأت کر سکے، کوئی اس کے فرامین کو تبدیل کرنے والا نہیں کسی کی بات سننے کی کیا ضرورت ہے کسی کے کہنے میں آنے کی کیا ضرورت ہے جو کچھ کہنا ہو اپنے خالق کائنات، ربّ جلیل سے کہو، جو مانگنا ہو ربّ سے طلب کرو وہ سب کا سننے والا ہے جو کچھ ہو رہا ہے اس کا پورا پورا علم اللہ کو ہے، اللہ بندے کی ایک ایک حرکت کو جاننے والا ہے اور وہ اس کے مطابق ہر ایک کو جزا دے گا۔

آیت ۱۱۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ تاریخ کا مطالعہ اور مشاہدہ اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ دنیا میں اکثریت ایسے لوگوں کی زیادہ ہوتی ہے جو محض خیال و وہم و گُمان اور بے اصول، بے ربط باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں ورنہ صاحبِ فہم و ذکاء، محقق اور صاحبِ علم با اصول افراد کی تعداد کم ہوتی ہے اُمّت مُسلمہ کو اذنِ عام ہے کہ اگر اکثریت کا کہا مان لیا جائے، اور بے اصول حقائق کو اپنا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سیدھی راہ سے بہک جانے کے امکانات ہیں اس سے اس بات کا پتہ چلا کہ حق و باطل کی پرکھ کے لئے دلائل اور براہین پر عمل پیرا ہونا ہے، کثرت رائے حق پر ہو ضروری تو

Marfat.com

نہیں، چنانچہ اس بات کی تصدیق آیت ١٠٣ سورۂ یوسف پارہ ١٣ سے ہوتی ہے۔

وَمَآ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿١٠٣﴾ اور آپ کتنا ہی چاہیں، اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

نزولِ قرآن کے وقت زمین پر بسنے والے لوگوں کی اکثریت جاہلیّت کے دور میں مُبتلا تھی جس طرح آج کے دور میں یعنی دورِ جدید میں روشن خیالی کو اپنا کر اصولِ جاہلیت کو اپنالیا ہے اس دورِ جدید کی نیرنگی کائنات کا ایک رنگ یہ ہے کہ ''تہذیب کے آذر نے تراشوائے صنم اور ساقی نے بناء کی روشِ لطف و ستم اور'' کے مصداق آج بھی لوگوں کی اکثریت جہالت میں مُبتلا ہے آج بھی لوگ سچائی سے محروم ہیں کوئی فیصلہ، کوئی کام حق کی اساس پر کرنے سے مجبور نہیں۔ ضلالت کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں لوگ یقینی علم کتاب، سنت اور شریعت کو چھوڑ کر ظن اور تخمین کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ بات تو بڑی واضح ہے کہ ظن و تخمین صرف گمراہی کی نشانِ منزل ہے ''یہ اُمّت خرافات میں کھوئی گئی'' دورِ جدید میں علم سے اختلاف گروہ دَر گروہ تقسیم ہوگیا ہے اِس بات کی تصدیق اس حدیثِ مُبارکہ سے ہوتی ہے ارشادِ رسول ﷺ ہے ''میری اُمّت ٧٣ فرقوں میں مُنقسم ہوجائے گی جس میں سے ایک فرقہ اہلِ بہشت کا ہوگا اور باقی جہنّمی اور اِس بہشت والے فرقے کی نشاندہی آپ ﷺ نے یوں فرمائی ''مَا اَنَا عَلَيۡهِ وَاَصۡحَابِیۡ'' میرے اور میرے صحابہ ﷺ کے طریقے پر چلنے والا ہوگا''۔ (بحوالہ ابوداؤد، کتاب السنۃ، ترمذی شریف کتاب الایمان)

آیت ١١١ تا ١١٦ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ایمان نہ قبول کرنے والے تو کسی بھی صورت میں دعوتِ حق کو تسلیم کرنے والے نہیں! جبراً ایمان لانے کو کوئی نہیں کہتا، ربّ کا چاہنا اس کی ٹھہرائی ہوئی حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے یہ لوگ مُبتلائے جہل میں جگر مرادآبادی کی زبان میں یہ کہنا بھلا معلوم ہوتا ہے کہ:

جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے ☆ گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے ......جگر

گویا جہالت کی باتیں، اُن کے ایمان کو اپنانے کی راہ میں حائل ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ صرف قدردان ہی کو نعمتِ ایمان میّسر آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے قبل جس قدر انبیاء اور رسول آئے اُن کو بھی جھٹلایا گیا، انہوں نے صبر و تحمل سے استقامت اور حوصلے سے کام لیا، اُمّت محمدیہ کو بھی صبر اور استقامت کرنے کی دعوت ہے ابلیس کی پیروی کرنے والے گروہ جن وانس ہیں یہ دونوں گروہ باغی بھی ہیں اور تکبّر بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ جب دعوتِ حق ملتی ہے تو شیاطین جن وانس علمِ بغاوت و سرکشی لئے اُٹھ کھڑے ہوجاتے ہیں وہ اپنی مشرکانہ حرکت اور بدعات کے تحفظ کے لئے بحث کرتے ہیں یہ اہلِ حق کی آزمائش ہوتی ہے کہ باطل کا مقابلہ کیا جائے۔

شرک، توحید، حلال و حرام کے معاملات میں حکم دینے کا اختیار کُلّی طور پر صرف باری تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے کتاب رشد و ہدایت نازل کردی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہر عمل ''امر اور نہی'' عدل اور انصاف کے مطابق ہوتا ہے کوئی اللہ کی باتوں کو تبدیل کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

یہ تو شیطان کو دعویٰ تھا کہ مجھ کو بنی آدم کو گمراہ کرنے کی مُہلت مل جائے تو میں ان کی اکثریت کو شرک و بُت پرستی میں مُبتلا کردوں گا باری تعالیٰ نے مُہلت دے دی، ساتھ یہ بھی حکم ہوا تمہاری پیروی کرنے والوں کے لئے آتشِ جہنّم تیار ہے۔

Marfat.com

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾

بے شک آپ (ﷺ) کا ربّ خوب جانتا ہے کون بہکا تا ہے اور بے راہ ہو جاتا ہے اُس کے راستے سے، اور وہ خوب واقف ہے ہدایت پانے والوں سے۔ (١١٧)

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾

پس کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔ (١١٨)

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾

اور تمہیں کیا ہوا، وہ نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ باری تعالیٰ نے صاف صاف تفصیل سے تم کو بتا دیا ہے جو کچھ تم پر حرام ہوا، ہاں کبھی مجبور، بے بس ہو جاؤ تو اور بات ہے بھلا اس میں کیا شک ہے بکثرت لوگ گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہشوں سے کم علمی کے سبب، بلاشبہ آپ (ﷺ) کا ربّ حد سے گذر جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (١١٩)

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾

اور چھوڑ دو وہ ظاہری گناہ اور پوشیدہ/مخفی گناہ بھی ترک کر دو، اُن سے بچو، جو لوگ گناہ کے مُرتکب ہو رہے ہیں وہ عنقریب اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔ (١٢٠)

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾

اور مت کھاؤ اس جانور کا گوشت جس کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو، اور اس کا کھانا نافرمانی/حکم عدولی ہے، یقیناً جو شیاطین ہیں وہ ساتھیوں کے دلوں میں شکوک ڈالتے ہیں کہ وہ آپ (ﷺ) سے فساد برپا کریں/جھگڑا کریں اگر آپ نے اُن کی فرمانبرداری تسلیم کی، تو مشرک ہو جاؤ گے۔ (١٢١)

الفاظ و معانی آیت ١١٧ تا ١٢١

﴿ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ ﴾ بے شک آپ کا ربّ بڑا جاننے والا ہے۔ ﴿ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ﴾ اس شخص کو جو بھٹک جاتا ہے اس کی راہ سے۔ ﴿ وَهُوَ أَعْلَمُ ﴾ اور وہ بڑا جاننے والا ہے۔ ﴿ بِالْمُهْتَدِينَ ﴾ ساتھ راہ پانے والوں کے۔ ﴿ فَكُلُوا ﴾ پس کھاؤ۔ ﴿ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ ﴾ اُس چیز میں سے کہ لیا گیا ہے نام اللہ جل جلالہ کا۔ ﴿ عَلَيْهِ ﴾ اُس پر ذبح کرتے وقت۔

﴿ إِن كُنتُم ﴾ اگر ہو تم۔ ﴿ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴾ ساتھ اس کی آیتوں کے اور اُن باتوں کے جو حلال اور حرام کے باب میں کہی گئی ہیں ایمان والوں سے۔ ﴿ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم ﴾ اور تفصیل کر دی اس میں اللہ تعالیٰ نے اور بیان کر دیا فَصَّلَ الگ الگ بیان کرنا تفصیل کے ساتھ وضاحت کرنا تَفْصِيلٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ ﴾ مگر وہ چیز کہ بے بس ہو گئے ہو اور محتاج ہو گئے ہو۔ ﴿ إِلَيْهِ ﴾ طرف اُس کے حرام چیزوں سے کہ

وہ ضرورت کے وقت حلال ہیں۔ ﴿ وَاِنَّ كَثِيْرًا ﴾ بلاشبہ بہت لوگ۔ ﴿ لَيُضِلُّوْنَ ﴾ البتہ گمراہ کرتے ہیں خلق کو، حلال کو حرام، اور حرام کو حلال کرتے ہیں۔ ﴿ بِاَهْوَآئِهِمْ ﴾ بسبب اپنی خواہشات کے۔ ﴿ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ بہ وجہ بے علمی کے یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ ﴿ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴾ ان لوگوں کو جو حد سے گذرنے والے ہیں۔

﴿ وَذَرُوْا ﴾ اور چھوڑ دو۔ ﴿ ظَاهِرَ الْاِثْمِ ﴾ ظاہر گناہ۔ ﴿ وَبَاطِنَهٗ ﴾ اور باطن اس کا، یعنی سب گناہ ترک کر دو اس واسطے کے گناہ کی نوعیت یہ ہے کہ یا ظاہر ہوتے ہیں یا باطن اور بعضوں نے یہ تفسیر لی ہے کہ محرم عورتوں سے نکاح نہ کرو اور زنا کی طرف مائل نہ ہو، بعض مُفسّرین اس بات پر متفق ہیں کہ ''ظاہر گناہ وہ ہیں جو ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ یعنی اعضائے ظاہری سے کرتے ہیں اور باطن گناہ وہ ہیں، جو دل میں خیال کرتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول) حقائق سلمی میں لکھا ہے کہ ظاہر گناہ/اثم، دنیا کی نعمتیں طلب کرنا اور باطن گناہ/اثم عقبیٰ کی نعمتوں کی رغبت، گناہ ظاہر، نفس کے ساتھ حظ ہیں اور باطن قلب کے حظ (حظ کے معنیٰ ہیں حصّہ/قسمت، نصیب اس کی جمع حظوظ۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ اعضائے ظاہری سے اِن چیزوں کی طرف مائل ہونا جن کی خواہش نفس کو ہے اور گناہ باطن کی خواہشوں کی آرزو، دل میں کرنا یا ظاہر وہ ہے جس کی اطلاع خلق کو ہو جائے اور باطن وہ ہے جو بندہ اور اللہ کے ہی درمیان رہے اور حقیقتِ امر یہ ہے کہ گناہ ظاہر وہ بُرے کام اور بُری باتیں ہیں جو اعضائے ظاہری سے ہوتی ہیں اور گناہ باطن، فاسد عقیدے اور بُرے ارادے ہیں۔

بحرالحقائق میں تحریر ہے کہ ''جس طرح آدمی کا ایک ظاہر ہے یعنی بدن جسمانی اور ایک باطن ہے یعنی دل روحانی، اسی طرح گناہ کا بھی ایک ظاہر ہے قول اور فعل خلافِ شرع اور ایک باطن ہے کہ صفاتِ حیوانی ہیں اور اوصافِ سبعی وشیطانی تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اعمال شرع کر کے افعال طبع چھوڑ دو، اور اخلاق ملکی اور ربّانی اختیار کر کے اخلاق نفسانی سے باز رہو'' ہر قسم کے گناہ سے باز رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے زمانۂ جاہلیت کے عرب، چھپ کر زنا کرنے کو حلال جانتے تھے، آج بھی مغرب کی تہذیب ومعاشرہ خصوصاً یورپ کا تمدّن، گناہ کی اِس صورت کا قانونی طور پر معترف ہے، اسلامی معاشرہ، اسلامی تہذیب اور اسلامی تعلیمات جس معاشرہ کی تشکیل چاہتی ہیں وہاں گناہ سرزد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

امام قشیری قدس سرہٗ رقمطراز ہیں ''جب حق تعالیٰ ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرمائیں کہ ''وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً'' تو یہاں اِرشاد ہوتا ہے ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ'' یعنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا شکر ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ کر ادا کرنا ہے اور عذابِ جہنّم سے نفوس کا نجات پالینا، گناہ ظاہری چھوڑ دینے کا نتیجہ ہے۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ ﴾ بے شک وہ لوگ جو کماتے ہیں گناہ ظاہر و باطن ﴿ سَيُجْزَوْنَ ﴾ قریب ہے کہ جزا دیئے جائیں۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴾ بسبب اس چیز کے جو وہ کرتے تھے یعنی گناہ کا ارتکاب کرتے تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان جمادات کی طرح بے اختیار اور بے ارادہ نہیں۔

﴿ يَقْتَرِفُوْنَ ﴾ وہ کماتے ہیں، وہ کرتے ہیں۔ ﴿ اقتراف ﴾ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

تشریح وتوضیحات آیت ١١٧ تا ١٢١

آیت ١١٧ میں اظہارِ بیان ہے کہ بالیقین اللہ سبحانہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اُن کو جو اُس کی راہ سے بہک کر بے راہ

ہو جاتے ہیں اور اسے بھی اچھی طرح جانتا ہے جو اُس کی راہِ ہدایت پر چلتا ہے سیدھی راہ اپنانے کو انعام واکرام کی سعادت حاصل ہوگی اور گمراہی کی راہ اپنانے والوں کو سزا ملے گی۔

لوگوں کے تصوّرات، اَفکار، اور تخیلات، اُن کے اَقدار اور طرزِ عمل اور سرگرمیوں کے دائرۂ کار کے بارے میں اچھائی اور بُرائی کا اِمتزاج پرکھنے کے لئے لازمًا کوئی معیار تو ہونا چاہئے جس کے بارے میں فیصلہ کیا جائے کہ حق کیا ہے؟ باطل اور فسق کیا ہے؟ یہ معیار کا اختیار خواہشاتِ نفس اور سماج کی بدلتی ہوئی رسم ورواج کا مطابق نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس باری تعالیٰ کا فرمان تو یہ ہے کہ یہ اختیار فیصلہ اللہ کا ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کیا اچھا ہے! کیا بُرا ہے! راہِ ہدایت کیا ہے، حق کیا ہے، ہدایت کیا ہے اور ضَلالت کیا ہے؟ یہ حق صرف اور صرف اللہ ﷻ کو ہے وہی فیصلہ صادر کرنے کا مجاز ہے اسلام میں حُسن وقبح اور حلال وحرام کے تعیّن کا فیصلہ صرف اللہ ﷻ کرتا ہے

آیت ١١٨ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جس جانور پر اللہ ﷻ کا نام لیا گیا ہو اس میں سے کھاؤ، اگر تم کو ربِّ جلیل کے حکموں پر ایمان اور ایقان ہے بالفاظ دیگر جانور ذبح کرتے وقت یا شکار کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھانا حلال ہے البتہ وہ ان جانوروں سے نہ ہو جن کا کھانا منع ہے آخر کیا سبب ہے تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے! کثرت تو ایسے لوگوں کی ہے جو جامع اور محیط علم سے بے خبری کے سبب محض اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر گمراہ کُن، باتوں میں لگے ہوئے ہیں اِن حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے۔ اس میں ایک التباس رشبہ کی صورت یہ بھی ممکن ہے کہ ذبح کرنے والے نے وقتِ ذبح ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے یا نہیں لیا؟ ایسی صورتِ حال میں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے کھالو! حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آئے ہیں ایسے اعرابی جو نومسلم بھی ہیں اور اسلامی تعلیمات سے پوری طرح واقف نہیں ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اللہ ﷻ کا نام لیا یا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سَمُّوا عَلَیْهِ اَنْتُمْ وَكُلُوْا '' اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے کھالو' (بحوالہ بخاری شریف، باب ذبیحۃ الاعراب) گویا شبہ کی صورت میں یہ رخصت ہے۔

آیت ١١٩ میں بتایا جارہا ہے کہ جو چیز حرام قرار دے دی گئی وہ حرام ہے اسے مت کھاؤ سوائے اس کے کہ تم مجبورِ محض ہو جاؤ اضطرار اور بے بسی کی کیفیّتِ حال کو مستثنیٰ کرکے جو چیزیں حرام ہیں اُن کی تفصیل وضاحت کے ساتھ صاف صاف بتادی گئی ہے یہ کس قدر جہالت کا عمل ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا اسے حرام جان لیا جائے اور جس جانور کو ایک مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرلے اس کو نہ کھایا جائے۔ طیّب جانور جو باقاعدہ طور پر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جائے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا جانور ہے جس پر ایک مسلمان نے بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر چھری کی مدد سے اس پر موت طاری کی مگر عملی ذبح کی شرعی حیثیت کے سبب اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کے نام کی برکت سے اس کا گوشت کھانے کے لئے طیّب رپاک ہوگیا پس جو کوئی ان دونوں کیفیّتوں میں ایک وہ حد سے گذرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ کی حد سے بڑھنے والا کون ہے اور کون اس کی نافرمانی کے ڈروخوف سے مقرّر حدود میں رہتے ہیں۔

Marfat.com

آیت ١٢٠ میں اظہارِ بیان ہے کہ چھوڑ دو گناہ ظاہری کو اور گناہ باطنی کو بھی بے شک جو لوگ اِرتکاب گُناہ میں ملوّث ہو رہے ہیں وہ عنقریب اپنے کیئے کی سزا کے مستحق ہوں گے بات یہ ہے کہ ہر بُرائی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک اس کی اصل وجہ یا حقیقت جس کا قیام انسان کا نفس اور اُس کا قلب ہوتا ہے دوئم مظاہر یا دیگر صورتِ اشکال، جس میں انسانی زندگی کے خط وخال کے اندر وہ نمایاں ہوتی ہے ان دونوں میں باہم تعلق بڑا گہرا ہوتا ہے، چنانچہ کسی بُرائی کا خاتمہ کرنا مدِّ نظر ہو تو اُن کے ظاہر اور باطن دونوں ختم کرنا اَمرِ لازمی ہوتا ہے۔

آیت ١٢١ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا گویا اللہ تعالیٰ کا نام جانور ذبح کرتے وقت نہ لیا گیا ہو تو اس کا کھانا ناجائز ہے بلکہ فِسقْ ہے شیطان کی افتراء پردازی تو دیکھئے اُس نے اپنے رفقاء کی مدد سے یہ بات عام کردی کہ یہ مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور یعنی مردہ (میتہ) کو تو حرام اور اپنے ہاتھوں سے ذبح کئے ہوئے کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور پھر یہ اقرارِ دعویٰ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں باری تعالیٰ نے حکم دیا شیطان اور اس کے ساتھیوں کے وسوسوں میں مت آؤ جو جانور مردہ ہے گویا ذبح کئے بغیر مر گیا چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام اس پر نہیں لیا گیا سو اس کا کھانا حلال نہیں ہے البتہ سمندر یا دریا کی مچھلی میتہ /مردہ حلال ہے۔ حقیقت تو اس بات کا اظہار کر رہی ہے کہ شیطان، انسانوں کو فریب میں مُبتلا کرنے کی باتیں، شبہ میں ڈالنے کے لئے بتاتے ہیں ''اگر تم نے ان کی فرمانبرداری کی تو تمہارا شمار مُشرکین میں ہوگا یعنی جب حُکم باری تعالیٰ اور اطاعتِ باری تعالیٰ کو ترک کیا اور دوسروں کے احکام کو اُن پر ترجیح دی تو یہ حکم صریحاً شرک ہے، شرک صرف اس کا نام نہیں ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا، پرستش کے لائق سمجھا جائے بلکہ شرکِ حکم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی شئے کی تحلیل میں مستند شرعی احکامات کو ترک کر کے محض دیگر لوگوں کی باتوں اور ان کے اور حکم کا تابع ہو جائے جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال مانتا /جانتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

آیت ١١٧ تا ١٢١ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے اُن لوگوں سے جو ایمان پانے والے اہلِ ایمان ہیں، ''جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں'' کے مصداق تو اہلِ ایمان ہدایت یافتہ ہیں مؤمن کی اپنی ایک شان ہے اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے جو اللہ کے بتائی ہوئی راہِ ہدایت کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

ان چیزوں کو کھانے کی اجازت ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے مُشرکین کا اشیاء کو حرام اور حلال قرار دینا بے سند ہے ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اس کو بلا تکلّف کھانے کا حُکم ہے۔ جس جانور پر باری تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا فسق ہے۔ اللہ کی ہر نعمت کا لُطف اُٹھاتے وقت بندوں کی طرف سے اللہ ﷻ کے انعام واکرام اور احسان کا اعتراف واجب ہے ہم کو ظاہری گناہ اور باطنی گناہ کو ترک کر دینا چاہئے جو مَعصیّت میں مُبتلا ہیں انہیں عنقریب سزا ملنے والی ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٢﴾

اور کیا وہ پہلے مُردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا، پھر ہم نے اس کو ایسی روشنی بخشی رنور دیا، جسے لے کر وہ لوگوں میں چلنے لگا رچلتا ہے وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا اور اس سے نکلنے والا نہیں یونہی کافروں کی نظر میں جو وہ اعمال کر رہے ہیں بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ (١٢٢)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی کے سرغنہ ررئیس کو بنایا مجرم، تا کہ وہ فریب کے دام فریب آپ ہی پھنستے رہیں اور وہ لوگ خود اپنے ساتھ مکر و فریب کر رہے ہیں مگر انہیں اس کی آگاہی اور شعور ہی نہیں۔ (١٢٣)

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾

اور جب اُن کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہا کرتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ جو چیز اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے ہم کو بھی دی جائے اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے اپنی رسالت کا کام کس کو دیا جائے اور اپنے پیغام کا کام کس سے لینا ہے قریب تر ہے وہ ساعت رگھڑی جب یہ مجرم اپنی چالاکی، فریب کاری کی پاداش میں ذلت اور سخت عذاب پائیں گے یہ بدلہ ہے اُن کے مکر و فریب کا۔ (١٢٤)

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٥﴾

پس اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے راہِ ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے بے راہ گمراہ رکھنا چاہے تو اس کے سینے میں تنگی اور سخت گھٹن ڈال دیتا ہے گویا آسمان کی طرف اس کی روح مائل بہ پرواز ہے اور اللہ تعالیٰ یوں ہی ایمان نہ لانے والوں پر عذاب اور ناپاکی مُسلّط کر دیتا ہے۔ (١٢٥)

الفاظ و معانی آیت ١٢٢ تا ١٢٥

﴿ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا ﴾ کیا وہ شخص جو تھا مُردہ، کُفر یا جہالت یا ضلالت کی وجہ سے ﴿ فَاَحْيَيْنٰهُ ﴾ پھر زندہ کر دیا، اسے اسلام یا علم یا ہدایت کے سبب سے۔ ﴿ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا ﴾ اور دیا ہم نے اسے نور دلیلوں کے سبب سے تا کہ حق اور باطل میں تمیز کر کے۔ ﴿ يَمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ﴾ چلتا ہے اس نور رروشنی کی وجہ سے سیدھی راہ پر۔

﴿ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اس طرف ہدایت بخشی گئی کہ نور ایمان کسی مسجد، خانقاہ گوشۂ تنہائی رحجرہ تک محدود نہیں ہے بلکہ جس کو باری تعالیٰ نے اس نور سے سرفراز فرمایا ہے وہ ہر جگہ خواہ رزم ہو یا بزم ہو لئے پھرتا ہے اور ہر مقام پر اس روشنی سے خود بھی فیض پاتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچاتا ہے روشنی تیز ہو تو دور تک روشنی پھیلی رہتی ہے روشنی کم

Marfat.com

ہوتو کم جگہ رفاصلہ کو روشن کرتی ہے مگر تاریکی پر بہر نوع غالب ہی رہتی ہے وہ ایمان ہی نہیں جو کُفر سے مرعوب ہو جاتا ہے نورِ ایمان، انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر دور میں ساتھ ساتھ رہتا ہے اور نور ایمان کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔

﴿كَذٰلِكَ﴾ جس طرح مسلمان کے دل میں ایمان کی روشنی دی راسے آراستہ نور کیا، اسی طرح ﴿زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ زینت دی گئی کافروں کے واسطے، ﴿مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ جو کچھ کرتے ہیں وہ عبادت بتوں کی ۔اس آیت میں موت سے مراد کُفر و جہالت کی تاریکی ہے اور زندگی سے مراد ہدایت اور علم ہے، نور سے مراد ایمان ہے جس کے سبب آدمی کُفر کے اندھیرے سے نجات پاتا ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نور سے مراد کتابُ اللہ ہے یعنی قرآن حکیم ہے۔ (بحوالہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن حضرت احمد رضا خانؒ) باری تعالیٰ فرماتا ہے وہ انسان جو کُفر و جہالت کے سبب موت کی آغوش میں آ گیا ہوا سے حق تعالیٰ اپنے کرم خاص سے ہدایت اور علم کی زندگی عطا کردے اور اس کارگہ ہستی اور کائنات رنگ و بُو میں اور آبگینۂ ظلمت میں اس کے پاس ایمان کی شمعِ فروزاں ہو اور قرآن کی روشنی سے اپنی منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہو تو کیا اس خوش بخت کے ساتھ وہ بد بخت بھی برابری کا دعوٰی کرنے کا مجاز ہے جو گُمراہی اور ظلمات میں سَرگرداں ہو جبکہ اُن تاریکیوں سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ اسے نہ مل رہا ہو۔

﴿كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ﴾ اس جیسا رمثل اس شخص کے جس کی کَیفیّت یہ ہے کہ وہ تاریکی راندھیرے میں پڑا ہے۔ ﴿لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا﴾ نہیں ہے نکلنے والا اس سے، خَارِجٌ، نکلنے والا، خَرُوْجٌ سے اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ﴾ ہر بستی میں۔ ﴿اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا﴾ بڑے کہ گناہ گار اس بستی کے ہیں۔ ﴿اَكٰبِرَ﴾ بہت بڑے لوگ، اکبر کی جمع ہے اسم ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿مُجْرِمِيْهَا﴾ مجرم اس کے۔ ﴿لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا﴾ تاکہ مکر کریں اس میں اور وہاں کے لوگوں کو ایمان سے باز رکھیں جس طرح کہ روساء مکّہ نے چار سمتوں رراہوں پر لوگ ٹھہرا رکھے ہیں حج کے ایام میں مناسکِ حج ادا کرنے جو کوئی آتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حال دریافت کرتا ہے تو کہہ دیتے ہیں ساحر، شاعر اور کاہن ہے اور ایسی باتیں جو چاہیں کہہ دیتے ہیں۔ ﴿يَمْكُرُوْا﴾ تاکہ وہ خفیہ تدبیریں کریں مَکْرٌ سے فعلِ مضارع جمع مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ اور یہ مکاریاں کرتے ہیں اپنی جانوں کے ساتھ، اس واسطے اُن کے مکر کا وبال انہی پر پڑنے والا ہے۔ ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ اور نہیں جانتے ہیں کہ مکر کا وبال مکر کرنے والے پر پڑتا ہے۔ ﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ﴾ اور جب آتی ہے کُفّار قریش کے پاس کوئی آیت قرآن کی یا کوئی معجزہ نبی آخر الزمان ﷺ کی نبوّت کے اثبات میں۔

﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ﴾ تو کہتے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے ہم اس آیت یا مُعجزہ پر۔ ﴿حَتّٰى نُؤْتٰى﴾ تاوقتیکہ ہمیں دیا جائے۔ ﴿مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ﴾ مانند اس چیز کے دیئے گئے ہیں ﴿رُسُلُ اللّٰهِ﴾ اللہ کے رسول کے یعنی وحی اور کتاب ہم پر بھی اُتاری جائے جس طرح رسولوں پر نازل ہوتی ہیں۔ امام ثعلبیؒ رقمطراز ہیں رُسُلُ اللّٰہ سے حضرت محمد ﷺ مراد ہیں جس طرح کے یَآ اَیُّھَا الرُّسُلُ کے لفظ کے ساتھ آپ ﷺ ہی کی طرف خطاب ہے اور یہ تعظیم کی راہ ہے۔ شرح معارف میں تحریر ہے کہ جب تک حق تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کے خصائل اور شمائل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں جمع نہیں کیے حضرت

١١٩٤٨

محمد ﷺ کو یَاَیُّھَا الرُّسُلُ کے ساتھ خطاب نہیں فرمایا چنانچہ یہ کہنا بجا ہے کہ: ع آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

''تبیان'' میں لکھا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے رسالت مآب حضرت محمد ﷺ سے کہا کہ اگر نبوّت ہے تو میں آپ سے زیادہ نبوّت کا سزاوار ہوں اس واسطے کہ میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں اور مال میں زیادہ ہوں۔(بحوالہ قرطبیؒ) باری تعالیٰ نے فرمایا نبوّت عمر اور مال سے نہیں فضل اور کمال سے ہے۔

﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ ﴾ اللہ خوب جانتا ہے۔﴿ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ کہ جس جگہ رکھے اپنی رسالت کو، یعنی اپنی رسالت ونبوّت سے کس کو سرفراز فرمائے نبوّت اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت ہے جس کا پالینا کسی کے اختیار میں نہیں! وہ خاص عطائے ربّ کریم ہے جس کو چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں۔ بقول شاعر

ع خدا کے دین کا موسیٰ (علیہ السلام) سے پوچھئے احوال ☆ کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

﴿ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ ﴾ عنقریب پہنچے گی اُن لوگوں کو۔﴿ اَجْرَمُوْا ﴾ جنہوں نے جرم کیے،﴿ اَجْرَمُوْا ﴾ انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا، اَجْرَامٌ سے فعل ماضی جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔﴿ صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ ذِلّت اللہ تعالیٰ کے پاس اور شدید ترین عذاب، لفظ صَغَارٌ کے معنی ہیں تذلیل ورُسوائی، اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حق کی مخالفت کرنے والے، معذور رؤساء مکّہ عنقریب ہی اُن کی توقیر، عزت اور تمام ترعظمت خاک میں ملنے والی ہے اور سخت عذاب میں مُبتلا ہونے والے ہیں۔''اللہ تعالیٰ کے پاس'' سے یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ روزِ قیامت یہ جب اللہ جلّ جلالہٗ کے سامنے حاضر ہوں گے تو وہ ذلیل وخوار ہو کر پیش ہوں گے اور روزِ محشر جو عذاب اُن کو ملے گا اس کا تو ابھی وہ تصوّر کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بڑے مخالفین جنہیں اپنی توقیر وعزت پر بڑا ناز تھا، ایک ایک کر کے دائرہ اسلام میں آتے گئے اور جو اپنے انجام سے بے خبر اور غافل تھے دائرہ اسلام میں آنے سے انکار کیا وہ رسوائے زمانہ ہو کر ہلاک ہوئے ابولہب اور ابوجہل اور سرداران قریش کا حال دنیا نے دیکھا اور فتح مکّہ سے ان کے عزائم خاک میں مل گئے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۲۲ تا ۱۲۵

آیت ۱۲۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو مُردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کر دیا، اِس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے یہ بات بتادی کہ کافر مُردہ ہے اور مؤمن زندہ ہے کافر کو مُردہ قرار دینا اس بات کا اظہارِ حقیقت ہے کہ وہ کفر وضلالت کی اندھیری راہ میں بھٹکتا رہتا ہے اس سے نجات پاتا ہی نہیں، لازماً اس کا انجام ہلاکت اور رُسوائی ہے اور مؤمن کی تو یہ شان ہے کہ ''گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان'' اقبال کی زبان میں۔ قلب مؤمن کو باری تعالیٰ نے ایمان کے نور سے زندہ کر دیا ہے جس سے حیاتِ جاوداں کی راہیں اُن کے لئے روشن تاباں تاباں ہو جاتی ہیں اور وہ ایمان اور ایقان اور راہِ ہدایت پاتا ہے جس کا نتیجہ نصرت وکامرانی ہے اِس مفہوم کو سمجھنے کے لئے آیت ۲۵۷، سورۃ البقرۃ پارہ ۳ تِلْكَ الرُّسُلُ کو زیرِ مطالعہ لائیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَـھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ

اہلِ ایمان کا کارساز تو خود باری تعالیٰ ہے وہ انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے ساتھی شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔

اِس آیتِ مُبارکہ میں ایمان اور کُفر کی تمثیل بیان ہوئی ہے ایمانی زندگی علم وبصیرت کی روشنی ہے اور کُفر موت کا اوہام اور تاریکی ہے

آیت ۱۲۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ امتحان اور آزمائش کے لئے ایک مرحلہ یہ بھی درپیش ہوتا ہے کہ آغازِ وجودِ عالم سے یہ سلسلہ رہا ہے کہ ہر بستی کے مقتدر رؤساء اہلِ ثروت اور دیگر بڑے لوگ حقیقت اور انجام کار سے بے خبر ہو کر عمرِ دراز کے مانگے ہوئے چار دن، جن کو آرزوں اور انتظار میں کٹ جانا ہے چند روزہ فانی زندگی کی لذّتوں میں کھو کر، مستی لیل ونہار سے سرشار ہو کر جرائم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں تو ان کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے کے لئے اور ان کے نقشِ کفِ پا سے لُطف اندوز ہو کر اُن کی نقل اُتارنے کو ہی دیگر لوگ سعادت سمجھ بیٹھے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب مشائخ اور اہلِ علم جو ان کو ان اعمال بد سے روکنے کی تلقین کرتے ہیں اور انجام آخرت سے باخبر ہونے کی طرف توجّہ دیتے ہیں تو یہ بڑے بڑے لوگ اُن کے خلاف طرح طرح کی نت نئی شرارتیں اٹھاتے، کبھی کچھ الزام تراشے اور کبھی کچھ بُہتان لگاتے ہیں، لیکن انجام کار کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ سب وبال خود انہی کی طرف پلٹتا ہے اور ان کو خود اپنے کرتوت کا بُوجھ اُٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ آیت ۱۳ سورۃ العنکبوت پارہ ۲۰ اَمَّنْ خَلَقَ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور اپنے کئے ہوئے کرتوتوں کا بوجھ تو انہیں خود ہی اُٹھانا پڑے گا اور جو کچھ افترا پردازیاں وہ کررہے ہیں اس کے بارے میں قیامت کے دن ضرور پوچھا جائے گا۔

یہ افترا پردازیاں کرنے والے، اہلِ کُفر اور داعیانِ ضلال اپنا بوجھ ہی نہیں اُٹھائیں گے بلکہ ان لوگوں کا بھی بوجھ اُن پر ہوگا جس کی کوشش اور کاوش سے وہ گُمراہی کی طرف مائل ہوئے تھے ان سب کے بارے میں اُن سے بازپُرس ہوگی۔ یہ لوگ اپنے ہی ساتھ دھوکہ کررہے ہیں اس کی اُنہیں خبر ہی نہیں! العیاذ باللہ

آیت ۱۲۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب اِن کے پاس کوئی آیت آتی تو کہا کرتے کہ ہم تو ماننے کے نہیں جب تک ہم کو بھی وہی کچھ نہ ملے جو اللہ کے رسولوں کو عطا ہوا، ذرا کُفر کے سرغنوں کا زعیم تو دیکھئے کہتے ہیں قیادت وسیادت، ثروت وامارت تو ہمارا حصّہ ہے، اگر رسالت کی بھی کوئی حقیقت ہوتی تو ہم اس کے مستحق تھے اِن مُستکبرین کو اس حقیقت کا علم نہیں کہ منصبِ رسالت کا حق دار ہر کس وناکس نہیں، یہ اعزاز باری تعالیٰ ان ہی کو نصیب ہوتا ہے جن کا چناؤ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر حکمت ومصلحت کو جانتا ہے، نبُوّت ایک عظیم مرتبت ومَنصب ہے۔ نبُوّت ورسالت سچّائی کے کلیات انسانی قُلوب پر، انسانی واقعات، مشاہداتِ انسانی، انسانی تواریخ اور عملی دنیا پر اثر انداز ہوتے ہیں اس میں انسان کی کیفیت یہ

Marfat.com

ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات سے الگ ہوجاتا ہے اور خالص اور کامل اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے۔

قریب تر ہے وہ ساعت جب مُجرم اپنی فریب کاری کی پاداش میں، ذِلّت اور عذاب سے دوچار ہوجائیں گے، کیونکہ فخر وانبساط اور افتخار کے سبب وہ قبولِ حق کے انکاری تھے اور باوجود برائیوں، گمراہیوں میں مُبتلا رہنے کے ساتھ مقامِ رسالت کی آرزو رکھتے ہیں اور چونکہ انہوں نے احیائے اسلام اور تحریک اسلامی کو فروغ دینے کے سلسلے میں سازش کا جال بچھایا اور رسولوں سے عداوت اختیار کی اور اہلِ ایمان کو ایذائیں پہنچائیں اس لئے انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔

آیت ۱۲۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ کُشادہ کردیتا ہے سینہ کشادہ کرنے سے مراد اسلام کی صداقت پر مکمل ایقان، اطمینان اور احساسِ طمانیت جو تذبذب سے دوری کا باعث ہو، اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ کردیتا ہے باری تعالیٰ جس کے سینے کو تنگ کردیتا ہے وہ توحید اور ایمان کی روشنی سے یکسر خالی ہوجاتا ہے وہ ناپاکی میں مُبتلا ہوجاتا ہے اور اس کے اندر شیطان کا تسلّط ہوجاتا ہے جو باعثِ عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہان فانی میں ہر فرد کو اختیار عقل وشعور اور آزادی دی ہے کہ وہ ہدایت پائے یا راہِ ضلالت اختیار کرے اور جس کے دل کے دریچے میں گمراہی مقدّر ہوجاتی ہے، اس کی کیفیت اظہار یوں ہوتی ہے کہ اس کی روح آسمان پر چڑھنے لگتی ہے اور اس کا احساسِ فکر قلب وذہن اس کے لئے بند ہوجاتا ہے اور صرف راہ ہدایت پانے میں قدرے مشکل کا احساس ہوتا ہے۔

آیت ۱۲۲ تا ۱۲۵ پر اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

کافر تو کُفر وگمراہی کی تاریکی میں بھٹکتا پھرتا ہے جس سے اس کا نکلنا مشکل ہے جس کا انجام ہلاکت اور بربادی ہے اور قلبِ مؤمن ایمان کی روشنی سے زندہ رہتا ہے جس سے مدارجِ زندگی کے مرحلے اور ان کی راہیں روشن ہوتی ہیں ہر بستی کے رئیس خود فریبی میں مُبتلا ہیں جس کی ان کو خبر تک نہیں ہوپاتی اُن کی شرارت اور سرکشی کا وبال اور اُن کے ہمراہ ساتھ رہنے والے کا بھی انہی پر پڑے گا۔ اگر ان کے پاس فرشتے بھی وحی لے کر آئیں اور ان کو نبوّت اور رسالت کے تاج عطا ہوجائیں تو یہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں! ان کو چالاکی اور خود فریبی کی پاداش میں رُسوائی کا عذاب ہوگا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فیصلہ کرنا کہ کسی کو نبوّت عطا کی جائے یہ کام تو باری تعالیٰ کا ہے کیونکہ ہر اَمر حکمت اور مصلحت سے وہی واقف ہے یہ تمام سخن پردازی اور مکاریاں تو محض ظاہری باتیں ہیں اصل حقیقت جو اُن کو اسلام کے قبول کرنے میں رکاوٹ ہے وہ تو کُفر اور شرک کی نجاست ہے۔ جن کے دلوں میں کُفر چھا جاتا ہے باری تعالیٰ ان کے سینے اسلام کے لئے تنگ کردیتا ہے۔

Marfat.com

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾

اور یہی آپ کے رَبّ کا سیدھا راستہ ہے ہم نے ان لوگوں کے لئے آیات/دلیلیں کُھول کُھول کر بیان کردی ہیں جو نصیحت کو قبول کرنے والے ہیں۔ (١٢٦)

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾

اُن کے لئے گوشہ سلامتی/سلامتی کا گھر ہے ربّ کے پاس اور وہ ہی ان کا مولیٰ ہے اس سبب سے وہ جو نیک عمل کیا کرتے تھے۔ (١٢٧)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

اور جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا (تو مخاطب ہو کر فرمائے گا) اے گروہ جن! تم نے انسانوں کو بہت گُمراہ کیا خوب جھانسا دیا، اور جو اُن کے ساتھی انسانوں میں سے ہوں گے اُن کا کہنا ہوگا: اے ہمارے رَبّ! ہم میں، ہر ایک نے، ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا، رخوب کام نکالا، اور ہم اپنی اس میعاد/مدت کو پہنچ گئے ہیں جو آپ نے ہمارے لئے مُعیّن کر رکھی تھی، اللہ کا ارشاد ہوگا اب آگ تمہارا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے، اس سے وہی لوگ نجات پائیں گے جیسے اللہ چاہے، بے شک آپ ﷺ کا ربّ، حکمت والا اور علم والا ہے۔ (١٢٨)

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٢٩﴾

اور ہم یونہی بعض ظالموں کو مُسلّط کردیتے ہیں بعض ظالموں پر، گویا اس طرح آخرت میں ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنادیں گے اُن کے کرتوتوں کے سبب۔ (١٢٩)

الفاظ و معانی آیت ١٢٦ تا ١٢٩

﴿ وَهٰذَا ﴾ اور یہ اسلام ہے۔ ھذا سے بقول ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اسلام کی طرف اشارہ ہے اور بقول ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿ صِرَاطُ رَبِّكَ ﴾ راہ ہے پسند کی ہوئی آپ کے رَبّ کی، یہ قرآنِ حمید یا شریعت اسلام جو آپ ﷺ کو عطا ہوئی ہے یہ راستہ آپ ﷺ کے رَبّ کا ہے یہ دستور العمل جو رسول اللہ ﷺ کو ملا اس کے ذریعہ بنی نوع انسان کی ایسی تربیت مقصود مراد ہے جو اس کی دائمی اور ابدی فلاح و صلاح کی ضامن ہو۔ ﴿ مُسْتَقِيمًا ﴾ سیدھی ہے، اس میں بھی مستقیم کو صراط کی خوبی کے طور پر لانے کے بجائے حال کے طریقہ پر ذکر کر کے اس طرف واضح اشارہ کردیا جو راستہ اللہ کا بتایا ہوا ہے اس میں سوائے مستقیم اور سیدھا راستے ہونے کے اور کوئی احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ (بحوالہ روح و بحر) ﴿ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ ﴾ بلاشبہ ہم نے بیان کی آیات قرآن کی صاف صاف۔ ﴿ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴾ اس لئے کہ اس گروہ کے لوگ نصیحت مانتے ہیں۔

﴿ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ ﴾ تو ہے بہشت ان نصیحت ماننے والوں کے لئے سلامتی کا گھر، اس میں دار کے معنیٰ گھر اور سلام

کے معنیٰ تمام آفت اور مصیبت سے سلامتی کے ہیں، یعنی جنّت وہ مقام جہاں انسان ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ اور ہر خرابی سے مامون ہوگا۔ ﴿ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ اُن کے رَبّ کے نزدیک۔ ﴿ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ ﴾ اور وہ ان کی مدد کرنے والا دنیا میں اور متولی ہے اُن کے ثواب کا عقبیٰ میں۔ ﴿ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ اس وجہ سے وہ کرتے تھے کتاب اور رسول کی تصدیق، اُن کے نیک اعمال کے سبب اللہ تعالیٰ ان کا متولی رمددگار ہوجاتا ہے اُن کے سبب ان کی تمام تر مشکلات میں آسانیاں ہوجاتی ہیں۔

﴿ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ ﴾ اے گروہ جنّات کے!۔ ﴿ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ ﴾ بے شک بہت پائے تم نے۔ ﴿ مِنَ الْإِنْسِ ﴾ آدمیوں میں سے کہ اغوا کر کے تم نے اپنا تابع کرلیا۔ ﴿ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ ﴾ اور کہیں گے دوست شیطانوں کے۔

﴿ مِنَ الْإِنْسِ ﴾ آدمیوں سے یعنی وہ لوگ جو شیطانوں کے فرمانبردار ہوئے۔ ﴿ اِسْتَكْثَرْتُمْ ﴾ تم نے بہت زیادہ، تابع رمطیع کرلیا۔ فعل ماضی جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ ﴾ اے رَبّ ہمارے فائدہ اُٹھایا، اِسْتَمْتَعَ اس نے فائدہ اُٹھایا رکام نکالا، اِسْتِمْتَاعٌ سے بمعنیٰ نفع اُٹھانا اور برتنا۔ فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ﴾ بعضوں نے ہم میں سے بعضے اوروں سے۔ ﴿ وَكَذَٰلِكَ ﴾ اور جس طرح ہم چھوڑ دیتے ہیں ہم کفّار جنّ کو اسی طرح ﴿ نُوَلِّي ﴾ ہم مسلّط کرتے ہیں نُوَلِّی ہم حاکم بنادیتے ہیں۔ ﴿ تَوْلِيَة ﴾ سے فعل مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق نُوَلِّی کا معنی تسلّط کیا ہے۔ (علامہ قرطبیؒ) "اگر ظلم سے تائب نہ ہوئے اور ظلم سے باز نہ آئے اُن پر ظلم کرنے والے مسلّط کردیئے جائیں جو اُن کو رُسوا کریں اور برباد کردیں گے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۲۶ تا ۱۲۹

آیت ۱۲۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ آپ ﷺ کے رَبّ کی راہ سیدھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی آیاتِ ربّانی میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ صاف صاف واضح کردیا ہے کہ جو نصیحت قبول کرتے ہیں یہ صحیح راستہ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا دلِ مؤمن کو اعتماد اور یقین سے بھردینے والا ہے یہ ایک بہتر انجام کی نوید ہے، یہ ہدایت راہِ حق ہے اس سے استفادہ وہی لوگ کرسکیں گے جو ان کو یاد رکھیں گے اور ان کو بھلائیں گے بھی نہیں اس لئے کہ دلِ مؤمن کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کو یاد کرتا ہے، ذکر اللہ اس کا وصفِ خاص ہے دلِ مؤمن ہمیشہ ہدایت پانے کے لئے کھلا رہتا ہے۔

آیت ۱۲۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اُن کے لئے اُن کے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا گھر ہے۔ اللہ اُن کے لئے کارساز ہے اس درست طرزِ عمل کے سبب، یا اعمالِ صالحہ اُنہوں نے اختیار کیے، جس طرح گیتی کائنات میں ایمان والے کفر وضلالت کی تاریکی سے اور کج رَوی سے اپنا دامن بچا کر ہدایت کی انعام یافتہ راہ پر ثابت قدم رہے، اب آخرت میں ان کا مقام دار السلام رگوشۂ عافیت ہے اور نیک عمل کے سبب اللہ ان کا دوست ہے۔

آیت ۱۲۸ میں بتایا جارہا ہے کہ وہ دن دھیان رکھنے کے قابل ہے یعنی اس دن پر اپنی توجہ مرکوز رکھو جس روز ان سب کو اکٹھا کیا جائے گا اور ارشاد ہوگا اے گروہ جنّات! تم نے تو انسانوں میں سے بہتوں کو اپنالیا، وہی گروہ جن سے خطاب ہے

Marfat.com

جنہوں نے اپنے پیشوا ابلیس کی فرمانبرداری قبول کی ابلیس نے ذریّت آدم کو بہکانے اور بھٹکانے کا دعویٰ کرتے ہو باری تعالیٰ سے کہنے کی جرأت کی تھی، میں سیدھی راہ پر اُن کی تاک میں رہوں گا اور اُنہیں گمراہ کروں گا اور اُن میں سے اکثر کو باری تعالیٰ اپنا شکر گزار نہ پائے گا۔ آخر کار اس طرح انسانوں نے شہوات اور معاصی میں ان سے مدد پائی اور جنّات نے انسانوں کو اپنے تابع بنالیا، انسانوں میں سے جو اُن کے ہمنوا تھے وہ کہہ گئے کہ ہم میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے سے ناجائز طور پر استفادہ کیا ہر ایک دوسرے کو دامِ فریب کا اسیر بنا کر اپنی خواہشات کی تکمیل کرتا رہا اور ہم اس مُدت میعاد پر پہنچے یعنی قیامت وقوع پذیر ہوگئی جیسے وہ دنیا میں تسلیم ہی نہیں کرتے تھے، اس کے جواب میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اب تمہارا دائمی مُستقرّ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے! کُفار کے لئے ''عذابِ النار'' دائمی ہے البتہ اللہ کُفار کو آتشِ دوزخ سے نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہے اور کوئی دوسرا روکنے والا نہیں۔ (بحوالہ ایسر التفاسیر)

آیت ١٢٩ میں بیان کیا جارہا ہے کہ بعض کافروں کو بعضوں کے قریب رکھا جائے گا اُن کے اعمال کی وجہ سے، ظلم کرنے والوں کے ساتھ، ہم یہی برتاؤ رَوا رکھتے ہیں اور ایک ظالم پر دوسرے ظالم کا تسلّط کیا کرتے ہیں یہ بات بھی مقامِ عبرت کی نشان دہی کرتی ہے کہ جنّات اور انسانوں کے مابین باہمی رابطے سے اسی طرح دوستی ہوجاتی ہے اور اس دوستی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح باری تعالیٰ اُنہیں ایک دوسرے کے لئے مددگار بنادیتا ہے، پھر ہوتا یوں ہے کہ اُن کے مزاج اور اُن کی خواہشات ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہوجاتے ہیں، اُن کے رُجحانات اور حصولِ حدف ایک سے ہوجاتے ہیں اور انجامِ کار بھی ایک جیسا ہی ہوجاتا ہے۔

آج کے دورِ جدید میں ایک عرصۂ دراز سے یہ بات ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہے کہ انسانی شیاطین مثلاً صلیبی، صہیوانی، اِشتراکی، بُت پرست اور دیگر لادینی قوّتیں، مختلف مفادات کی خاطر مختلف اداروں کے رُکن بنتے ہیں اور باہم رسمِ التفات بڑھانے کی خاطر ایک دوسرے کے ہمدم ہوتے ہیں اُن کا یہ اتحاد و اتفاق اسلام اور اسلامی تحریک کے دستور کے خلاف ہے اور یہ پوری دنیا پر موجود ہے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد دوئم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''جب اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو نیک رصالح لوگ اُن پر مسلط کردیتا ہے اور جب بُرائی مقصود ہوتی ہے تو بُرے لوگوں کا اُن پر تسلّط ہوتا ہے''۔ اس سے یہ ماحصل نکلا کہ جو قوم ظالم ہوتی ہے اُن پر جابر اور ظالم حکمران مُقرّر کردیتا ہے سو وہ ظالم کے پنجہ استبداد سے رہائی چاہے انہیں چاہئے کہ ظلم کو چھوڑ دیں۔

آیت ١٢٦ تا ١٢٩ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بتایا ہوا راستہ سیدھا راستہ ہے نصیحت پر عمل کرنے والوں کے لئے آیات رَبّانی کو وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ جس طرح دنیائے رنگ و بُو میں ایمان والوں کے لئے کُفر و ضلالت کے کج راستوں سے بچ بچ، ایمان وایقان کی صراطِ مستقیم کو اپنانا ہے آخرت میں ان کے لئے امن وسلامتی کا گھر ہے اُن کے نیک اعمال کو اپنانے کے سبب باری تعالیٰ بھی ان کا دوست ہے شیطان کی پیروی کو اختیار کرنے سے روکا گیا ہے، ظالموں کو ایک دوسرے پر مسلط کردیا جاتا ہے ان کے اعمال بد اور بُرے کرتوتوں کی وجہ سے ظالموں کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔

Marfat.com

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾

اے جنّ اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے رسول نہیں آئے، جو تم کو میری آیات راحکامات سناتے تھے اور اس دن کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے بھی تھے، وہ کہیں گے ہم اپنی گواہی خود ہی اپنے خلاف دیتے ہیں اور فریب میں مبتلا رکھا تھا اُنہیں دیناوی زندگی نے اور گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے رکہ وہ کفر کرتے رہے تھے۔ (١٣٠)

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾

یہ اس لئے کہ آپ (ﷺ) کا رَبّ بستیوں کو ظلم کے سبب تباہ نہیں کرتا جبکہ اس بستی کے لوگ رباشندے بے خبر ہوں۔ (١٣١)

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾

اور ہر شخص کا مرتبہ ردرجہ مقرّر ہے اُن کے عمل کے مطابق اور آپ (ﷺ) کا رَبّ جو بھی یہ کام کرتے ہیں اس سے بے خبر نہیں ہے۔ (١٣٢)

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾

اے حبیب! (ﷺ) آپ کا رَبّ بے نیاز رغنی ہے عنایت اُس کا شیوہ ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے رتم سب کو اُٹھالے اور تمہاری جگہ دیگر جن لوگوں کو چاہے لے آئے جسے ایک دوسری نسل راولاد سے تم کو پیدا کیا۔ (١٣٣)

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾

بلاشبہ جس کا وعدہ اے حبیب! آپ ﷺ سے کیا گیا ضرور آنے والا ہے اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے رتم باری تعالیٰ کو عاجز کرنے کی توانائی رقوت نہیں رکھتے۔ (١٣٤)

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾

اے محبوب! (ﷺ) کہہ دیجئے! اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو میں اپنا کام کرتا ہوں سو اب جلد ہی تم جان لو گے! کہ کس کے لئے ہے بہتر انجام! یعنی انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا بہر نوع یہ حقیقت ہے ظالم رحق تلفی کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔ (١٣٥)

الفاظ و معانی آیت ١٣٠ تا ١٣٥

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ اے گروہ رجماعت جنّات اور انسانوں کے۔ ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ ﴾ کیا تمہارے پاس نہیں آئے یعنی آئے۔ ﴿ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾ رسول تم میں سے، اگرچہ رسول آدمیوں کے سوا اور کسی جنس میں سے نہیں ہوئے چونکہ آدمیوں کو جنّات کے ساتھ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس جگہ جمع کیا ہے تو خطاب درست اور صحیح ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جن کی جنس میں سے جنوں پر بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) ﴿ اٰيٰتِيْ ﴾ آیتیں ہماری

Marfat.com

کتاب کی۔ ﴿ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ ﴾ اور ڈراتے تھے تمہیں۔ ﴿ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾ اس دن کے دیکھنے سے کہ روزِ قیامت ہے۔ لِـقَـاءَ ملاقات، قواعد کے مطابق اسم ہے۔ روزِ حشر یعنی قیامت برپا ہونے کے دن کا عرصہ طویل ہوگا اس میں مختلف کیفیات پیش آئیں گی، جس وقت کہ اہلِ کُفر، اہلِ ایمان کے انعامات اور اکرامات اور توقیر و عزّت و منزلت کا مقام دیکھیں گے تو وہ اپنے شرک و کُفر سے قطعی انکاری ہو جائیں گے اس احساسِ گمان اور اساس خیال سے کہ شاید کُفر اور انکار سے کچھ کام بن جائے گا پھر گویا ہوں گے۔ اللہ کی قسم! ہم تو مُشرک نہ تھے، ایسے وقت ان کے مُنہ پر مہریں ثبت ہوں گی اور اعضاء بدن اُن کے کُفر و شرک کی شہادت دیں گے۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خانؒ)

﴿ قَالُوْا ﴾ وہ کہیں گے جواب میں۔ ﴿ شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا ﴾ گواہی دیتے ہیں ہم اپنے نفسوں پر گویا اقرار ہے کہ ہم کافر تھے اور عذاب کے لائق رُمستحق ہیں۔ ﴿ شَهِدْنَا ﴾ ہم نے اقرار کیا۔ شُهُوْدٌ اور شَهَادَةٌ سے فعل ماضی جمع متکلّم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ وَغَرَّتْهُمُ ﴾ دنیاوی زندگی نے اُن کو بہکایا غُرُوْرٌ فعل ماضی واحد مؤنث غائب۔ هُم ضمیر جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ اور حال یہ ہے کہ فریب دیا تھا زندگانی دنیا نے یہاں تک کہ اُنہیں بھول میں ڈال رکھا ہے، اُنہوں نے دُنیاوی لذّت اور کائنات گیتی کے لیل و نہار کو ہی مقصودِ زندگی سمجھ رکھا ہے آخرت کی اُنہیں قطعی فکر نہ رہی۔ ﴿ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ ﴾ نہیں ہے تمہارا ربّ۔

﴿ مُهْلِكَ الْقُرٰى ﴾ ہلاک کرنے والا دیہات اور شہروں کے رہنے والوں کو۔ ﴿ بِظُلْمٍ ﴾ بسبب اس ظُلم کے جو وہ کرتے ہیں۔ ﴿ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴾ اور حال یہ ہو کہ گاؤں اور شہر والے غافل ہوں یعنی کوئی پیغمبر اُن کے پاس نہ آیا ہو اور اُنہیں خدا اور قیامت کی خبر نہ دی ہو۔

﴿ غٰفِلُوْنَ ﴾ غفلت کرنے والے بے خبر ہونے والے۔ غَـافِلٌ اس کا واحد ہے، اسم فاعل ہے قواعد کے مطابق جب کسی بستی والے کسی گُمراہی میں پھنس جاتے ہیں اور لوگ فسق و فُجور میں پڑ جاتے ہیں تو اچانک اُن پر عذاب باری تعالیٰ نہیں آتا، پہلے اللہ تعالیٰ کا پیام پہنچانے والے بھیجے جاتے ہیں جو ان کو تعلیم دیتے ہیں بدکاری اور گُمراہی سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہیں، اگر مسلسل تنبیہ کے بعد بھی وہ لوگ باز نہیں آتے اپنی کج روی سے تو عذاب نازل ہوتا ہے پھر تو اُنہیں تباہی اور ہلاکت آگھیرتی ہے۔ ﴿ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ﴾ اور آپ کا ربّ بے نیاز ہے بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے مطیعوں کی اطاعت سے اور مہربان ہے مجرموں اور عاصیوں پر۔ (بحوالہ از تفسیر قادری)

﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ ﴾ اگر چاہے ربّ جلیل تو تم سب کو لے جائے یہ اہلِ مکّہ کو وعید ہے، لے جانے سے مُراد ایسا فنا کر دینا ہے کہ نام و نشان تک مٹ جائے۔ ﴿ وَيَسْتَخْلِفْ ﴾ اور خلیفہ اور جانشین تمہارا کر دے۔ ﴿ يَسْتَخْلِفْ ﴾ جانشین بنا دے گا۔ اِستِخلَاف سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ مِنْۢ بَعْدِكُمْ ﴾ پیچھے تمہارے رُتمہارے بعد۔ ﴿ مَا يَشَآءُ ﴾ جیسے چاہے اپنی مخلوق میں سے۔ ﴿ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ ﴾ جیسے پیدا کیا تھا تمہیں۔

Marfat.com

﴿ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴾ دوسری قوم/ذرّیت اولاد سے۔ اس کا مفہوم یوں سمجھئے کہ اللہ اگر چاہے تو تمہیں فنا کی منزل تک پہنچا دے اور تمہارا نام ونشان تک باقی نہ رہے جیسے تمہارے آباؤ اجداد کو دنیا سے رُخصت کرنے کے بعد تمہیں ان کا جانشین نامزد کردیا۔ ﴿ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ﴾ بے شک جو وعدہ کیا گیا ہے تم سے قیامت کا، وہ پورا ہونے والا ہے اور آنے والا ہے یعنی قیامت وقوع پذیر ہوکر رہے گی۔

﴿ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے اپنے بعث اور حشر میں یعنی تم سب مل کر بھی اللہ کے عذاب کو نہیں ٹال سکتے۔ ﴿ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ عاجز کرنے والے، اسم فاعل جمع مذکر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا ﴾ اے محمد! ﷺ کہہ دیجئے اے میری قوم عمل کرو/اس سے مُراد کُفارِ قریش ہیں۔ ﴿ عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ﴾ کہ تم اپنے حال پر رہو/تم اپنے عقیدہ اور اعتقاد کے مطابق عمل کرتے رہو۔ ﴿ اِنِّىْ عَامِلٌ ﴾ میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ تحمل اور بُردباری کے ساتھ۔

﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ بس قریب ہے کہ جانو تم۔ ﴿ مَنْ تَكُوْنُ ﴾ اس شخص کو کہ ہوگی۔ ﴿ عَاقِبَةُ الدَّارِ ﴾ اس کے واسطے عاقبت اچھی ہے آخرت میں۔ تفسیر ابنِ کثیر میں لطیف اشارہ یہ بتایا گیا کہ اس مقام پر ﴿ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ﴾ کہ کس کا ہوگا اس کے لئے آخرت کا گھر فرمایا گیا ﴿ عاقبة الدار الأخرة ﴾ نہیں فرمایا اس سے اس بات کا احساسِ علم ہوتا ہے کہ ''دارِ آخرت'' سے قبل دارِ دنیا میں نتیجہ کامرانی اور بھلائی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ہی ملتا ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ اور صحابہٴ کرام ﷺ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے اور حالات بتا رہے ہیں کہ عرصہ قلیل ہی میں تمام قوتِ اقتدار رکھنے والے مُخالف اُن کے سامنے رُسوا ہوئے۔

﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ بلاشبہ نہ چھٹکارہ پائیں گے ظالم، یعنی کافر ''کشف الاسرار'' میں تحریر ہے کہ ''ایسی جلدی میں جان لو! کہ دنیا کا حال کہاں پہنچتا ہے، دولت فلاح کسے پہنچتی ہے'' اور دیکھو تو سہی شکستہ دل فقیروں کو بزرگی اور رحمت کے گھر میں کیونکر بلائیں گے اور اقبال مند سرداروں کو ندامت سے قید خانہ میں کس طرح رکھا جائے گا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۳۰ تا ۱۳۵

آیت ۱۳۰ میں اظہارِ بیان ہے اس طور پر کہ گروہ جنّات اور انسانوں سے خطاب ہے: کیا تمہارے پاس باری تعالیٰ کی آیات بیان کرنے، بتانے اور تمہیں اِس دن یعنی قیامت کی ملاقات سے آگاہ کرنے، تم میں سے رسول نہیں آئے تو وہ کہنے پر آمادہ ہوں گے کہ ہم خود ہی اپنے ہی خلاف گواہ ہیں کہ ہم کو نیرنگیٔ دنیائے رنگ وبُو نے دھوکے میں ڈال رکھا، بلاشبہ وہ کافر تھے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے ایمان والوں کو اور قیامت تک آنے والے مؤمنین مؤمنات کو نوید سنائی جارہی ہے کہ جن وانس کہ اس انجام کار پر تمہارے لئے یہ سبق ہے کہ یہ مخلوق جو دوزخ کی آگ کی طرف مُبتلا ہونے جارہی ہے اِس منظر اور پسِ منظر تو یہ دکھائی دے رہا ہے کہ وہ اپنے خلاف جُرم کا اقرار کررہے ہیں، رسول آئے تھے اُنہوں نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی آیات/ہدایات ہمیں سنائی تھیں انجامِ بد سے ہمیں خبردار بھی کردیا گیا لیکن کافروں نے اُس کو جھٹلایا اور ان پر ایمان نہیں لائے دنیا کی لذّت رنگ وبو نے اُنہیں آخرت سے غافل کردیا، اُنہیں ذرا بھی اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

حضور پیش ہونا ہے جو ذرّہ ذرّہ کا حساب لے گا۔

آیت ۱۳۱ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ انعام کا یہ تقاضا ہے کہ باری تعالیٰ بستی والوں کو شرک کُفر اور نافرمانی پر اس وقت سزا کا مستحق قرار نہیں دیتا جب تک رسولوں کے ذریعہ اپنا پیغام نہ بھیج دے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وخرد کی صلاحیت اور قوّت ادراک دے کر ایک امتیاز بخشا اس کے بعد بھی انسان کو اِن قوتوں کے فساد سے بچانے کے لئے رسولوں کا نزُول ہوا، یہی سبب ہے کہ باری تعالیٰ تب بھی لوگوں کو عذاب میں مُبتلا کرتا ہے، جب انبیائے کرام کی دعوت ایمان وآگہی کسی تک پہنچ جائے اور ان پر اتمام حجت ہو جائے جیسے آیت سورۂ فاطر پارہ ۲۲ وَمَنْ يَّقْنُتْ میں ارشادِ ربّی ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾

بے شک اے حبیب (ﷺ)! ہم نے ہی آپ کو حق دے کر خوش خبری سنانے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی اُمت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرسنانے والا نہ آچکا ہو۔

اِس گُفتگو کی روشنی میں دلیل کے ساتھ یہ بات بتائی جاسکتی ہے کہ رسول بھیجے جاتے ہیں وہ اُنہیں پیام دیتے ہیں، ہدایت کرتے ہیں حجتیں قائم کرتے ہیں اس پر بھی لوگ راہِ سرکشی اختیار کرتے ہیں تب ہلاک کئے جاتے ہیں۔

آیت ۱۳۲ میں بیان کیا جارہا ہے کہ ہر ایک کے لئے عمل کے لحاظ سے دَرجات کا تعیّن کیا جاتا ہے، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ لوگوں کے اعمال اور افعال سے بے خبر نہیں ہے ہر انسان اور جنّ کے اپنے عمل کے لحاظ سے مرتبے ہیں گویا نیکی اور بدی کے درجات ہیں اور عمل کی اساس پر ہی ثواب اور عذاب ہوگا گویا اس سے یہ پتہ چلا کہ جنّات بھی انسانوں کی طرح اہلِ بہشت ہوں گے اور جہنمی / دوزخ کی آگ میں ہوں گے۔

آیت ۱۳۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ بندوں کے کُفر وایمان سے بے نیاز ہے اللہ اپنی شانِ غنا کے ساتھ اپنی تمام تر پیدا کردہ مخلوق پر رحم کرنے والا ہے اگر انسان سیدھے راستے پر چلے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں، سابقہ قوموں کو اللہ نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو لایا گیا بھلا دوسری نئی قوم کا لانا اللہ کے لئے کیا مشکل ہے۔ آیت ۲۰ سورۂ ابراہیم پارہ ۱۳ وَمَآ اُبَرِّئُ میں حکم باری تعالیٰ ہے ”وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ“ ”اللہ پر یہ کام کوئی مشکل نہیں!“ آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہیں اللہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ جب چاہے ہمیں بھی نیست ونابود کردے اور ہماری جگہ جس کو چاہے لے آئے، ہمارے لئے فکر اور وہم وگُمان آگیا کسی کی پناہ لے کر اس سزا سے محفوظ ہو جائیں تو یہ خیال باطل کی حماقت ہے اللہ چاہے تو سب مخلوق کو بے نام ونشان کردے، فنا کردے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے آیت ۱۹ سورۂ ابراہیم پارہ نمبر ۱۳ وَمَآ اُبَرِّئُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٩﴾

کیا آپ ﷺ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ تخلیق کیا، اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کردے اور نئی مخلوق لے آئے۔

آیت ۱۳۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ یقینی طور پر آنے والی ہے یعنی قیامت یا مرنے کے بعد اُٹھنا یا حساب ثواب اور عذاب کا، قیامت کے برپا ہونے کے بعد انسان کو از سرِ نو زندہ کیا جائے گا اور وہ اللہ کے حضور آخری فیصلے کے لئے حاضر ہوں گے اور تم کو اس بات کا اختیار نہیں کہ عاجز کر سکو، "تم عاجز نہیں کر سکتے" کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تمہیں دوبارہ تخلیق / پیدا کرنے پر قادر ہے جبکہ تم تہہِ خاک ہو کر ریزہ ریزہ ہو چکے ہو۔

آیت ۱۳۵ میں بتانا یہ مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کو دعوتِ توحید اور ایمان میں متواتر، منہمک رہے، اور تیرہ سال کی دعوتِ تبلیغ کے بعد، دینِ اسلام کی بقا اور سر بلندی کے لئے ہجرت پر مجبور ہو گئے، باری تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! اعلان کر دیجئے کہ اب میرا اور تمہارا فیصلہ اللہ کے دائرہ اختیار میں ہے تم ایمان نہ لا کر اپنے عمل کا انجام دیکھ لو گے تم اپنے طریقہ کار کو اپنائے رکھو، میں اپنے ضابطہ عمل پر گامزن رہوں گا یہ اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ قانون ہے کہ وہ ظلم کرنے والوں کو داعیِ حق کے مقابلے میں کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار نہیں کرتا ہے صداقت اور سچائی کی حقیقت تم پر آشکار ہو جائے گی عرصۂ قلیل میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ۸ھ میں سچ ثابت ہوا اور فتح مکہ کی نوید کے بعد دنیا نے اپنی نظروں سے دیکھ لیا ظالم کافروں کا کیا انجام ہوا۔ اسی مفہوم کی ترجمانی آیت ۱۲۱۔۱۲۲ سورۂ ہود پارہ ۱۲ وَمَامِنْ دَآبَّةٍ میں ثابت ہوئی ہے ارشادِ ربی ہے:

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور کافروں سے کہہ دیجئے! تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنا کام کرتے ہیں اور تم بھی راہِ انتظار دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں۔

بتایا جا رہا ہے کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ حُسنِ انجام کس کا حصّہ بنتا ہے اور اس بات کا بھی پتہ چل ہی جائے گا کہ ظلم کرنے والے کامیاب ہونے کے نہیں، چنانچہ جلدی ہی وعدہ پورا ہوا، اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا کیا اور عرب میں اسلام کے نور کی شمع فروزاں ہوئی چنانچہ کہنے کی اجازت دیجئے ظفر علی خان کی زبان میں:

ع وہ شمع اُجالا کس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں

آیت ۱۳۰ تا ۱۳۵ کے اَہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اچھی طرح جان جایئے! رسالت و نبوّت کے سلسلے میں جنات انسانوں کے ہی مطیع ہیں ورنہ گروہ جن میں الگ نبی نہیں آئے یہ تو ہوا ہے کہ رسولوں کا پیامِ حق پہنچانے والے جنّات میں ہوتے رہے ہے جو اپنی قوم کے جنّات کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوتِ حق دیتے رہے ہیں اور دیتے ہیں، یہ بات ذہن میں رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت بہر نوع تمام جنّات اور انسانوں کے لئے ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

باری تعالیٰ کسی قوم کو ابتلائے کُفر و شرک کے باعث عذاب نہیں دیتا جب تک سزا کا مستحق قرار دینے سے پہلے اس دن سے آگاہ کیا جاتا ہے تا کہ توبہ اور اصلاح کی طرف آنا چاہیں تو درِ توبہ کھلا ہوا ہے اور اصلاح کے راستے بھی کھلے ہیں۔

ہر ایک کو اعمال کے بدلے میں درجات ملیں گے، باری تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے قطعی بے خبر نہیں! قیامت کے برپا ہونے کا وعدہ ہے قیامت بے شک آنے والی ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

اور اللہ تعالیٰ نے جو مویشی، کھیت/فصل پیدا کی، اس میں سے انہوں نے ایک حصّہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا/ٹھہرایا اور کہتے ہیں اُن کے خیال میں یہ اللہ کا ہے۔ اور یہ ہمارے شریکوں کا/باطل معبودوں کا، پس وہ حصّہ جو اُن کے شریکوں/معبودوں کا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا، اور "جو حصّہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اُن کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے/اللہ کا حصّہ اپنے معبودوں کی نذر و نیاز میں ڈالتے ہیں کیسے کیسے/کیا ہی بُرے فیصلے کرتے ہیں یہ لوگ!۔ (۱۳۶)

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

اور یوں ہی بہت سے مُشرکوں کے خیال میں، ان کے شریک داروں نے اپنی اولاد کو قتل کرنے کو خوش نما/مستحسن بنا رکھا ہے تا کہ ہلاک کر ڈالیں اُن کو/تا کہ برباد کر ڈالیں اور ان کا دین بھی اُن پر مشکوک/مشتبہ کر دیں، اللہ چاہتا تو وہ نہیں ایسا کرتے، لہٰذا انہیں چھوڑیئے جو افترا/بُہتان وہ باندھتے ہیں۔ (۱۳۷)

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور وہ کہتے ہیں مویشی اور کھیتی رُکی ہوئی ہے/ممنوع ہے اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں، حالانکہ یہ پابندی اُن کی خود عائد کردہ/بنائی ہوئی/گھڑی ہوئی ہے، اپنے جُھوٹے خیال سے بعض چوپائے/مویشی پر سواری اور بار برداری کو حرام ٹھہرایا، اور جانوروں کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے، یہ سب کچھ اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر ہے۔ یہ سب بناوٹی اور چھوٹی باتیں ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے گا جو افتراء وہ کرتے ہیں۔ (۱۳۸)

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۗ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

اور وہ گویا بولے، جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ تو مخصوص صرف ہمارے مردوں کے لئے ہے اور حرام ہے ہماری عورتوں/بیویوں پر، اور مرا ہوا نکلے تو سب اس میں عورت مرد حصّہ دار ہیں، اللہ جلد ہی اُن کو ان کی باتوں کا بدلہ دے گا، بے شک وہ حکمت والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔ (۱۳۹)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۗ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

اور بہت ہی نقصان/گھاٹے میں رہے وہ، جنہوں نے جہالت، حماقت اور بے وقوفی کے سبب اپنی اولاد کو قتل کیا، اور جو کچھ حلال رزق اللہ نے انہیں عطا کیا، اللہ پر بُہتان باندھ کر، حرام ٹھہرالیا، بلاشبہ وہ بھٹک گئے، گمراہ ہوئے، بہکے اور راہ ہدایت نہ پائی۔ (۱۴۰)

الفاظ و معنی آیت ١٣٦ تا ١٤٠

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ﴾ اور اُنہوں نے مقرّر کیا، ٹھہرایا اللہ کے واسطے۔ ﴿مِمَّا﴾ اُس چیز سے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ ﴿الْحَرْثِ﴾ کھیتوں ﴿وَالْاَنْعَامِ﴾ اور چوپائیوں میں سے۔ ﴿نَصِيْبًا﴾ ایک حصّہ بتوں کے لئے۔

﴿فَقَالُوْا﴾ پھر کہا اُنہوں نے۔ ﴿هٰذَا لِلّٰهِ﴾ یہ حصّہ اللہ کے واسطے ہے۔ ﴿بِزَعْمِهِمْ﴾ ساتھ دعویٰ باطل اور جھوٹ بات کے، یعنی اپنے گمان کے ساتھ۔ ﴿وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا﴾ یہ دوسرا حصّہ شریکوں کے واسطے گویا اُن کے واسطے، جنہیں ہم نے اللہ کا شریک بنایا ہے۔ ﴿بِزَعْمِهِمْ﴾ اُن کا خیال/گمان زَعَمَ، یَزْعُمُ کا مصدر ہے۔ اِسم ہے قواعد کے مطابق۔

ذرا عرب مشرکین کی جہالت اور نادانی تو دیکھئے! وہ کھیت جسے باری تعالیٰ نے فصل اُگا کر سبزہ زار بنایا اور وہ جانور جسے اللہ نے پیدا کیا ان میں سے کچھ حصّہ اللہ کے نام پر مختص کرتے اور اس کو غرباء مساکین اور مہمانوں پر صرف کرتے اور کچھ حصّہ بُتوں کے نام کا مختص کرتے/نکالتے اور صنم خانوں کے پجاریوں پر اس کو خرچ کرتے، مزید حماقت تو دیکھئے اللہ کے نام کا حصّہ فصل زیادہ ہوتی اور جانور تندرست ہوتا تو اسے بُتوں کے کھاتے میں ڈال دیتے، اگر بُتوں کا حصّہ زیادہ ہوتا تو اس کو اللہ کے نام پر خرچ نہ کرتے، ایسی جاہلیت کو کیا نام دیا جائے اس سے بڑھ کر بھی کوئی حماقت ہوسکتی ہے۔

﴿سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ بُرا حکم ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ﴿لِيُرْدُوْهُمْ﴾ تاکہ ہلاک کریں اُنہیں یعنی گُمراہ کریں۔

﴿لِيَلْبِسُوْا﴾ تاکہ خلط ملط کریں۔ ﴿دِيْنَهُمْ﴾ اُن کے دین کو۔

ایامِ جاہلیّت کے عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا اتّباع کرنے والا، مانتے اور سمجھتے۔ اُن کا یہ خیال تھا کہ جس مذہب کو وہ اپنائے ہوئے ہیں وہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے لیکن جو دین کی باتیں اُنہوں نے سیّدنا ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے سیکھیں تھیں اس میں بعد میں آنے والے پیشوا اور مختلف لوگ عقائد اور رسوم باطلہ کا اضافہ کرتے چلے گئے یہی وجہ ہے کہ عرب کے باشندوں کے لئے تمام تر دین مشتبہ سا بن کر رہ گیا۔

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ اگر اللہ چاہتا تو۔ ﴿مَا فَعَلُوْهُ﴾ نہ کرتے مُشرک ایسا، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی تو تمام لوگوں کو راہِ ہدایت/راہِ راست پر چلنے کی ہدایت کر دیتا اور وہ ہدایت پانے پر مجبور ہوجاتے لیکن شانِ کریمی کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے ارادہ اور اپنے ذاتی اختیار سے حق کو پاتے یا حق پانے کی توفیق سے محروم ہوجائے۔

﴿وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ﴾ اور کہتے ہیں وہ کہ ہمارے معبودوں کا یہ حصّہ جانور اور کھیت حرام ہیں۔

﴿حِجْرٌ﴾ ممنوع جس کا احاطہ پتھروں سے چُنا گیا وہ حجر کہلاتا ہے۔ قومِ ثمود کی آبادیاں چونکہ پتھروں کو کاٹ/تراش کر بنائی گئی تھیں اسی لئے حجر کہلائیں۔ ﴿وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ﴾ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یعنی بحیرہ اور سائبہ میں جو بچہ/دودھ ہے۔ ﴿خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا﴾ پاک اور حلال ہے ہمارے مردوں کے لئے۔

﴿وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا﴾ اور حرام کیا گیا ہے ہمارے عورتوں/بیویوں کے لئے۔ ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ﴾ بے شک نقصان کیا ان لوگوں نے۔

Marfat.com

﴿ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ ﴾ انہوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ ﴿ سَفَهًا ﴾ بیوقوفی سے۔ ﴿ سَفَهًا ﴾ نادانی، حماقت، سَفِہ یَسْفَهُ' کا مَصدر رہے اِسم ہے قواعد کے مطابق۔ معالم میں تحریر ہے کہ ''ربیعہ، مضر اور بعضے عرب اپنی بیٹیوں کو قبر میں زندہ دفن کر دیتے کہ اگر لڑکیاں بڑی ہوں تو بہت سا جہیز اور شادی کا ضروری اسباب چاہئے'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُنہوں نے اولاد کو قتل کیا نادانی سے، یہ ایک عام اور مطلق خسارہ ہے دنیا اور عقبیٰ آخرت کا خسارہ ہے، ان کا اپنا نقصان ہے، آنے والی نسل کا بھی خسارہ ہے یوں کہیے اُن کا فکری نقصان ہے، اُن کا رُوحانی خسارہ ہے اور تو اور اُن کی حریت کا خسارہ ہے، شانِ کریمی تو دیکھئے باری تعالیٰ نے تو انسانوں کی طوقِ غلامی سے اُنہیں چھڑایا اور اللہ نے اپنی اطاعت اور بندگی کے لئے چُن لیا، اور اپنی غلامی میں داخل کرلیا لیکن اُف! ان کی بے چارگی! خود اپنے آپ اپنے جیسے بندوں کی غلامی دوبارہ اختیار کرلی۔

﴿ قَدْ ضَلُّوْا ﴾ پس کھو گئے راہِ ضلالت میں۔ ﴿ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ اور نہیں ہیں وہ راہِ حق پانے والے گویا اُنہوں نے گمراہی کی راہ اختیار کرلی اور ہدایت کے راستے کو ترک کر دیا زہے بدنصیبی اُن کی!۔

تشریح وتوضیحات آیت ١٣٦ تا ١٤٠

آیت ١٣٦ میں بتایا جا رہا ہے کہ مُشرکوں کے عقیدہ وعمل کا طرزِ عمل یہ ہے کہ اللہ کے حقوق میں فرضی / باطل معبودوں کو بھی شریک کرلیا تھا، زمینی پیداوار (Agriculture Product (Animal Hus bandary اور مال اور جانوروں / مویشیوں میں سے کچھ حصّہ اللہ کے لئے اور کچھ حصّہ اُن کے گمان کے مطابق اُن کے شرکاء کا ہے، اللہ کے نام کے حصّے کو فقراء، مساکین، مہمانوں اور صلہ رحمی پر صرف کرتے اور ستم بالائے ستم دیکھئے اپنے باطل معبودوں / بُتوں کے حصّے کو پوجاریوں کی ضرورت پر صرف کرتے اگر بُتوں کے حصّے میں کمی ہوجاتی تو اس کی تلافی کے لئے اللہ ﷻ کے مختص حصّے سے کر دیتے گویا باطل معبود کی توقیر اور ناز برداری اور معبود برحق کی ناقدری اُن کے مذہب کا طریقہ عمل تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''جب وہ غلّہ لے آتے تو اسے ڈھیر بنا لیتے اس میں سے ایک حصّہ / جز واللہ تعالیٰ کے لئے نکال لیتے اور ایک حصّہ بُتوں کے لئے ہوتا جب تیز وتند ہوا چلتی اور اناج کے دانے بُتوں کے حصّے سے اُڑ کر اللہ تعالیٰ کے حصّے میں مل جاتے، تو یہ اس حصّے سے اُن کو الگ کر کے پھر بُتوں کے حصّے میں ملا دیتے اور اگر اللہ تعالیٰ کے حصّے کی طرف ہوا کا رُخ تیز تر ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کے حصّے میں سے دانے، بُتوں کے ڈھیر میں شامل ہوتے، تو انہیں اس طرح چھوڑ دیتے۔ اسی کے بارے میں آیت اُتری'' (بحوالہ تفسیر فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

﴿ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ کتنا بُرا فیصلہ ہے جو یہ کیا کرتے ہیں، ابن جریر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں ''یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بُرے فیصلے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے جو فیصلہ کیا وہ نہایت ہی غلط فیصلہ تھا یہ امر اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو ان بُتوں کے مساوی قرار دیتے ہیں جو نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔'' (بحوالہ تفسیر ابن جریرؒ)

آیت ١٣٧ میں اظہار بیان ہے کہ یونہی شرک کرنے والوں کی نگاہ میں، اُن کے شریک کاروں نے، یہاں شریکوں

سے مُراد وہ شیاطین جنّ وانس ہیں جن کی تابعداری کے شوق میں اہلِ شرک نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے گریز کیا اور گناہ سَرزد کرنے کو بھی گوارہ کرلیا اور اس قدر جَاہلیّت کے رُسوم کو اپنالیا اور ایسے فسادِ عقل وشعور میں پھنس گئے کہ اولاد کو قتل کرنا اچھا سمجھنے لگے، اپنی معصوم بچیوں کو زندہ دَرگور کرنے اور بتوں کی بھینٹ چڑھانے کی طرف مائل ہوگئے، گویا دین میں شرک کی آمیزش کے مُرتکب ہوئے بسا اوقات ایسا بھی کرتے وہ اولاد کو بطور نذر ہلاک کرتے تھے جس طرح حضرت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو ایسے دس بیٹے بخشے جواُن کے لئے دست وبازو بنیں تو وہ اُن میں سے ایک کو قربان کریں گے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد٢ از سید قطب شہیدؒ)

قرآنِ حمید نے دورِ جَاہلیّت کے مسائل کے حل کو آسان کرنے کے لئے اِس حقیقت کو واضح کردیا ہے کہ یہ تمام شیاطین اور ان کے دستِ راست رساتھی اللہ تعالیٰ کے دائرہ اختیار اور قدرت میں ہیں وہ جو کچھ کررہے ہیں اپنی قدرت سے نہیں کررہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مُہلت دے رکھی ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے، اللہ تعالیٰ کی رضا تو اس بات کی متقاضی ہے کہ جو جس راہ کو اپنانا چاہتا ہے اُسے کرنے کا موقع فراہم کیا جائے اگر یہ اپنی افتراء پردازی پر مصر ہیں اور سمجھانے سے نہیں سمجھتے جو کچھ غلط باتیں بنارہے ہیں جو کچھ کرنا پسند کرتے ہیں انہیں کرنے دیا جائے، انہیں یونہی رہنے دیجئے!۔

آیت ١٣٨ ر میں بتایا جارہا ہے کہ یہ لوگ بھی ازخود بعض چیزوں کو حلال جانتے ہیں اور بعض کو حرام قرار دیتے ہیں حالانکہ ان جاہلوں کو اس بات کا پتہ ہی نہیں کہ باری تعالیٰ نے ان لوگوں کو قانون وضع کرنے کے اختیارات نہیں دیئے تھے یہ اپنے گُمان وتصوّر کے مطابق کہا کرتے ہیں یہ مویشی اور کھیت محفوظ ہیں جن کو استعمال میں لانا ہر شخص کے لئے جائز نہیں، انہوں نے اپنی فصلوں کے ایک حصّے کو اور بعض قسم کے جانوروں کو اپنے باطل معبودوں کے لئے مختص کررکھا ہے ان باطل حقائق کی تین اشکال ہیں

١)......پہلی نوعیت تو یہ ہے کہ یہ مویشی اور کھیت کی فصل ر پیداواری صَلاحیت Produce and product cultivation کا استعمال ممنوع ہے اس کو صرف وہی کھاتے ہیں جسے ہم اجازت دیں اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ یہ اجازت بُتوں کے پوجاری کے لئے مخصوص ہے۔

٢)......دوسری صورت یہ ہے کہ جن جانوروں کو بتوں کے نام پر وقف کردیا ہے اُن سے سواری اور باربرداری کا کام نہ لیا جائے جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ۔

٣)......تیسری صورت یہ کہ ذبیحہ کے وقت اللہ کا نام نہ لیتے صرف اپنے بُتوں کا نام لیتے، بعض مُفسّرین نے لکھا ہے ''ان پر سوار ہوکر حج کرنا ممنوع تھا'' (بحوالہ تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

علّامہ ابنِ جریرؒ افترا علی اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''ان لوگوں نے بعض چیزوں کو حرام قرار دے کر اور پھر یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت ہے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے، اللہ پر جھوٹ بولا ہے'' اِس آیت میں باری تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے رسول اللہ ﷺ اور جملہ مؤمنین کو یہ نوید دی کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں'' (بحوالہ تفسیر ابن جریر) وہ لوگ سزا کے

Marfat.com

مستحق ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

آیت ۱۳۹ رمیں اظہارِ بیان ہے کہ اِن لوگوں نے ایک اور بات باطل اوہام کی اپنالی، بحیرہ اور سائبہ مویشیوں کے ذبح کرنے پر اگر زندہ بچہ نکلے وہ مردوں کے لئے مخصوص ہے اور عورتوں کے لئے اس کا کھانا حرام ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر یہ جانور مردہ حالت میں پیدا ہوا تو سب کھا سکتے ہیں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے جو یہ غلط بیانی کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ پر بُہتان تراش رہے ہیں باری تعالیٰ عنقریب انہیں سزا دے گا باری تعالیٰ اپنے فیصلوں پر حاکم ہے اور سب باتوں کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔

آیت ۱۴۰ رمیں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ واقعی خسارے سے دوچار ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے جہالت اور محض حماقت کی بناء پر اپنی اولاد کو قتل کیا اور ان ظالموں نے قتل اولاد جیسے قبیح اور وحشیانہ طرزِ عمل کی رسم گمراہی کو اپنایا اور جنہوں نے باری تعالیٰ کے عطا کردہ نعمتِ رزق کو بلا وجہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حرام قرار دے دیا ہے جنہوں نے دینِ مبین میں اپنی طرف سے باطل باتوں کو رسم و رواج کا نام دے کر گمراہی کی طرف رُخ اختیار کیا، عہد گم گشتہ کی تصویر تو دیکھئے، اس میں باطل اوہام اور فرسودہ رسموں کے سوا کیا رکھا ہے اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ بلا وجہ گیتی کائنات کی نیرنگی میں کھو کر اپنی نسل اور اموال سے محروم ہو گئے اور طرفہ تماشا یہ کہ بد اخلاقی و جہل میں شہرت پائی جگر مراد آبادی کی زبان میں:

ع جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے

نہ عقل سے کام لیا نہ شعور آگہی کو پہچان سکے نہ شرعی معاملات کو سمجھ سکے، بھلا سیدھی راہ ہدایت پاتے تو کیسے؟ بالآخر یہ گمراہ ہوئے اور ہدایت پانے والے نہ بنے، آخرت کا عذاب مول لیا۔

آیت ۱۳۶ تا ۱۴۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

بہت سے مُشرک تو اس خیال کے قائل تھے اُن کے باطل معبودوں نے اُن کی اولاد کے قتل کو ایک اچھا طرز سمجھا ہے اس عمل سے دین میں شرک کی آمیزیں کردیں مُشرکین کی انتہائی جہالت کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ ان کو اندیشہ خوف یہ تھا کہ کہاں سے ان کو کھلانے کا انتظام ہوگا! بدنصیبی کی یہ انتہا کہ حقیقی اولاد کو قتل کردیا جاتا، شاید یہ رسم شیطان نے سنتِ ابراہیم خلیل اللہ کے جواب میں سمجھائی ہوگی۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی از مولانا محمود الحسن عثمانیؒ)

یہود میں عرصہ دراز تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت کے جاری وساری رہی، ذرا غور تو کیجئے سنتِ ابراہیمی کہاں! اور حماقتِ جہل کہاں! جہالت کی ایک رسم تھی یہ جانور اور اس کھیت کی پیداوار کا استعمال نہیں ہونا چاہئے، دوسری جہالت کا یہ اندازہ کہ وہ مختلف بُتوں کو اپنے بُتوں کے نام سے منسوب کر کے چھوڑ دیتے یا ان سے سواری کا کام نہ لیتے۔ تیسری جہالت کا یہ اصول کہ وہ ذبیحہ کے وقت اپنے بُتوں کا ہی نام لیتے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے۔ بعض مُفسّرین کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان جانوروں پر بیٹھ کر سفرِ حج نہ کرتے۔

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ
مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ
وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ
اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ
لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾

اور وہی ہے جس نے پیدا کئے ہیں باغ، جس کی بیل منڈیروں / بلندی پر چڑھائی جاتی ہے اور کچھ اس کے بغیر ہیں جو چھپروں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کچھ کھجور اور کھیتیاں اُگائیں جن کا ذائقہ الگ الگ ہے اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے متشابہ ہوتے ہیں مگر کبھی مزے میں مختلف، کھاؤ اس کا پھل، جب پھل آجائے اور اس کا حق جو واجب ہے ادا کردو جس دن وہ کاٹا جائے اور فضول خرچی مت کرو۔ حد سے تجاوز مت کرو، اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۱۴۱)

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾

اور کچھ مویشی تو ایسے ہیں جو بوجھ اُٹھاتے ہیں اور بعض زمین پر لٹا کر ذبح کرنے والے، اس میں سے کھاؤ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور شیطان کی قدم بقدم پیروی مت کرو! یقینی طور پر وہ تمہارا صریحاً دشمن ہے۔ (۱۴۲)

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ
قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ
اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـُٔــوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾

پیدا کئے آٹھ نر و مادہ جوڑے، بھیڑ میں دو (نر مادہ) اور دو جوڑے بکری میں سے، آپ ﷺ دریافت کیجئے کیا اُس نے دو نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ / یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں، تم مجھ کو علم کی روشنی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (۱۴۳)

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ
حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾

اور اسی طرح سے ایک جوڑا (نر و مادہ) اونٹ کا اور ایک جوڑا (نر و مادہ) گائے کا بھی، ذرا پوچھئے تو سہی اُن سے کیا باری تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادوں کو یا وہ بچہ جو حرام کر دیا تھا جو اُن دونوں مادوں کے رحم میں ہو کیا تم موجود تھے جس ساعت / گھڑی اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا تو اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا کون ہے جو اللہ پر بلا دلیل تہمت لگائے / بہتان جھوٹا باندھے، لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے یقیناً اللہ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۱۴۴)

الفاظ و معانی آیت ۱۴۱ تا ۱۴۴

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ﴾ اور وہی اللہ ہے جس نے۔ ﴿اَنْشَاَ﴾ پیدا کئے۔ ﴿جَنّٰتٍ﴾ باغ انگور کے ﴿مَّعْرُوْشٰتٍ﴾ عرش

Marfat.com

سے بنا ہے جس کے معنی اُٹھانے اور بلند کرنے کے آتے ہیں، منڈیروں پر چڑھائی ہوئی بیلیں، جیسے انگور اور بعض ترکاریاں اس کا واحد مَعْرُوْشَۃٌ ہے اسم مفعول جمع مؤنث قواعد کے مطابق۔ ﴿غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ﴾ بغیر چڑھائے ہوئے/زمین پر پڑے ہوئے اور بعضوں نے کہا ہے مَعْرُوْشَات وہ ہیں جو لوگوں نے اپنے ہاتھ سے بٹھلائے ہوں اور غیر معروشات وہ ہیں جو پہاڑ اور جنگل میں خود اُگے ہوں۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

غیر معروشات کے وہ درخت ہیں جن کی بیلیں اُوپر نہیں چڑھائی جاتیں بلکہ زمین پر پھیلتی ہیں، جیسے خربوزہ اور تربوز وغیرہ کی بیلیں۔ (بحوالہ معارف القرآن)

﴿وَالنَّخْلَ﴾ اور پیدا کیا کھجور/خُرمے کا درخت۔ ﴿وَالزَّرْعَ﴾ اور کھیت جس سے دانے پیدا ہوں۔ زَرَعَ یَزْرَعُ کا مصدر ہے قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ﴾ حال یہ ہے کہ مختلف ہیں پھل، ہر ایک اِن میں سے ہیئت/شکل اور کیفیت میں۔ ﴿اُكُلُهٗ﴾ اس کا پھل، میوہ، اُكُل مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ قواعد کے مطابق، اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرتِ کاملہ کا اندازہ کرنا ہے تو علمِ حیاتیات Biology کی ایک شاخ علمِ نباتات ہے جس کو Botany سائنس میں "پودوں کا علم کہا" جاتا ہے ❶۔ جس میں درخت، شجر، پودوں اور مختلف نوعیت کے پھول، پھل، کھجور کے درخت، لہلہاتے کھیت، زمین کی پیداواری صلاحیت پر غور کیا جاتا ہے ہمہ رنگ کے برگ وگل اور ان کے ذائقہ کے اوصاف کا مطالعہ کیا جاتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ ﴿وَالزَّيْتُوْنَ﴾ اور زیتون کا درخت۔ Science of plants

﴿وَالرُّمَّانَ﴾ اور انار کا درخت۔ زیتون پھل بھی اور ترکاری بھی، زیتون کے تیل کے بے حد فوائد ہیں، شفاف اور نفیس ہوتا ہے ہزاروں امراض کا بہترین علاج ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! "اے علی (رضی اللہ عنہ)! زیتون کا تیل کھایا کرو اور زیتون کا تیل لگایا کرو اس سے شیطان قریب نہیں آتا"۔ الحدیث۔

﴿مُتَشَابِهًا﴾ حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے مثل ہیں پتیاں اس کی، زیتون اور انار کے پتّے ہم شکل ہوتے ہیں اور پھلوں کا ذائقہ الگ الگ ہوتا ہے یہ رنگ ذائقہ/مزہ اور مقدار میں جدا جدا ہوا کرتے ہیں، اسم فاعل واحد مذکر ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ﴾ اور غیر متشابہ/ایک جیسے نہیں ہیں اُن کے میوے کے مزے بعضے کھٹے ہیں، بعضے میٹھے اور بعضے چاشنی دار۔ ان مختلف قسم کے درختوں اور پھلوں کا تذکرہ کر کے اس آیت میں انسان کو دو حکم کی نشان دہی کی گئی ہے۔

پہلا حکم تو خود انسان کو اپنی خواہش نفس کے تقاضے کی تکمیل کرنے والا ہے حکم ہوا۔ ﴿كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ﴾ کھاؤ میوے/پھل ان درختوں اور کھیتوں کے جب پھل آئے اگرچہ کچا ہو۔ دوسرا حکم صادر ہوا۔ ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ﴾ اور حق دو اس میوے کا یعنی تصدق کرو۔ اٰتُوْ کے معنی ہیں لاؤ یا ادا کرو خوب کھاؤ پیو اسراف بے جا مت کرو، معنی ہوتے ہیں پھلوں کے توڑنے کا وقت یا کھیتی کٹنے کو۔ ﴿يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ جس دن کھیت کاٹو، درخت گراؤ اور میوے چنو یہ اہتمام ہے صدقہ دینے اور دیر نہ کرنے میں، صحیح اور مشہور قول تو یہی ہے اس سے مُراد صدقہ ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

---

❶ ...... بحوالہ Science of plants English Dictionary "پودوں کا سائنسی علم"۔

Marfat.com

حق سے مُرادغرباء اور مساکین پر صدقہ کرنا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

''احکامِ قرآن'' میں ابن عربی اُندلسی اور ''تفسیر ابنِ کثیر'' میں اس آیت سے زمین کی زکوٰۃ یعنی عُشر مُراد لی ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ ﴿ اٰتُوْا حَقَّهٗ ﴾ سے مُراد عُشر ہے یعنی جو کھیتی بارش سے سیراب ہو اس کا دسواں حصّہ اور جس کی نہر یا کنویں وغیرہ سے آبپاشی کا اہتمام ہو اس کا بیسواں ۲۰/۱ حصّہ۔ (بحوالہ ضیاء القرآن محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا اسراف کرنے والوں کو یعنی اُن کے عمل کو پسند نہیں فرماتا۔ امام قشیریؒ نے بتایا ہے کہ ''اپنے نفس کو ❶ حظ (ضرورت سے زیادہ تسکین) حاصل ہونے کے واسطے جو کچھ تو خرچ کرے وہ اسراف ہے اگرچہ تل کا ایک دانہ ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے تو دے وہ اسراف نہیں ہے اگرچہ ہزار خزانے ہوں۔'' اس آیت کی روشنی میں یہ بات درست دکھائی دیتی ہے کہ قیام وطعام میں اسراف مت کرو بسیا خوری/زیادہ کھانا، عقل اور جسم دونوں کے لئے مُضر صحت ہے، قرآنِ مجید میں آیا ہے۔

﴿ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ﴾ خوب کھاؤ، پیو اسراف بے جا مت کرو، کھانے پینے میں بھی اعتدال کی تلقین ہے اس حد سے بڑھ جانا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے صد حیف! دورِ جدید کے لوگوں نے اس اسراف کو اپنی ثروت اور امارت کی علامت سمجھ لیا ہے۔ العیاذ باللہ۔

﴿ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ﴾ اور وہ ہے جس نے چار پایوں میں سے وہ جو بوجھ اُٹھائیں جیسے اُونٹ، بیل وغیرہ اور وہ جنہیں زمین پر پچھاڑ کر ذبح کریں، جیسے بکرا، دُنبہ وغیرہ۔

﴿ حَمُوْلَةً ﴾ بوجھ اُٹھانے والے وہ جانور جن سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ ﴿ فَرْشًا ﴾ سے مُراد زمین سے لگے ہوئے جانور جیسے بکری جس کا دودھ پیا بھی جاتا ہے، گوشت کھایا بھی جاتا ہے، فرش اسم مصدر ہے قواعد کے مطابق۔

﴿ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ﴾ اور چار پایوں میں سے پیدا کیے آٹھ جوڑے، جوڑا اُسے کہتے ہیں جو اپنی جنس سے جفتی کرے، تو نر مادہ کا جوڑا، اور مادہ نر کا جوڑا اور دونوں کو بھی جوڑا کہتے ہیں، مگر مُراد وہ ہے جو قرآنِ مجید میں بیان ہوا ہے، یہ آٹھ جوڑے، آٹھ چار پائے ہیں ہر ایک دوسرے کا جوڑا۔ ﴿ مِنَ الضَّاْنِ ﴾ اس میں جو روئیں/اُون رکھتے ہیں اُنہیں بھیڑ کہا جاتا ہے۔ ضَاْن بھیڑ دُنبہ جس پر اُون ہوتا ہے۔ ضَاءِنٌ کی جمع ہے قواعد کے مطابق۔

﴿ اثْنَیْنِ ﴾ دو جوڑے یا نر دوسری مادہ۔ ﴿ وَمِنَ الْمَعْزِ ﴾ اور ان میں سے جو بال رکھتے ہیں، بکریاں اسم جنس۔

﴿ ذَكَرَیْنِ ﴾ دو مرد، دو نر۔

﴿ ذَكَرٌ ﴾ کا تثنیہ ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ اَمَّا اشْتَمَلَتْ ﴾ یا وہ لپیٹے ہیں، اِشْتِمَالٌ سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ﴾ جب حکم دیا تھا اللہ نے اس کا۔ ﴿ وَصّٰىكُمْ ﴾ اس نے تم کو حکم دیا۔

﴿ توصیة ﴾ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب، کُمْ کی ضمیر جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔

❶ ......حظ، حصّہ، قسمت، نصیب، (بحوالہ قاموس القرآن)

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ١٤١ تا ١٤٤

آیت ١٤١ میں اظہارِ بیان ہے کہ جس نے سب چیزوں کو عدم سے وجود میں لایا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ گلستان، یہ کھیت یہ نخلستان، یہ پھل یہ پھول، یہ ہمہ اقسام کے اناج یہ جانور جو تم کو حاصل ہیں یہ سب کچھ عطائے ربِّ جلیل ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری قدرتِ نظارہ اور میری حکمت پر غور کرو تو اپنے ماحول اور اپنے گرد وپیش میں بکھری ہوئی انفس وآفاق کا مشاہدہ تو ذرا کروان پر صرفِ نظر کرنے سے اِس بات کا احساس ہوگا کہ یہ سب کچھ چیزیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بخشش کا حصّہ ہیں اُن کے برتنے میں اللہ تعالیٰ ہی کے ضابطہ اور قانون پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ غور تو کرو کس طرح انگور کی بیلیں، منڈیروں پر چڑھائی جاتی ہیں اور ان کے خُوشے لٹک رہے ہیں کھجور کے درخت اور لہلہاتے، دہقان کے کھیتی تو دیکھو؟ اس میں ہمہ قسم کے پھل، میوے، اور اناج پیدا ہورہے ہیں زیتون اور انار کو دیکھو کس قدر ہمشکل معلوم بھی ہوتے اور نہیں بھی، ہم شکل ہوتے ہیں قسم اور ذائقہ میں مختلف، مٹی ایک ہی ہے موسم یکساں ہیں پانی ایک سا ہے، آبپاشی کا عمل ایک ہی طرح کا ہے، لیکن رنگ اور صورت میں ایک جیسے ہوتے ہیں تو مہک، بُو اور ذائقہ جُدا جُدا، نیرنگیٔ قدرت اور برگ وگل تو دیکھئے انار کی ساخت پر نظر ڈالئے غلاف کے اندر لپٹا ہوا، کئی پرت میں سمایا ہوا، ابریشم سے بھی نرم نرم پردوں سے جُدا جُدا ہر دانہ اپنے رنگ، اپنے مزے میں کبھی تُرش، کبھی میٹھا ایک بھرپور وحدتِ قدرت کا عکاس اور لذیز ذائقہ لئے ہوئے ہے۔

آیت ١٤١ تا ١٤٤ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ نے باغات عطا کئے ہیں کھجور کے درخت اور ہمہ اقسام کی کھانے کی چیزیں مختلف ذائقوں کی بہ طور نعمت ملی ہیں جب پھل نکل آئے تو ان کو اپنے کھانے کے استعمال میں لاؤ، لیکن یاد رکھو! جب ذراعتی فصل تیار ہوجائے تو کھیتی سے غلّہ کاٹ کر صاف کرلو! اور جب پھل درختوں سے توڑنے کا اہتمام کرو تو اس کا حق ادا کرو۔ علماء نے اس حقِ ادائیگی کو نفلی صدقہ کہاہے اور اکثر نے صدقہ واجبہ، یعنی عشر کی ادائیگی کرو۔ اگر زمین بارانی ہے اس کا دسواں حصّہ۔

صدقہ اور خیرات دیتے وقت اس بات کا خیال رکھو! حد سے آگے تجاوز کرنے کی ضرورت نہیں! کھانے میں اسراف بیجا مت کرو کھانے پینے میں اعتدال پیشِ نظر رکھو۔

شیطان کے نقشِ قدم کی راہ اپنانے سے اجتناب کرو، مُشرکین نے تو شیطان کی راہ اپنالی اور حلال جانوروں کو بھی اپنے اوپر حرام کرلیا، کیسی سِتم ظریفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ شئے کو حرام اور اللہ کے حلال کئے کو حرام قرار دینا، یہ ابلیس کی پیروی کا ایک عملی نمونہ ہے تمہارے پاسِ حرام قرار دینے کی کوئی یقینی سَند ہے تو اس کو پیش کرو یہ سب تمہارا اپنا عمل افتراء ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ بھلا اس سے بڑا اور کون سا جُرم ہے جو بلا دلیل تُہمت باندھ رہے ہو یہ تو شرک کا کھلا ارتکاب ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾

اے حبیب (ﷺ)! کہہ دیجئے جو کچھ احکامات اِس کتاب میں وحی کئے گئے ہیں اِس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا، جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا رگوں سے بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کیونکہ وہ تو ناپاک ہے یا جو نافرمانی کا مُوجب ہو، جو شرک کا باعث ہو وہ جانور جس پر ذبیحہ کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ پس جو شخص مجبور بھوک سے ناچار ہو جائے، نہ نافرمانی کرے اور نہ زیادتی کرے اور نہ حد سے تجاوز کرے تو بے شک آپ کا ربّ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ (۱۴۵)

وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

اور ان لوگوں پر جو یہود بنے ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور گائے اور بکری کی چربی اُن پر حرام کردی بجز وہ جواُن کی پشت پر لگی چربی ہو، آنتوں یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی چربی ہو یہی اُن کو کھانے کی اُجازت تھی۔ ہم نے اُنہیں سرکشی اور بغاوت کے سبب سزا دی تھی بے شک ہم سچ کہتے ہیں۔ (۱۴۶)

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۴۷﴾

پس وہ اگر آپ (ﷺ) کو جھٹلائیں تو اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے آپ کے اللہ کی رحمت بڑی وُسعت اور کشادگی والی ہے اور مُجرم قوم سے اُس کا عذاب نہیں ٹالا جا سکتا۔ (۱۴۷)

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

اب تو یہ شرک کرنے والے یوں بھی کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم نہ شرک کے مرتکب ہوئے ہوتے اور نہ ہمارے آباؤ اجداد، نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے، اسی طرح جو لوگ ان سے قبل گزر گئے اُنہوں نے بھی تکذیب کی/جھٹلایا تھا، یہاں تک کہ اُنہوں نے بھی عذاب کا مزہ چکھا، اگر تمہارے پاس اس کی عملی دلیل ہے تو ہمارے سامنے اسے لے آؤ محض گمان/خیالی باتوں پر چلتے ہو اور بے دلیل باتیں بناتے ہو۔ (۱۴۸)

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

اے محبوب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! اللہ ہی کے لئے حجت اور کامل دلیل ہے اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت بخش دیتا۔ (۱۴۹)

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

اے حبیب (ﷺ)! کہہ دیجئے! ذرا اپنے گواہ تو پیش کرو جو اس بات کی گواہی/شہادت دیں، اللہ نے ہی ان چیزوں کو حرام کیا ہے پھر اگر وہ جھوٹی گواہی دیں تو آپ اس کی شہادت نہ دیجئے! اور اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنا/ایسے باطل لوگوں کی باتوں پر عمل نہیں کرنا چاہیے

Marfat.com

بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آخرت پر جو ایمان ریقین نہیں رکھتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ (۱۵۰)

الفاظ و معانی آیت ۱۴۵ تا ۱۵۰

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ ﴾ کہہ دیجئے! آپ (ﷺ) نہیں پاتا ہوں میں۔ ﴿ فِیْ مَآ اُوْحِیَ ﴾ اس چیز میں جو وحی کی گئی میری طرف۔ ﴿ اَجِدُ ﴾ میں پاتا ہوں۔ ﴿ وجود ﴾ سے اس کے معنی ہیں پانے کے، فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ ﴾ وہ چیز جو حرام کی گئی ہے کھانے والے پر۔ طَاعِمٍ کھانے والا الطعم کے معنی چکھنے اور کھانے کے ہیں اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ يَّطْعَمُهٗٓ ﴾ وہ اس کو کھاتا ہے، جو اس کو کھائے طَعْمٌ سے فعل مضارع مرفوع مثبت واحد مذکر غائب۔ ضمیرہ واحد مذکر غائب۔ ﴿ مَّسْفُوْحًا ﴾ بہتا ہوا خون صَفْحٌ سے مَصدر سے اسم مفعول واحد مذکر قواعد کے مطابق اس سے مُراد وہ خون رلہو ہے جو ذبح کے وقت مذبوح رذبیحہ کی رگوں سے بہے یا زندگی نکلے کلیجی اور تلی اس میں داخل نہیں۔ ﴿ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ ﴾ پس بلاشبہ وہ ناپاک رپلید ہے۔ ﴿ اَوْ فِسْقًا ﴾ یا مارا ہوا فسق کے ساتھ اور یہ وہ چار پایہ ہے کہ ﴿ اُهِلَّ ﴾ پکارا گیا ہے۔ ﴿ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ واسطے غیر اللہ کے اس کی گردن مارتے وقت یعنی جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر قتل کیا ہو اسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فسق فرمایا۔ اس واسطے کہ اس عمل کے سبب فاسق ہو جاتے ہیں۔

فِسق اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خروج کا نام ہے، باری تعالیٰ نے حکم دیا اللہ تعالیٰ کے نام پر جانوروں کو ذبح کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی رضائے قُرب اور نیاز کے لئے کیا جائے، اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو یہی فِسق اور شرک ہے۔ ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا ﴾ اور ان لوگوں پر جو یہود ہیں۔ ﴿ حَرَّمْنَا ﴾ حرام کیا ہم نے۔ ﴿ كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ﴾ ہر جانور جو ناخن والا ہو، جیسے شیر درندے اور پرند، بعضوں نے کہا کہ جس کے چونچ اور سُم ہوں وہ سب اس میں داخل ہیں اور معالم میں تحریر ہے کہ اونٹ، شتر مُرغ اور بطخ مُراد ہیں یہ یہود پر حرام تھے۔ ﴿ شُحُوْمَهُمَآ ﴾ ان دونوں کی چربی شُحُوْمٌ شَحْمٌ کی جمع چربی هُمَا قواعد کے مطابق هُمَا ضمیر تثنیہ غائب شُحُوْمُ اسم ہے۔ جیسے گردہ وغیرہ کی چربی۔

﴿ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ﴾ مگر وہ جو اُٹھائے ہوں رجو لگی ہو۔ ﴿ جَزَيْنٰهُمْ ﴾ ہم نے سزا دی تھی ربدلا دیا تھا ہم نے یہود کو۔

﴿ بِبَغْيِهِمْ ﴾ ان کی سرکشی کے سبب راُن کے ظُلم کے سبب ربَغْيٌ مَصدر قواعد کے مطابق مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، کسی چیز کو حرام قرار دینے کے دو سبب ہوا کرتے ہیں وہ شئے جسمانی اور رُوحانی لحاظ سے مُضر ہوا کرتی ہے اور بُرے اثرات سے محفوظ رہنے کی خاطر اس کا استعمال ممنوع ہوا کرتا ہے، جن کا ذکر پہلی آیت میں مذکور ہوا یا سزا کے طور پر کسی فرد یا قوم کو اس شئے کے استعمال سے منع کیا جاتا ہے اس مقام پر ان اشیاء کا ذکر ہو رہا ہے جو یہود پر حرام قرار پائی تھیں بطورِ سزا۔

﴿ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ اور تحقیق کہ ہم سچے سب چیزوں کی خبر دیتے ہیں۔ ﴿ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ﴾ صاحب رحمت ہے جو وسیع ہے۔ بہت صاحبِ بخشش ہے باوجود اس تکذیب کے تمہیں مہلت دیتا ہے اور عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔

﴿ وَّاسِعَةٍ ﴾ وسیع، رحمت، بڑی عنایت رمہربانی اسم فاعل واحد مؤنث قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ ﴾ اور نہیں

Marfat.com

پھیرا جائے گا عذاب رَبّ کا راور نہیں ٹالا جا سکتا عذاب اس کا۔ ﴿ وَلَا حَرَّمۡنَا مِنۡ شَیۡءٍ ﴾ اور نہ حرام کرتے ہم کوئی چیز۔ سابقہ ١٤٧ آیت میں بتایا گیا ہے۔ ﴿ فَاِنۡ کَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ ﴾ یہ لوگ اگر اب بھی اے حبیب ﷺ! آپ کو جھٹلاتے ہیں تو کہہ دیجئے۔ ﴿ رَّبُّكُمۡ ذُوۡ رَحۡمَةٍ وَّاسِعَةٍ ﴾ آپ کے رَبّ کی رحمت میں کشادگی اور وسعت ہے گویا کافروں کے عقائد کی تکذیب کی جارہی ہے۔ گویا اشیاء کی حلّت اور حُرمت کے بارے میں ان کی فرسودہ اور جاہلانہ رسُوم کی خرابیوں کا اظہار کیا گیا۔ ﴿ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ﴾ جھٹلایا ہے ان لوگوں نے جو اس سے پہلے تھے۔ ﴿ حَتّٰی ذَاقُوۡا بَاۡسَنَا ﴾ یہاں تک کہ چکھا پایا اُنہوں نے ہمارا عذاب۔ ﴿ فَتُخۡرِجُوۡهُ لَنَا ﴾ پھر نکالو اُسے اور اس کو ظاہر کرو ہمارے واسطے۔

﴿ فَلِلّٰهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ ﴾ تو اللہ کے پاس دلیل پہنچی ہوئی ہے کمالِ صحت کی، گویا باری تعالیٰ کے لئے ہے کامل دلیل۔

﴿ اَلۡبَالِغَةُ ﴾ پہنچنے والی غالب۔ بُلُوغ سے اسم فاعل واحد مؤنث قواعد کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ دلیل و حجت کے ساتھ تمہیں دعوت دی جاتی ہے کہ تم حق اور سچائی کو تسلیم کرو یہ اپنا تمہارا اختیار ہے کہ تم اپنی مرضی ومنشاء سے چاہو تو حق کو مان لو اور چاہو تو باطل کو اپناؤ!۔ ﴿ فَلَوۡ شَآءَ ﴾ پھر اگر باری تعالیٰ چاہتا تو۔

﴿ لَهَدٰىكُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴾ البتہ ہدایت کر دیتا تم سب کو، اللہ کی قدرت کاملہ سے یہ بعید از قیاس ہی نہیں کہ رَبّ سبحانہٗ تعالیٰ تم میں بُرائی اور گمراہی کی اِستعداد و صَلاحیت نہ رکھتا تو تم فرشتوں کی طرح صرف عبادت اور فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کی بجا لاتے اور تم شعور و آگہی سے محروم معرضِ وجود میں آتے، غیر شعوری کیفیّت کے طور پر تم نیکی کرتے، لیکن یہ بات ذہن نشین کر لیجئے حکمتِ باری تعالیٰ کا تقاضا تو اس بات کا مظہر ہے کہ حضرت انسان شجر و حجر کی طرح صرف مجبور محض نہ ہونے پائے اور فرشتوں کی صفات کی طرح فطری طور پر نیک پاک باز ہی نہ ہو بلکہ انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے اور ارادہ اور آگہی کے لحاظ سے مکمل آزاد رہ کر جو چاہے راستہ اپنے لئے چُن لے۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعۡ ﴾ اور پیروی اختیار نہ کرو۔ ﴿ اَهۡوَآءَ الَّذِیۡنَ ﴾ اُن لوگوں کی خواہشات کی جنہوں نے۔

﴿ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ﴾ جھٹلایا ہے، تکذیب کی ہے ہماری آیتوں کی حلال اور حرام میں۔ ﴿ وَالَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴾ اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو ایمان نہیں لاتے۔ ﴿ بِالۡاٰخِرَةِ ﴾ آخرت پر جو آخرت کے منکر ہیں یعنی بُت پرست لوگ۔

﴿ وَهُمۡ بِرَبِّهِمۡ ﴾ اور وہ ساتھ اپنے رَبّ کے۔ ﴿ یَعۡدِلُوۡنَ ﴾ برابر کرتے ہیں بُتوں کو یعنی وہ دوسروں کو اپنے رَبّ کا ہمسر بناتے ہیں وہ اس طرح شرک کرتے ہیں جس طرح بُت پرست مُشرک ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ١٤٥ تا ١٥٠

آیت ١٤٥ میں اظہارِ بیان ہے کہ درحقیقت جو چیزیں تم پر حلال تھیں وہ چیز تم نے اپنے اوپر حرام کر رکھی ہیں اور خود ہی اپنے لئے اپنی حیثیت کے دائرۂ عمل کو مزید تنگ کر لیا ہے اِس آیت میں چار محرمات کا تذکرہ ہے: اوّل مُردار جانور۔ دوئم بہتا ہوا خون۔ سوئم سُور کا گوشت۔ چہارم وہ ذبیحہ جو ان محرمات میں تو شامل نہیں تھا لیکن بُتوں پر چڑھانے یا کسی غیر اللہ اور کسی کم تر ہستی کی طرف منسوب ہو حرام ہے، ان سب محرمات میں سے کسی ایک کے کھانے سے انسان گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے الّا

اس شخص کے جس کو شدّت بھوک سے مَر جانے کا اندیشہ ہوان میں سے وہ صرف اپنی جان بچانے کی خاطر تھوڑا سا کھا سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ نہ ہو اور نہ زیادتی کرے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے اسی موضوع کا بیان آیت ۱۷۳ سورۂ بقرہ پارہ ۲ سَیَقُوْلُ میں آیا ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ

''اُس نے تم پر حرام کر دیا مُردار کو، خون اور سُور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی غیر اللہ / دوسرے کا نام لیا گیا ہو''۔ (آیت ۱۷۳ سورۂ بقرہ)

کس قدر بددیانتی ہے حرام اور حلال میں مُشرک لوگ بے سند / غیر مُستند باتیں دین کے نام پر بیان کرتے ہیں، کبھی نَر کو حرام اور کبھی تو کوئی مادہ حرام کر لی، کبھی اُن کے شکم مادر میں لدا ہوا بچہ حرام کر لیا، کبھی مُردار کو حلال سمجھ لیا، کبھی حلال / پاک کو ممنوع قرار دے دیا۔ اگر تم ایسا دعویٰ کرو تو بادی النظر میں یہ کذب ہوگا، رہا یہ معاملہ کہ جو قرآن کی آیات کا نزول ہو رہا ہے اس میں کوئی ایسی شے حرام نہیں جس کو تم حرام بتاتے ہو، کوئی جانور مُردار ہو گیا ہو یا بغیر ذبیحہ کے ہلاک ہو گیا ہو یا بہایا ہوا خون / لہو ہو اور سُور کا گوشت حرام ہے صرف اس لئے کہ ناپاک ہے یا وہ گوشت جو فسق کا ہو۔ مثال کے طور پر وہ ذبیحہ جو اہلِ مُشرک / مُشرکین بُتوں پر ذبح کرتے ہیں اپنے بُتوں پر اور آستانوں پر اور ان پر بُتوں کا نام لیا گیا ہو یہ ذبح اسلام میں فسق کے دائرہ میں آتا ہے۔

آیت ۱۴۶ میں بتایا جا رہا ہے کہ اہلِ یہود پر ان کی سَرکشی کے سبب بطورِ سزا سب ناخن والے جانور / ہر کھ والا جس کی انگلیاں جُدا جُدا نہ ہوں مثلاً اُونٹ، شُترمرغ، بطخ وغیرہ حرام کیا گیا، گائے کی چربی بھی سوائے اس کے پُشت / پیٹھ یا انتڑیوں کے ساتھ ہڈی کے ساتھ لگی ہوئی ہو حرام قرار دی گئی کوئی بھی فرد و بشر اگر اللہ کے سوا کسی اور میں حلال و حرام کا اختیار مانے تو وہ مُشرک ہے یہود کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں قرآنِ حمید میں مختلف مقامات پر یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ چنانچہ آیت ۹۳ سورۂ آلِ عمران پارہ ۴ لَنْ تَنَالُوْا میں حکم باری تعالیٰ ہے:

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

''اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے توراۃ لاؤ اور اسے پڑھ کر سناؤ اگر تم سچے ہو''۔ (آیت ۹۳)

بات یہ ہے کہ تورات کے نازل ہونے سے صدیوں قبل حضرت یعقوب علیہ السلام نے جن کا لقب اسرائیل ہے کسی مرض میں مُبتلا ہونے کے سبب قصد کیا تھا کہ صحت یاب ہو جاؤں گا تو اُونٹ کا گوشت نہیں کھاؤں گا، پھر ہوا یوں کہ یہودی اہلِ علم اور فقہاء نے اُس کو باقاعدہ حرام مان لیا حالانکہ اس کی حرمت توراۃ میں تحریر ہے ان چیزوں میں اُونٹ، خرگوش اور ساخان شامل ہیں آج بھی بائیبل میں توراۃ کے جو حوالے ہم کو ملتے ہیں ان میں تینوں چیزوں کی حُرمت کا ذکر موجود ہے۔ (بحوالہ احبار ۱۱: ۴-۶ استثناء ۱۴: ۷)

لیکن قرآنِ مجید میں جو یہ کہا گیا کہ تم توراۃ کو لاؤ اور دکھاؤ یہ چیزیں کہاں حرام تحریر ہیں اس سے پتہ یہ چلا کہ تورات میں

Marfat.com

اِن احکامات کا اضافہ اس کے بعد ہوا اس بات کی مزید وضاحت سورۃ النساء آیت ۱۶۰ میں ہوئی:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾

''اور اُن کے (یہودی) کے ظلم کے سبب ہم نے اُن پر جو پاک چیزیں حلال تھیں حرام کر دیں اللہ کی راہ سے بہت سے لوگوں کو روکنے کی وجہ سے''۔ (آیت ۱۶۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بار بار یہود بگڑتے رہے اور ہر موقع پر باری تعالیٰ نے ان کو راہِ حق دکھانے کے لئے ان میں نبی بھیجے لیکن وہ خود تو کیا راہِ حق پاتے بلکہ اللہ کی مخلوق کو دعوتِ توحید، تصوّرِ آخرت اور لوگوں کو دینِ حق سے دُور کرنے کا سبب بنے رہے، قبر پرستی اختیار کی، جادو اور سحر جیسی لعنت اور مُبتلائے بلا رہے اور سود جیسی حرام چیز کھانے لگے۔

آیت ۱۴۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُجرموں کو جُرم کا ارتکاب کرنے پر سزا تو ملنی ہے یہ تو باری تعالیٰ کا اعجازِ فیض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کے سبب یہ اب تک عذابِ سزا سے محفوظ چلے آتے ہیں اس بات میں تاخیر اللہ تعالیٰ کی کسی مصلحت پر کی بناء پر ہے اگر ان لوگوں نے ان مُہلت کے لمحات سے استفادہ نہ کیا اور اپنی کجروی پر دائم اور قائم رہے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے اب بھی وقت ہے اپنی ہٹ دھرمی اور نافرمانی کی روش چھوڑ دو، بندگی اور حق بندگی کے درست رویہ کی سمت آجاؤ باری تعالیٰ کے دامنِ رحمت کو اپنے لئے بے حد کشادہ پاؤ گے اگر یہی مُجرمانہ اور سرکشی کے اندر غالب رہے تو اچھی طرح خوب سمجھ لو! پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے نجات دینے والا کوئی نہیں! اس آیت میں شمعِ اُمید کے روشن اور فروزاں ہونے کی جھلک ملتی ہے اور انسان کو مایوس نہیں کیا گیا۔ یاد رکھنے کی بات ہے اگر ابھی باز نہ آئے تو جُرم، جُرم ہوتا ہے اس پر عذاب کا آنا امرِ یقینی ہے کوئی توانائی اور طاقت اس قانون کو تبدیل نہیں کر سکتی کہ وہ مُجرم سے عذاب ہٹا دے اگر کسی قوم کے کسی فرد سے فردِ جُرم سرزد ہوتا ہے تو اس کا وبال پوری قوم پر پڑتا ہے یکے بعد دیگرے لوگ جرائم میں ملوث ہو جائیں تو وقت آنے پر تمام تر قوم فنا ہو گی پتہ یہ چلا کہ کسی مُجرم کا ارتکاب گناہ سے بچانا قوم کے ہر فرد کی ذِمّہ داری ہے مُہلت کا عرصہ کا مل جانا کا قطعی یہ مفہوم نہیں کہ عذاب اسی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہونا نہیں ہے بلکہ جب بھی عذاب کا فیصلہ صادر ہو گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ تکذیب کرنے والوں کو مُہلت دیتا ہے اور عذاب لانے میں جلدی نہیں کرتا تاکہ اُنہیں دائرہ ایمان میں شامل ہونے کا موقع میسّر آجائے۔

آیت ۱۴۸ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ مُشرک لوگ تو اس بات کا اعادہ کریں گے کہ اگر باری تعالیٰ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے، گویا وہ اپنے جُرم اور غلط روش کو اپناتے ہوئے یہی کہیں گے ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ کی یہی رضا ہے کہ ہم شرک کریں ہم اور نہ ہمارے آباؤ اجداد کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، اسی نوعیت کی باتیں بنا بنا کر اس سے پہلے بھی لوگوں نے تکذیب کا بہانہ تراشا اور حق کو جھٹلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار عذاب کا مزہ چکھ لیا یہ تو محض وہم وگمان اور قیاس آرائی میں آب گم کی طرح گم ہیں حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ غافل سے غافل آدمی میں جب سوچ اور ہوش کا پہلو اُجاگر ہوتا ہے تو وہ انجام کار پر سوچنے اور غور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

آیت ۱۴۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر یہ مکذّبین اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو دلیل پیش کریں حجّت کا بیان کر کے قرآن

کی فکری اصلاح کی نشان دہی کی ہے بتایا جارہا ہے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کیا یہ لوگ حقیقی اور قطعی معلومات سے بے خبر ہو کر محض وہم و گمان کے سراب میں اُلجھ رہے ہیں بھلا وہ اِس وادی خاردار میں کیوں قدم رکھتے ہیں جس کے نشیب و فراز کا کوئی علم ہی نہیں، رہا سوال اللہ کی مشیّت اور اس کا نظام تو وہ ایک رازِ دُروں کی طرح پوشیدہ نظامِ عمل ہے اور اس کی اصل حقیقت اور آگاہی کا ادراک انسان کی قدرت مدد کے لئے اس قدر سہل بھی نہیں، اللہ کی مشیّت تو تھی کہ بنی آدم کو قدرت و اختیار عطا کر کے، اُسے آزمائے اور یہ اختیار اتنا ہو کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے جس کو چاہے اختیار کرے حقیقت تو یہ ہے کہ دینِ اسلام اس دنیا میں اس لئے ظہور میں آیا کہ یہاں ایک عملی صورت، حالات پیدا کر کے جو احکامات اور منہیات کی صورت حال کو واضح کرے۔

آیت ۱۵۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر کوئی اس بات کا دعویٰ دار ہے کہ اللہ ہی نے ان چیزوں کو حرام کیا، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو تم اُن کے ساتھ گواہی نہ دینا اُن کی خواہشات کے مطابق چلنے کی قطعی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ تو اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور آخرت پر اور یوم آخرت پر اُن کا کامل یقین نہیں ہے۔ اور جو روزِ جزا اور سزا کے قائل ہی نہیں تو بھلا اُنہیں کیا احساس، شہادت کی ذمہ داری کیا ہے اس سے وہ قطعی بے خبر ہیں شہادت اس حقیقتِ امر کی دینی چاہئے جس کا علم اور ادراک آدمی کو ہو جو لوگ اللہ پر افتراء باندھتے ہیں اپنی اپنی مرضی رایماء سے نت نئی رسومات کو اپناتے ہیں اور اپنی اختراع شدہ ایجادات کو عبادت کا درجہ قرار دیتے ہیں اور اُنہیں باعث ثواب سمجھتے ہیں بھلا یہ لوگ کب اس قابل ہیں کہ اُن کی باتوں پر توجہ مرکوز کی جائے ایسے لوگوں کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں، اُنہیں نہ تو قیامت پر یقین اور نہ وہ توحید عظمت کے قائل ہیں بلکہ یہ کتنے ناداں ہیں، شعلوں کو ہوا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے برابر دوسروں کو شریک جانتے ہیں اور اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے ان ''پتھر کے صنم'' کو پوجتے ہوتے ہیں اور غیر اللہ کی حمایت اور خوشنودی کی خاطر رسم و رواج کے نئے بندھن میں گرفتار بلا ہو کر اُنہیں دین سمجھ لیتے ہیں یہ اُن کی کج فہمی ہے یہ ان کا باطل عقیدۂ رسم ہے۔

آیت ۱۴۵ تا ۱۵۰ کے اہم نکات پر معالعاتی نظر:

مُردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سوٗر کا گوشت وہ بالکل ناپاک ہیں یا فسق ہو کہ اللہ کے نام سے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ابن جریر طبری میں رقمطراز ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ نے مُردار، خون، لحم سور، یا بُتوں کے نام پر ذبح ہونے والے جانور کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی اِس کے کھانے پر مجبور ہو جائے بطورِ حُکم عدولی نہ کھا رہا ہو تو حدِ ضرورت کے اندر کھا رہا ہو صرف اس قدر کہ اس کی زندگی بچ جائے تو اس قدر کھانے میں کوئی حرج نہیں۔'' (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

اللہ تعالیٰ کا دینِ رحمت بڑا وسیع ہے۔ یہ رحمت ہمارے لئے بھی وسیع ہے اللہ تعالیٰ دوست کے لئے رحیم اور دُشمن کے لئے بھی رحم کرنے والا ہے اگر مُجرم عذاب کے مستحق ہیں تو اللہ تعالیٰ عذاب میں جلدی نہیں کرتا، اس کی شان کریمی ہے کہ مُہلت دیتا ہے کئی لوگ توبہ کر لیتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی لوگوں نے جھوٹ بولا، حقیقت کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ کا عذاب اُن کا منتظر ہے۔

Marfat.com

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! آؤ میں پڑھ کر سناؤں! جو کچھ تمہارے رَبّ نے تم پر حرام کیا ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ، ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک ربھلائی کرو اور اپنی اولاد کو مُفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور اُنہیں بھی اور بے حیائی پوشیدہ ہو یا ظاہری اس کے نزدیک مت جاؤ اور جس جان کی اللہ نے حُرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو ہاں مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمہیں حکم صادر کیا گیا ہے تا کہ تم عقل سے کام لو اور حقیقت کو سمجھو۔ (١٥١)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾

اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب تک نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو مستحسن اور بہتر راچھا ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی رسنِ رُشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول پورے انصاف کے ساتھ کرو ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کے مقدور بھر، جب بات کرو تو انصاف کی، اگرچہ وہ شخص قرابت دار ررشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی پابندی کرو یہ ہیں وہ باتیں جن کا باری تعالیٰ نے حکم دیا ہے تا کہ تم یاد رکھو رنصیحت قبول کرو! (١٥٢)

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾

اور بلاشبہ! یہ میرا سیدھا رستہ ہے سو اس پر چلو اور پیروی نہ کرو دیگر رستوں کی وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جُدا کر دیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جس کا تمہارے رب نے حکم دیا ہے تا کہ تم راہِ پرہیزگاری اختیار کرو۔ (١٥٣)

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾

پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا کی تا کہ بھلائی کی روشنی پر چلنے والوں پر نعمت کی تکمیل ہو تا کہ ہر چیز راحکام کی تفصیل ہو جائے اور راہنمائی اور رحمت ہو تا کہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کرنے پر ایمان لائیں۔ (١٥٤)

الفاظ ومعانی آیت ١٥١ تا ١٥٤

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ﴾ کہہ دو کہ آؤ لوگو! اور سنو پڑھوں میں۔ اَتْلُ۔ میں پڑھوں رتلاوت کروں، تلاوۃ سے فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ وہ چیز جو حرام کی تمہارے رَبّ نے تم پر، گویا حرام وہ نہیں ہیں جن کو تم نے بغیر دلیل کے محض باطل وہم وگمان، اوہامِ فاسدہ کی اساس پر حرام قرار دے رکھا ہے بلکہ حرام تو وہ چیزیں ہیں جن کو باری تعالیٰ نے حرام کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے ہر شے کا علم اور اختیار اللہ کو ہے جس شے کو چاہے حرام قرار دے

Marfat.com

اور جس کو چاہے حلال قرار دے یہ حق تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔﴿ اَلَّا تُشْرِكُوْا ﴾ یہ کہ نہ شریک کرو۔﴿ بِهٖ شَيْـًٔا ﴾ ساتھ اللہ کے کسی چیز کو۔حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دے دیا ہے اس کے ساتھ کسی چیز کو تم شریک مت بناؤ، شرک گناہِ عظیم ہے جس کے لیے معافی نہیں! اللہ کی ذات میں شرک یہ ہے کہ جو ہر اُلوہیت میں کسی کو حصّہ دار بنایا جائے مثلاً نصاریٰ کا عقیدۂ تثلیث۔مُشرک پر بہشت حرام اور جہنّم واجب ہے قرآنِ حمید میں مختلف انداز سے یہ بیان بار بار آیا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔احادیثِ مُبارکہ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اس کے باوجود حقیقت تو یہ ہے کہ لوگ شیطان کے دامِ فریب میں گرفتارِ بلا ہو کر شرک کے مُرتکب ہوتے ہیں العیاذ باللہ۔

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ آپ کہہ دیجئے وہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے آیت ا سورۂ اخلاص پارہ ٣٠ عَمَّ۔

﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ اور نیکی کرو ماں باپ سے، والدین سے نیکی کے زُمرے میں حُسنِ سلوک، ادب، تکریم، تعظیم، دل جوئی، فرمانبرداری، خدمت سب شامل ہیں والدین کے حقوق کے بارے میں قرآنِ مجید میں توحید کے حکم کے بعد بیان کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دعوتِ توحید قبول کرنے کے بعد والدین کے حقوق کی ادائیگی سب سے مقدّم ہے، گویا اطاعتِ باری تعالیٰ کے بعد والدین کی فرمانبرداری بڑی اہمیّت کی حامل ہے۔﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ ﴾ اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو۔﴿ مِّنْ اِمْلَاقٍ ﴾ فقیری اور محتاجی کے خوف سے۔

﴿ اِمْلَاقٍ ﴾ ناداری، تنگ دستی اسمِ مصدر ہے قواعد کے مطابق۔زمانۂ جاہلیّت میں یہ فعلِ بد عام تھا کہ اولاد کو قتل کر دیتے تھے آج کل کے دورِ جدید میں ضبطِ تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کا پرچار زور و شور سے جاری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اِس فعلِ قبیح سے محفوظ رکھے/بچائے رکھے۔﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ ﴾ اور قریب نہ جاؤ بُرے کاموں کے۔فَوَاحِشَ بے حیائی کے کام کھلے گناہ ﴿ اَلْفَوَاحِشَ ﴾ اس کا واحد۔﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا ﴾ تم قریب نہ ہو قُرْبٌ اور قُرْبَان سے فعلِ مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔فواحش کا اطلاق اُن اعمال اور اقوال پر ہوتا ہے جو حد درجہ قبیح ہوں قرآن میں زنا کاری، اغلام بازی فعلِ قومِ لوط، برہنگی اور باپ کی منکوحہ سے نکاح فحش کاموں میں شامل کیا گیا ہے۔﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ظاہر ہوا اُس سے۔ظَهَرَ وہ ظاہر ہوا آشکار ہو ظُهُـــــورٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔﴿ وَمَا بَطَنَ ﴾ اور جو پوشیدہ ہو بعض مُفسرین نے لکھا ہے ماظہر منہا شراب ہے اور (وما بطن) زنا ہے اور محققوں نے کہا ہے مَاظَهَرَ فعل ہے مَا بَطَنَ نیت ہے۔(بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل ١٨٨ء)

﴿ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾ یہاں تک کہ پہنچے یتیم اپنی قوت کو یعنی بالغ ہو جائے۔﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ ﴾ اور پورا کرو ناپ کو، ناپی جانے والی چیزوں میں سے اَلْكَيْلَ غلّے سے پیمانہ بھرنا، تولنا، قواعد کے مطابق اسم ہے۔﴿ وَالْمِيْزَانَ ﴾ اور ترازو سے تولی جانے والی چیزوں سے۔﴿ بِالْقِسْطِ ﴾ ساتھ عدل اور مساوات کے نہ کم دو نہ زیادہ لو۔ینابیع میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابۂ کرام ﷺ نے کہا "اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ہم اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ تول میں ترازو کی ڈنڈی دونوں طرف سے ایسی مساوی ہو کہ بال برابر بھی نہ جھکے تو اِس آیت کا نزول ہوا۔﴿ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ نہیں تکلیف دیتے ہیں ہم کسی کو۔﴿ اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ مگر اس چیز کی وسعت اور قدرت ہو یعنی اگر ناپ اور تول میں تمہارے بلا قصد

Marfat.com

کے کمی واقع ہو اور تمہارا ارادہ پورا رکھنے کا ہو تو اس کی کو ہم معاف کر دیں گے۔ ﴿ لَا نُكَلِّفُ ﴾ ہم تکلیف نہیں دیتے / حکم کا بار نہیں ڈالتے۔ تَـکْـلِیْفٌ سے فعل مضارع جمع متکلّم قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا ﴾ ایک حکم یہ بھی ہے کہ جب بات کہو یا گواہی دو تو عدل اور انصاف کے ساتھ۔

﴿ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ﴾ اگرچہ وہ شخص تمہارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو، اگر قریبی رشتہ دار کا معاملہ ہو تب بھی میزانِ عدل میں جُھکاؤ کا پہلو ظاہر نہ ہو۔ ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا ﴾ اور یہ میری راہ ہے سیدھی۔ ﴿ فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ پس متابعت / پیروی کرو اس راہ کی۔ ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ﴾ اور اختیار نہ کرو پراگندہ راہیں مختلف دینوں کی۔ ﴿ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ ﴾ پھر وہ راہیں جدا کر دیں گی اور دور ڈال دیں گی۔ ﴿ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ اس کے راستہ سے یعنی راہِ حق سے۔ گویا بتایا جا رہا ہے رسول اللہ ﷺ کا راستہ (دینِ محمدی) ہی اللہ کا ﴿ صِرَاطِ مُسْتَقِيْم ﴾ راستہ ہے اس سے اس بات کا علم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی وہ اساسِ محکم ہے جس پر اتحادِ ملت کا انحصار ہے اگر اس میں لغزش آئی تو تعمیر نشیمن ملت انتشار سے ہمکنار ہو جائے گی پھر انتشار سے بچنے کی کوئی اُمید / کرن نظر نہیں آئے گی۔ ﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یہ بات ہے۔

﴿ وَصّٰكُمْ بِهٖ ﴾ حکم کیا ہے اللہ نے اس کی حفاظت کا۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ تا کہ تم بچو گمراہی سے اور دوری حق سے، ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ دی ہم نے موسیٰ کو توریت / کتاب تَمَامًا واسطے پورا کرنے کرامت اور نعمت کے۔

﴿ عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ ﴾ اس شخص کے لئے جو خوب قیام کرے اس کے احکام پر۔ ﴿ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ اور بیان ہر چیز کا جو کام دین میں تفصیل کے طور پر بیان ہوا ہے۔ ﴿ وَهُدًى وَّرَحْمَةً ﴾ اور ہدایت اور رحمت کے لئے اس کے ذریعہ سے سب کی راہنمائی ہو اور ماننے والوں کے لئے رحمت ہو۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ ﴾ تا کہ وہ لوگ / شاید کہ بنی اسرائیل۔

﴿ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ ﴾ اپنے رَبّ کے ملنے پر یقین لائیں۔ قرآنِ حمید کا اعجاز اسلوب یہ ہے کہ جہاں قرآن کا ذکر ہوتا ہے وہاں توراۃ کا بھی ذکر بیان ہوتا ہے اور جہاں توراۃ کا ذکر آتا ہے وہاں قرآن کا بھی ذکر آتا ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

توراۃ کی یہ خوبی ہے وہ اپنے دَور کی ایک جامع کتاب تھی جس میں اس زمانے کی دینی ضرورت کی تکمیل و تفصیل بیان ہوئی ہے وہ بھی ہدایت اور رحمت کا موجب تھی، توراۃ کے نزُول کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا یہ عقیدہ مستحکم ہو جائے کہ ایک دن ہمیں مال اسباب، زر سب کچھ چھوڑ کر رَبّ کے رُوبرو پیش ہونا ہے جہاں اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

تشریح وتوضیحات آیت ١٥١ تا ١٥٤

آیت ١٥١ میں اظہار بیان یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے تم پر حرام کی ہیں یہ بلا واسطہ رَبِّ جلیل کا پیغام ہے اس میں کسی ظن اور باطل وہم وگمان کا کوئی دخل نہیں تا کہ تم ان سے اجتناب کرنے کا اہتمام اور انصرام کرو اور فضول اپنی جانب سے اللہ کی حلال چیزوں کو حرام کرتے نہ پھرو، جن باتوں اور چیزوں کو تم نے اپنے باطل خیالات فرسودہ تخیلات اور اوہام ظن وتخمین سے حرام کر رکھا ہے وہ درحقیقت حرام نہیں ہیں یہ ضرور ہے کہ حرام وہ اعمال اور ممنوعات ہیں جو صداقت اور حقیقت پسندی کے خلاف ہیں جن سے اللہ کے انبیاء اور رسولوں نے ہر دور میں مُتفقہ طور پر بنی نوع کو روکا ہے۔ آیت مذکورہ میں اس

Marfat.com

اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ سمجھو عرب کے مُشرکین کی طرح بُتوں کی پرستش مت کرو اور نہ اہلِ یہود و نصاریٰ کی طرح انبیاء کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہو اور نہ دوسرے لوگوں کی طرح فرشتوں کو ''دُخترِ خدا'' کے نام سے مُوسوم کرو اور نہ عہدِ جاہلیّت کے لوگوں کی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرامؒ کو صفتِ علم وقدرت میں اللہ کے مساوی قرار دو، شرک کی کوئی بھی قسم جو جلی خفی ہو اس میں مُبتلا نہ ہو۔ شرکِ جلی ہو یا شرکِ خفی دونوں سے احتیاط لازم ہے ''شرک ایک ایسا جرم ہے جس کی معافی نہیں اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کی معافی مختلف اسباب سے ہو سکتی ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دو اگر چہ تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں سولی پر چڑھا دیا جائے یا تمہیں زندہ جلا دیا جائے''۔ بروایت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ و حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اِس آیتِ مبارکہ میں شرک کو بڑا گناہ قرار دینے کے بعد بتایا گیا کہ والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو، اُن کے ساتھ اچھا رویّہ اور برتاؤ رکھو، والدین کی اطاعت کرو اُن کو ایذا نہ پہنچاؤ۔ اس میں لطیف اشارہ یہ بھی ہے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ ان کی فرمانبرداری کی جائے بلکہ جذبۂ خدمت سے نیازمندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُن کو راضی بہ رضا رکھنا ہے اور تقدّسِ احترام میں عجز و انکساری سے ان کے آگے ''سرِ تسلیم خم'' کرنا ہے چنانچہ آیت ۲۴ سورۃ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ سُبْحٰنَ الَّذِیْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

محبت اور عاجزی میں مہربان ہو کر اپنے دونوں بازو اُن کی خدمت کے لئے بچھا دو اور دعا کرتے رہو۔

شرک سے باز رہنے اور فرمانبرداری کرنے کا حکم اس آیت ۲۳ سورۂ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ سُبْحٰنَ الَّذِیْ میں وضاحت کے ساتھ آیا ہے ارشادِ ربّی ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ

''اور آپ ﷺ کے ربّ نے حکم دے دیا ہے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

گویا رُبوبیّت باری تعالیٰ کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ والدین کی فرمانبرداری لازمی اور ضروری ہے۔ تیسرا حکم جس کا حرام ہونا ان آیات میں بیان ہوا ہے وہ قتلِ اولاد ہے یعنی بتایا گیا کہ افلاس کے سبب مُفلسی اور غُربت کی وجہ سے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو، ہم تم کو رزق عطا کریں گے اور اُنہیں بھی۔ ''تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی آج'' کے مصداق آج ''خاندانی منصوبہ بندی'' اور ضبطِ تولید کی رسم دورِ جاہلیت کی یاد دلا رہی ہے۔ ایامِ جاہلیّت میں بے رحمی، سنگ دلی اور بَربریت کی یہ قبیح رسم چل پڑی تھی جس گھر میں لڑکی جنم لیتی تنگ دستی کے خوف سے، غیرت کے غلُو سے یا کسی کو اپنا داماد بنانے کے سبب زندہ درگور کیا جاتا۔ صد حیف! ظالم اور سنگدل لوگ اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کو ہلاک کر دیتے! کس قدر نشانِ عبرت کی ہے یہ داستان! ماں باپ کا یہ تصوّرِ باطل کہ ہم بچوں کو رزق دیتے ہیں کیا اُنہیں پتہ نہیں کہ اللہ کے ہی خزانہ غیب سے والدین کو بھی ملتا ہے اور اولاد کو بھی۔ قرآنِ حمید نے اِس رسم کو بھی مٹایا، یہ واضح طور پر بتایا گیا رزق پہنچانے کا کام دراصل تمہارا نہیں! یہ صرف اللہ کا کام ہے بھلا انسان کی کیا مجال کہ ایک ''خُوشہ گندم'' خود پیدا کریں یہ تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرت وحکمت ہے

Marfat.com

انسان کا تو بس اتنا کام ہے زمین رمٹی کو نرم کر دے اس میں اللہ کا دیا ہوا پانی پہنچائے اور پھر کہنے لگے۔

''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' اقبال

قتلِ اولاد کا جُرم اور سخت ہونا جو اس آیت مبارکہ میں واضح ہوا ہے وہ تو ظاہری قتل کر دینے اور ہلاک کرنے کے زُمرے میں بہ ظاہر آتا ہی ہے کیا غور و فکر اور گہرائی اور گیرائی کی نظر سے دیکھا جائے تو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ''اولاد کو تعلیم و تربیت نہ دینا، اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات سے لاعلم رکھنا، اولاد آخرت کی فکر سے بے خبر رہے وہ بد اخلاقی اور بے حیائی میں مُبتلا ہو جائے یہ غفلت بھی ایک جرم ہے جو قتلِ اولاد سے کم نہیں''۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع)

چوتھی بات جس کے حرام ہونے کا ذکر آیات میں ملتا ہے وہ بے حیائی کے اُمور ہیں بے حیائی کے قریب نہ پھٹکو خواہ کُھلے انداز میں ہو یا پوشیدہ طور پر، فحش جس کو اُردو زبان میں بے حیائی سے موسوم کیا جاتا ہے قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں یہ ''ایسے بُرے کاموں کے لئے مستعمل ہے جن کی بُرائی اور فساد کے بُرے اثرات کا دائرہ کار دور تک پہنچے''۔ (بحوالہ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن)

حافظ ابن کثیرؒ نے نہایہ میں یہی مفہوم بتایا ہے قرآنِ حمید نے بُرائی سے دوری کے لئے ایک حکمتِ عمل کا کُلیہ بتا دیا ہے چنانچہ سورۃ النحل پارہ ۱۴ رُبَمَا آیت ۹۰ میں پھر حکم ہوا:

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

''اور ظُلم و زیادتی سے روکتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے اُمید ہے کہ تم یاد رکھو گے۔''

اور وہ کُلّیہ کہ نماز کو قائم کیا جائے، آیت ۴۵ سورۃ عنکبوت پارہ ۲۱ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ ''بے شک نماز بُرائیوں سے اور بے حیائی سے روکتی ہے''۔

پانچواں حکم جس کا اِن آیات میں حرام ہونا مذکور ہے وہ قتلِ ناحق ہے گویا بغیر حکم شرعی کے کسی بھی انسان کا قتل اور ہلاکت صرف ایک انسان کا قتل ہی نہیں ہے بلکہ بنی نوع انسان کا قتل ہے، اس لئے خونِ ناحق سے اجتناب کرنا حد درجہ ضروری ہے البتہ جہاد میں یا مُجرم حدودِ شرعی میں ہلاک کیا جائے تو یہ فساد کے تدارک کے لئے ہے اور اللہ کے حکم سے ہے اس کے علاوہ کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ محض انسان کو قتل کرے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین اُمور میں۔

اوّل:...... یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کرے۔ دوئم:...... یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو اور اس کے قصاص پر مارا جائے۔ سوئم:...... یہ اپنا دین چھوڑ کر مُرتد ہو جائے۔ (بحوالہ بخاری شریف، مسلم شریف)

قصاص کے طور پر قتل جائز ہے اگر مقتول کے وارث معافی نہ دیں تو یہ قتل ضروری ہے چنانچہ آیت ۱۷۹ سورۃ البقرہ پارہ ۲ سَیَقُوْلُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

''اے عقل والو! یہ سمجھ کر کہ قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے تاکہ تم حدودِالٰہی کی پابندی کرو۔
''قصاص میں تمام لوگوں کی زندگی ہے'' کا مفہوم تو یہ ہوا کہ قاتل ہمدردی، پاسداری اور بے جا مروت کا مُستحق نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ربِّ جلیل نے حکم دیا ہے کہ تم دانش وخرد سے کام لو۔

آیت ۱۵۲ میں چھٹا حکم یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی حُرمت کے بارے میں ہے کہ یتیم کے مال کے قریب تک نہ جاؤ یتیموں کا مال بے جا خرچ نہ کیا جائے بلکہ احسن طریقہ سے اُن کا مال خرچ کیا جائے یہاں تک کہ وہ سنِ بلوغت تک پہنچ جائیں، ان کا مال ہو تو ان کی تربیت اور ضرورت کو مستحسن طور پر سرانجام دیا جائے جس یتیم کے کفالت کی ذِمّہ داری تم پر عائد ہے تو اس کی ہر طرح حفاظت اور خیر خواہی تم پر فرض ہوتی ہے، خیر خواہی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس قدر ایمان داری اور رواداری کا پاس رکھو کہ کسی کی طرف سے بھی تم پر اعتراض نہ کیا جاسکے یتیم کے مال میں بے جا تصرّف نہیں کرنا چاہئے ولی کو یہ اختیار ہے کہ وہ احتیاط واعتدال سے یتیم کا مال تصرّف میں لاسکتا ہے اور جب یتیم شعور وآگہی کی عمر تک پہنچ جائے اور اپنے فرائض کو سنبھالنے کی حد تک پہنچ جائے تو مال اس کے حوالے رسپرد کر دیا جائے۔ اپنی استطاعت، اَستعداد کے مطابق احکامات بُروئے کار لاؤ۔

ساتواں حکم ان آیات میں بتایا گیا کہ ناپ تول کو انصاف اور اعتدال سے پورا کرو، ناپ تول میں کمی بیشی کہ لیتے وقت پورا ناپ تول کر لینا اور مال دیتے وقت اِس میں تخفیف کر لینا انتہائی اخلاق سے گری ہوئی بات ہے بلکہ اس کو اخلاقی بیماری کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ قومِ شعیب میں یہی مرض تھا جو اُن کی تباہی کا سبب بنا۔ سورۃ المطففین آیت ۱ تا ۳ میں اس کا بیان آیا ہے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١﴾ بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔

اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣

''جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا بھر کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر وزن کر کے دیتے ہیں تو کمی کر کے اُن کا نقصان کرتے ہیں''۔

بتایا جارہا ہے اِن آیات میں کہ دینے کے الگ الگ اور لینے کے الگ الگ پیمانے رکھنا اس طرح سے کمی کرنا اخلاق مرض کی علامت ہے جس کا نتیجہ دین وآخرت میں تباہی ہے حدیثِ مبارکہ ہے ''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی کا غلبہ ہوتا ہے حکمرانوں کے ظلم کو مُسلّط کر دیا جاتا ہے''۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

آٹھویں بات ان آیات میں یہ مذکور ہے کہ عدل اور انصاف کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھا جائے اس کے خلاف کرنا حرام ہے کہو تو حق ہی کہو، حق گوئی اور بے باکی کو اپنا شعارِ عمل بناؤ اگرچہ وہ تمہارا اپنا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، گفتگو کسی سے بھی ہو حق وصداقت کا دامن مت چھوڑو جس قدر معلوم ہو صاف صاف بتادو، سچّی شہادت اپناؤ، کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنا ہو تو گواہوں کو شرعی اُصول پر جانچنے کی صَلاحیت رکھو اور رسمِ اُلفت کے نبھانے کے بجائے دوست اور دشمن کے مابین ''میزانِ عدل'' اختیار کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھوٹی گواہی شرک کے مُترادف ہے۔ (بحوالہ سنن ابوداود، ابن ماجہ)

Marfat.com

نواں حکم جو بیان ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا ہے اور عہد شکنی سے اجتناب کرنا ہے گویا عہد شکنی حرام ہے اللہ کے عہد میں یہ بھی عہد ہے کہ سچ بولو، اگر چہ اس کی زد تمہارے رشتہ دار پر پڑتی ہو اس کے عہد میں یہ بھی شامل ہے کہ ناپ اور تول کے پیمانے باہم پورے رکھو، اس کے عہد میں یہ بھی ہے کہ یتیم کے مال میں تصرّف بے جانہ کرو، اس کے عہد میں یہ بھی لازم ہے کہ بے گناہ جان کا تقدّس رکھو اور اصل ایفائے عہد تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اُلوہیت اور حاکمیّت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ کے عہد سے مُراد وہ ایفائے عہد بھی ہوسکتا ہے جو ازل سے ہر انسان سے لیا گیا جس میں تمام بنی نوع انسان کو بتایا گیا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ چنانچہ آیت ١٧٢ سورۂ اعراف پارہ ٩ قَالَ الْمَلَاُ میں ارشادِ ربّی ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم گواہی دے کر اقرار کرتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رَبّ ہے یہ بات اس لئے یاد دلا دی کہ روزِ قیامت نہ کہو کہ ہم کو اس بات کی خبر ہی نہیں تھی۔

اس سے پتہ یہ چلا کہ ہر انسان سے دنیا میں آنے سے قبل یہ عہد لیا گیا کہ اُن کا پروردگار صرف اور صرف اللہ ہے۔ دینِ توحید ہی انسانیت کا دین ہے شرک کو بعد میں باطل پرست لوگوں نے شیطان کے جھانسے میں آکر اپنایا اس لئے اُفتاد کے وقت یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ کوئی غیر اللہ بُرے وقت میں کام نہیں آتا، پھر مُشرک بھی اللہ کو ندا دیتا ہے۔ مَاحصل اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ کی مکمل فرمانبرداری کی جائے اِن باتوں کی نصیحت اس لئے کی گئی ہے تاکہ تم اس پر عمل پیرا ہو۔

آیت ١٥٣ میں دسواں حکمِ رَبانی یہ ہے کہ یہ راستہ / یہ دینِ محمدی میرا سیدھا راستہ ہے سو اس راہِ مستقیم کو اپناؤ اور دیگر راہوں پر چلنے کی ضرورت نہیں ہے یہ راستہ وہ واحد راستہ ہے اس کے سوا جس قدر راستے ہیں وہ اللہ کی راہ سے جُدا ہو جاتے ہیں یہ سیدھی راہ ہے اس کی پیروی کرو چنانچہ اس کی تلقین دعا کے انداز میں سورۂ فاتحہ میں آئی ہے۔ آیت ٦ میں ارشادِ ربّی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٦﴾　"اور ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا"۔

یعنی ہمیں اُس پر چلنے کی توفیق عطا فرما، استقامت دے تاکہ ہمیں اللہ کی رضا، منزلِ مقصود مل جائے یہ صراطِ مستقیم "الاسلام" جیسے حضورِ اکرم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور اب وہ قرآنِ حمید اور احادیثِ صحیحہ میں محفوظ ہے اب اپنا کام اس پر چلنا ہے جو کوئی اس راہ کو نہیں اپنائے گا وہ اللہ کی راہ سے بھٹک جائے گا قرآنِ مجید کے نزُول اور آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا منشاء تو یہ ہے کہ لوگ اپنے خیالات، افکار اور معاملات کو قرآن وسنت کے تابع کریں اور اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بسر کریں لیکن بدعت اور شُبہات کی رائیں اپنائی جا رہی ہیں جو گُمراہی کی علامت ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

اللہ نے تمہیں سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی ہے تاکہ تم میں پرہیز گاری آجائے۔ تقویٰ کی راہ ہی وہ راہ ہے جو انسان کو سیدھی سمت کی طرف لے جاتی ہے۔

آیت ١٥٤ میں اظہارِ بیان ابطالِ شرک کے بعد کلام مسئلہ نبوّت کی طرف ہے اے حبیب (ﷺ)! ہم نے صرف آپ کو ہی تنہا نبی نہیں بنایا بلکہ آپ ﷺ کے جلوہ فگن ہونے سے پہلے موسیٰؑ کو پیغمبر بنا کر کتاب توراۃ عطا کی جس میں اُن کی دینی

Marfat.com

ضروریات کے تمام اُمور وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے تھے اور وہ ہدایت اور رحمت وانعام کا مُوجب تھی۔ابن جریرؒ رقم طراز ہیں ''اِس میں اللہ کی جانب سے تکمیل نعمت تھی، اِس میں اُن کے لئے رَبّ کی طرف سے اعزاز اور شرف تھا اس وجہ سے اُنہوں نے احسان کی روش اپنائی اور اپنے رَبّ کی فرمانبرداری کی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر توراۃ نازل فرمائی تو ہر ضروری امر کو شرح وبسط سے بیان کیا اور ہدایت اور رحمت کے ابواب کھول دیئے تا کہ اس کو پڑھ کر، سمجھ کر لوگ رَبّ کی ملاقات پر ایمان لائیں۔باری تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے حضور جواب دہ سمجھنا اور ذِمّہ داری کے ساتھ زندگی گذارنا ہے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ خود بنی اسرائیل کو توراۃ کی عظمتِ حکیمانہ اور تعلیمات کا احساس ادراک ہوجائے پھر یہ بھی کہ عام لوگ اعلیٰ مقصد کے حصول میں اِس کا مطالعہ کریں اور نیک انسان کے نعمتِ ہدایت اور رحمت کے فیوض وبرکات دیکھ کر یہ احساسِ ان میں اُجاگر ہوجائے کہ انکارِ آخرت کی غیر ذِمّہ داری کے مقابلے میں وہ حیات ہر اعتبار سے بہتر ہے جو اقرارِ آخرت کی اَساس پر عمدہ طریق سے گذاری جائے اور یہ طرزِ عمل اور مطالعۂ حق اُنہیں انکار سے ایمان کی طرف لے آئے گا۔

آیت ۱۵۱ تا ۱۵۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم ہے، والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کا رویّہ رکھتے ہوئے اُن پر احسان کرو مُفلسی کے سبب اولاد کے قتل کے مُرتکب نہ بنو، بے حیائی کے طریقۂ کار سے اجتناب برتو، جب گفتگو کرنی ہو تو انصاف کی بات کرو! خواہ معاملہ قرابت داری کا ہی کیوں نہ ہو! تکمیلِ عہد کی پابندی کرو، زندگی کے معاملات آسان کرنے کے لئے کج رَوی سے حتی المقدور بچو، رسمِ جاہلیّت سے کنارہ کَش رہو، دین کی اساسی بُنیادی باتوں کے قوانین اور ہدایت اپنانے سے انسان کے ضمیر کو توحید کا نور اور رُشد وہدایت کی زندگی ملتی ہے دین کا راستہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے۔شرک ہر صورت کے اعتبار سے حرام اور ناجائز ہے۔

فحاشی کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں کوئی پاکیزہ خاندان معاشرہ چلا نہیں پاسکتا، فحاشی ظاہری ہو یا مخفی ہو اس کے لئے اسلام عفّت، اور پاکیزہ حسن وعمل کی دعوت دیتا ہے فحاشی زنا کی دعوت دیتی ہے۔فحاشی کا دائرۂ کار میں نمائشِ حُسن، بے پردگی، ہنسی مذاق، بے ہُودہ حرکات وسکنات، اختلاط مرد وزَن، پوشیدہ انداز میں اور عیاں انداز میں، دورِ جدید میں عارض وگیسُو سے، نگاہوں کے نشتر سے دعوتِ گُناہ دی جاتی ہے۔لَب ورُخسار کی جنبش گناہ کی طرف مائل کر دیتی ہے، بے حجابی آزارِ دل ہے عورتوں نے تہذیب نو کی معاشرت کو بگاڑنے میں اہم اندازِ فکر وگُناہ اپنائے ہوئے ہیں، عورت کا بے پردہ ہونا آج کل کے معاشرے میں عام ہے۔ عورت سے حجاب چھن گیا ہے اور مرد سے غیرت وحمیّت چھن گئی ہے۔چنانچہ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

بے پردہ کل نظر آئیں چند بیبیاں ☆ اکبر زمین میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا ☆ کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کی پڑ گیا

Marfat.com

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿١٥٥﴾

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے نازل کی ہے سو اس کی پیروری اختیار کرو اور اللہ سے ڈرو رپرہیز گاری اپناؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔(١٥٥)

اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ﴿١٥٦﴾

تا کہ یہ نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں کے مابین اُتاری گئی تھی اور ہم تو اس سے بے خبر تھے کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے۔(١٥٦)

اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ‌ ۚ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ‌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا‌ ؕ سَنَجۡزِى الَّذِيۡنَ يَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰيٰتِنَا سُوۡۤءَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡدِفُوۡنَ ﴿١٥٧﴾

تا کہ یہ نہ کہہ سکو کہ اگر کتاب نازل کی گئی ہوتی ہم پر تو ہم اور زیادہ ہدایت پانے والے ہوتے سو اب تمہارے پاس ربّ کی طرف سے صاف صاف روشن دلیل، رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آگئی ہے اب تم ہی بتاؤ بھلا اس سے بُرا کون ہوگا جو آیاتِ ربّانی کو جُھٹلائے اور اُن سے منہ پھیرے۔ ہم جلد ہی اِن لوگوں کو جو ہماری آیات سے اعراض اختیار کر رہے ہیں اس رُوگردانی طرزِ تغافل کی پاداش میں اُنہیں سخت سزا دیں گے۔(١٥٧)

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَوۡ يَاۡتِىَ رَبُّكَ اَوۡ يَاۡتِىَ بَعۡضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ‌ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ بَعۡضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنۡفَعُ نَفۡسًا اِيۡمَانُهَا لَمۡ تَكُنۡ اٰمَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ اَوۡ كَسَبَتۡ فِىۡۤ اِيۡمَانِهَا خَيۡرًا‌ ؕ قُلِ انْتَظِرُوۡۤا اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿١٥٨﴾

کیا اب یہ لوگ اس بات کے مُنتظر ہیں کہ اُن کے اُوپر فرشتے آئیں یا تمہارا پروردگار ہی آجائے یا آپ کے ربّ کی نشانیوں میں سے کوئی بڑی نشانی راور کوئی آیت آئے جس دن آپ کے رب کی کوئی نشانی نمودار ہوگی پھر کسی آدمی رجان کو ایمان لانا کام رفائدہ نہ دے گا۔ جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اُس نے اپنے ایمان میں کوئی اچھا نیک عمل نہ کیا ہو۔(اے حبیب ﷺ)! آپ کہہ دیجئے ایسے لمحات رگھڑی آنے کا تم بھی انتظار کرو ہم بھی ان ساعتوں کے مُنتظر ہیں۔(١٥٨)

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ‌ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿١٥٩﴾

بلاشبہ جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں جدا جدا راہیں تلاش کیں اور گروہ در گروہ ہو گئے رآپس میں پھوٹ ڈال کر بٹ گئے (اے نبی ﷺ)! اب آپ کا اُن سے تعلق ربط رواسطہ نہیں! اُن کا معاملہ اللہ ہی کے سُپرد رحوالے ہے پھر اللہ ہی اُن کو بتائے گا وہ کیا کچھ عمل سرانجام دیتے رہے ہیں۔(١٥٩)

الفاظ ومعانی آیت ١٥٥ تا ١٥٩

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ اور یہ کتاب قرآنِ حمید ہے اُتاری ہے ہم نے یہ بڑے نفع کی ہے اس میں دین و دنیا کی برکتیں اور بھلائیاں ہیں۔﴿ فَاتَّبِعُوۡهُ﴾ پس پیروی کرو اس پر عمل پیرا رہو۔﴿ اِتَّبِعُوۡهُ﴾ اتباع سے امر جمع مذکر حاضر۔ ضمیر واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔﴿ وَاتَّقُوۡا﴾ اور تم ڈرو اس کی مخالفت سے۔﴿ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾ تا کہ تم پر رحم کیا جائے

اس کی متابعت کے سبب سے۔ ﴿ وَاِنْ كُنَّا ﴾ اور یہ کہ ہم۔ ﴿ عَنْ دِرَاسَتِهِمْ ﴾ اس کے پڑھنے سے دِراسة، درس، یَدرسُ سے، مَصدر مضاف ہے قواعد کے لحاظ سے۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ (بحوالہ قامُوس القرآن)

﴿ لَغٰفِلِيْنَ ﴾ بے خبر، یعنی ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا پڑھتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ کتاب ہماری زبان میں نہیں ہے قرآن کو بزبانِ عربی اُتار کر اِس عذر کو ختم کر دیا گیا۔ ﴿ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ پس تمہارے پاس واضح دلیل ربّ کی طرف سے آئی یعنی قرآن کو تمہاری زبان میں اُتارا۔ ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ ﴾ پھر کون شخص ہے بڑا ظالم۔

﴿ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ﴾ اس شخص سے جو جھوٹ جانے آیاتِ ربّانی کو، تکذیب اور اعراض کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ ﴿ وَصَدَفَ ﴾ اُس نے منہ موڑا اور اس نے پہلوتہی کی فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قامُوس القرآن) صَدَفَ کے معنی سخت رُوگردانی کرنے کے ہیں۔ ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ﴾ کیا یہ لوگ راہلِ مکّہ ایمان لانے میں اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے اُن کی رُوح قبض کرنے کو پہنچیں۔

﴿ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ ﴾ یا خود تمہارا پروردگار آئے یعنی قیامت واقع ہو جائے اور وہ باری تعالیٰ کے رُوبرو پیش کیے جائیں ان آیات سے علامات قیامت مُراد ہیں ان نشانیوں میں دجّال اور دابة الارض کا نکلنا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول اور امام مہدی کا ظُہور، یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا اور مغرب سے سورج کا طلوع ہونا ہے۔ ﴿ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ﴾ جس دن آئیں گی بعض نشانیاں تیرے ربّ کی، نشانیاں سامنے آجانے کے بعد درِ توبہ بند ہو جائے گا جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا اب ایمان لائے گا تو اس کا ایمان مقبول نہیں ہوگا اور اس وقت کا ایمان اضطراری ہوگا تو اسی سبب سے ﴿ لَا يَنْفَعُ ﴾ نہ فائدہ کرے گا۔ ﴿ نَفْسًا ﴾ کسی جان کو۔ ﴿ اِيْمَانُهَا ﴾ ایمان اُس کا۔

﴿ لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ نہ تھا ایمان لایا ہوا مِنْ قَبلُ اس سے پہلے اور آج ایمان لاتا ہے اور نہ کی تھی ایمان کے ساتھ نیکی۔ بعض مُفسرین کا خیال ہے خیر سے اخلاص مُراد ہے جس طرح کافر کا ایمان اُس دن فائدہ نہ دے گا اسی طرح بے اخلاص آدمی یعنی منافق کا ایمان اُس روز سودمند نہ ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر قادری از مولوی فخر الدینؒ)

امام حسن بصریؒ نے کہا کہ ''مغرب سے سورج نکلنے سے پہلے جو شخص ایمان نہ رکھتا تھا اور اس نے خیر نہ کی ہوگی جب یہ نشانی دیکھ لے گا پھر نیک عمل کرے گا وہ قبول نہ ہوگا''۔

معالم التنزل میں لکھا ہے کہ اس دن نہ کافر کا ایمان قبول ہوگا اور نہ فاسق کی توبہ''۔ ﴿ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴾ (اے حبیب ﷺ) کہہ دیجئے انتظار کرو ان نشانیوں کا ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ ﴿ انْتَظِرُوْٓا ﴾ تم راہ دیکھو۔ اِنتظارٌ سے فعل امر جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ ﴾ جن لوگوں نے پراگندہ کیا اپنا دین، بعض تو انبیاء اور بعض کتابوں پر ایمان لے آئے اور بعض تو کافر ہو گئے۔ ﴿ وَكَانُوْا شِيَعًا ﴾ اور وہ ہو گئے گروہ در گروہ جیسے یہود اُن کے اکہتر (٧١) فرقے تھے اور نصاریٰ جن کے بہتر (٧٢) فرقے تھے۔ شِیَعًا کے معنی گروہ بندی اور فرقے ہیں۔ ﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ﴾ سوائے اس کے کہ ان کا کام باری تعالیٰ کے سپرد ہے۔ ﴿ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ پھر وہی اُن کو بتائے گا کہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اِس آیتِ مبارکہ میں غلط روش اپنانے کا اللہ کے رسول سے کوئی تعلق نہیں ہے اِس بارے میں اللہ جلّ شانہٗ نے

Marfat.com

فیصلہ کیا ہے کہ روزِ قیامت میں وہی اُن کو سزا دیں گے۔ باری تعالیٰ اُن سے حساب لینے والا ہے اِن تمام اُمور و معاملات کا جو وہ کرتے ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ١٥٥ تا ١٥٩

آیت ١٥٥ میں اظہارِ بیان ہے کہ اور اب یہ کتاب قرآنِ حمید فیض برکت و رحمت ہے، اس میں دین و دنیا کی برکتیں اور انعامات ہیں کتبِ سابقہ کا دور اختتام پذیر ہوا۔ وہ بھی ربِّ جلیل کی نازل کردہ کتابیں تھیں اُن کا انکار نہیں کیا جائے گا مگر اُن پر عمل کا دور بیت چکا۔ اب تو برکت کا منبع نورِ قرآنِ کریم کی پیروی میں مُضمر ہے اب اللہ کی عظمت دل و جان سے کی جائے تا کہ رحم کے مستحق بنو جو لوگ آخرت پر یقین کامل رکھتے ہیں وہ اِس کتاب پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اُن کی صفت یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، یہاں لفظ مُبارک اسلامی نظریہ نظام ہائے زندگی کی ہمہ گیری کا مظہر ہے حکم دیا جا رہا ہے کہ اس شرعی نظام زندگی کی فرمانبرداری اختیار کرو، اللہ کی رحمتِ کاملہ پانا ہے تو اس کتاب کی پیروی کو اپنا شعار اور معیارِ زندگی بناؤ۔ اب اَتمام حجت کو منسوخ اور باطل کر دیا گیا، زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کی بابت ہدایات اس میں موجود نہ ہوں اس کتاب کی اتباع کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

آیت ١٥٦ میں وضاحت کے ساتھ مُشرکین سے خطاب ہے کہ تمہاری ہدایت اور راہنمائی کی خاطر یہ کتابِ رُشد و ہدایت نازل کی گئی ہے، کہیں تم یہ نہ کہنا کتابیں تو صرف یہود اور نصاریٰ پر اُتاری گئی تھیں یہ کتاب، حکمت و دانائی اس لئے نازل کی گئی ہے کہ یومِ قیامت تم اپنی کُوتاہیوں، گمراہیوں اور ضَلالت کے سبب یہ عذر نہ کرو کہ اللہ کی طرف سے کتابیں صرف یہود اور نصاریٰ پر آئیں تھیں جنہیں ہم پڑھنے سے قطعی قاصر تھے، بے خبر تھے اس لئے ہم ایمان نہیں لائے۔

آیت ١٥٧ میں اظہارِ بیان ہے کہ اگر ہمارے پاس ہماری زبان میں کتاب اُترتی تو ہم ضرور ایمان لاتے اور ہدایت پاتے، اب تو کتاب ہمارے پاس آگئی ہے اور رسول ﷺ بھی جلوہ فگن ہو گئے ہیں یہ رسول ﷺ تو تمام جہاں والوں کے لئے نورِ ہدایت لے کر آئے ہیں لوگ جس تاریکی اور ظلمت میں ڈوبے ہوئے ہیں اُن کے لئے یہ سرچشمۂ نور و دلیلِ روشن ہے اور جن مصیبتوں سے یہ دوچار ہیں اُن سے نجات کے لئے باعثِ رحمت ہے دنیا کے لئے اور آخرت کے لئے۔ اب تم خود ہی بتاؤ تو سہی! اس سے زیادہ زیاں کار اور ظالم اور کون ہے؟ ایک تو تم اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے، کتراتے ہو، گریز کرتے ہو۔ دوسری سِتم ظریفی تمہاری یہ کہ تم دوسروں کو بھی ایمان قبول کرنے سے روکتے ہو، یہ کتاب تو سیدھی ہدایت اور فلاح کی دعوتِ فکر دیتی ہے اور تم ایسے سِتم گر ہو کہ بہ نفس نفیس خود اور دیگر لوگوں کو اس کتاب کی سَعادت و برکت سے محروم کر رہے ہو اور جو لوگ ہماری آیات سے بے اعتنائی برتتے ہیں ان آیات سے موڑتے ہیں وہ بدترین سزا پائیں گے۔

آیت ١٥٨ میں بتایا جا رہا ہے کہ قرآنِ حمید کا نازل ہونا اور بعثتِ خاتم النبیین ﷺ اِس قدر روشن دلائل ہیں۔ اب ان کم نصیبوں کو اس پر ایمان کامل لانا نصیب نہیں ہوا تو کیا وہ ساعتِ قیامت کے منتظر ہیں کہ موت کا فرشتہ آئے اور ان کی رُوح کو قبض کرے، قیامت بَرپا ہو جائے خود باری تعالیٰ کُرسی عدالت پر جلوہ فگن ہو ایسے وقت میں کافروں نے مان بھی لیا تو کیا

Marfat.com

حاصل۔ اس وقت ایمان کا قبول کر لینا کوئی سُود مند نہیں ہو گا اب تسلیم کرنے کا کیا حاصل! چنانچہ اِس مفہوم کو آیت ١٨ سورۂ محمد پارہ ٢٦ حٰمٓ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿١٨﴾

''تو کیا یہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ اُن کے پاس اچانک آجائے اُس کی نشانیاں اور علامات تو آچکی ہیں جب قیامت کی گھڑی اُن پر آجائے گی تو اُن کو اُس وقت نصیحت مان لینے سے کچھ فائدہ نہ ہو گا آثارِ قیامت کی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد اہلِ کُفر توبہ کر لیں اور ایمان قبول کر لیں تو بھلا اس سے کچھ نفع نہیں''۔

بتایا جا رہا ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! آپ اِن نہ ماننے والوں سے کہہ دیجئے! اللہ کی اتمامِ حجت دلیل پوری ہونے کے بعد اگر تم منتظرِ قیامت ہو تو انتظار کرو تمہارے ساتھ اللہ کیا معاملہ کرتا ہے۔ ہم بھی اس کا انتظار کرتے ہیں۔

آیت ١٥٩ میں اظہارِ بیان ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا، فساد برپا کر کے آپس میں تقسیم ہو گئے ان کا تعلق باہم حضرت محمد ﷺ سے نہیں رہا، یہ بڑی اندوہناک خبر ہے جو لوگ اصل دین میں نئی نئی راہیں تلاش کر کے فرقہ بندی کا شکار ہو جاتے ہیں اور بدعت میں گرفتارِ بلا ہو جاتے ہیں وہ ضلالت کے سبب رسول اللہ ﷺ کی شفقت اور نظرِ عنایت و کرم سے بھی محروم ہو جاتے ہیں یہ اتنی تکلیف دہ اور اتنی بڑی مصیبت ہے کہ جس کا کوئی مداوا نہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کا معاملہ باری تعالیٰ کے سپرد ہے۔ ❶ مسلمان پر لازم ہے بدعت اور تفرقہ بازی سے اجتناب کرے۔ ❷ اور دین میں، استحکام دین کی خاطر متحد رہے معمولی معمولی باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہئے تا کہ اُمّت کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے دین میں اُلجھن شرک کرنے اور بدعت اپنانے سے ہوتی ہے۔ ایسا کرنے سے توحید و رسالت کے عقائد میں تفاوُت پیدا ہوتا ہے اور فرقے معرضِ وجود میں آجاتے ہیں اور ہر فرقہ گرُوہ بندی میں منقسم ہو جاتا ہے جو ایک اچھی علامت نہیں ہے۔ جو فردو بشر اصل دین کی پیروی کر رہا ہے اس کے لئے ناگزیر ہے کہ اِن تمام تر گرُوہ بندیوں سے دُور ہو جائے اور ایک ہی راستہ صراطِ مستقیم کو اپنائے۔

آیت ١٥٥ تا ١٥٩ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

قرآنِ کریم میں دین و دنیا کی برکتیں، رحمتیں اور بھلائیاں ہیں، اِس کتاب میں زندگی کے تمام تر اُمور کی تفصیلات موجود ہیں، زندگی کا کوئی گوشہ، کوئی پہلو، ایسا نہیں جس کی بابت، اس میں ہدایات نہ پائی جاتی ہوں یہ اس لئے کہ تم خود اپنے لئے قانون وضع کرنے کے محتاج ہو جاؤ قرآن کے احکامات پر عمل کو اپنی حیات کا ''سرمایۂ حیات سمجھو''۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں پیغام دے کر بھیجا گیا اور جب آخری رسالت دُنیا کو ملی تو محمد ﷺ کو تمام اقوامِ عالم کی طرف جلوہ فگن کیا حضور ﷺ تمام انسانوں کے لئے آخری رسول ہیں ان کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا۔

---

❶ ......وہی کچھ بتائے گا اُنہوں نے کیا کچھ عمل کیا ہے؟ ''وہی کچھ بتائے گا'' کا مفہوم یہ ہے کہ عمل کے مطابق جزا اور سزا دینا ہے۔

❷ ......آیت ١٠٣ سورۂ آلِ عمران پارہ ٤ لَنْ تَنَالُوْا میں ارشادِ ربّی ہے: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا'' ''اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو سب ساتھ مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو'' سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہو کا سبق دے کر واضح کر دیا کہ نجات بھی اِس اصول پر ہے اور اتحاد بھی اسی اصول پر قائم ہو سکتا ہے اور رہ سکتا ہے۔

Marfat.com

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۶۰

جوکوئی ایک نیکی لائے تو اس کے لئے دس گنا اجر ہے اور جوکوئی بُرائی/بدی لے کر آئے گا تو اس کے لئے مساوی/برابر ہی قصور کی سزا ملے گی اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۱۶۰)

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۶۱

(اے حبیب ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! میرے ربّ نے مجھ کو ہدایت دی، سیدھی راہ کی وہ ہی ایک مضبوط اور قائم رہنے والا دین ہے یہ طریقہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے جو باطل سے جُدا ہو کر صرف حق کی طرف مائل تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ (۱۶۱)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۲

(اے حبیب ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! بے شک میری نماز، میری قربانیاں/عبادات اور میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔ (۱۶۲)

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۶۳

کوئی شریک نہیں اُس کا اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اطاعت کے لئے سرِ تسلیم خم کرنے والوں میں مسلمان ہوں۔ (۱۶۳)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۶۴

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو معبود برحق بنانے کے لئے تلاش کروں، حالانکہ وہی مالک ہے ہر چیز کا اور جو کوئی گناہ سرزد کرتا ہے سو وہ اسی کے ذمّہ پر ہے/اس قصور کا وبال اسی پر پڑے گا اور کوئی بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا، پھر تم سب کو اللہ کی طرف پلٹ/لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں بتائے گا جن اُمور پر تم اختلاف کرتے تھے۔ (۱۶۴)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۗ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۵

اور وہی اللہ ہے جس نے تمہیں زمین پر نائب/اپنا خلیفہ بنایا اور تم میں سے ایک دوسرے کو درجوں میں فوقیت دی تاکہ تمہیں آزمائے اُس چیز میں جو تمہیں عطا کی ہے/اپنے دیئے ہوئے حکموں میں بے شک! آپ (ﷺ) کا ربّ جلد عذاب دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان/رحم کرنے والا ہے۔ (۱۶۵)

الفاظ و معانی آیت ۱۶۰ تا ۱۶۵

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ اور جو کوئی آئے ساتھ نیکی کے یعنی نیکی کرے تو اس کے واسطے وہی حصے ہیں مانند اس کے دس نیکیاں ہیں۔ بحر الحقائق میں تحریر ہے: ”(۱) ایک نیکی عدم سے موجود کرنا۔ (۲) دوسری اچھی ترکیب پر پیدا کرنا۔ (۳) ترتیب۔ (۴) رزق۔ (۵) رسولوں کو بھیجنا۔ (۶) کتابوں کا نزول۔ (۷) نیکیاں اور بُرائیاں بیان کرنا۔ (۸) توفیق۔ (۹) اخلاص۔ (۱۰) نیکی قبول کرنا“ جب تک یہ دس نیکیاں پیدا نہ ہو جائیں اس وقت تک کوئی شخص کوئی نیکی کر ہی نہیں سکتا۔ جو

شخص ایک نیکی کرتا ہے دس نیکیوں کا ثواب پاتا ہے۔ ﴿حَسَنَۃِ﴾ نیکی، خوبی، بھلائی، نعمت۔ (بحوالہ قامُوس القرآن)
﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ اور جو کوئی ساتھ لائے بُرائی یا بُرے کام، پس جزا نہ دیا جائے گا مگر مانند اس کے ایک کے بدلے ایک۔ ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ اور جو نیکی یا بدی والے ہیں ظلم نہ کئے جائیں گے ثواب کی کمی اور عذاب کی زیادتی کے سبب اس آیت میں آخرت کی جزا اور سزا کا ایک مکمل ضابطہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص نیکی کرے گا اس کو دس گُنا اجر ملے گا اور جو ایک گناہ کا مُرتکب ہو گا اُس کا بدلہ صرف ایک گناہ کے برابر ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری شریف، مسلم شریف) اور نسائی اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا ربّ رحیم ہے جو شخص کسی نیک کام کرنے کی نیت کرے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے خواہ عمل کرنے کی نوبت نہ آئے اور پھر جب وہ اس کام کو کرلے تو دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں جو شخص کسی گُناہ کا ارادہ کرے مگر اس کے بعد اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے بھی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور گُناہ سرزد ہو جائے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ ﴿بِالسَّيِّئَةِ﴾ بُرائی، گُناہ۔ سیئہ اور حسنہ کی دو قسمیں ہیں شرعًا ناپسندیدہ اور پسندیدہ اور طبعًا ناپسندیدہ، پسندیدہ قرآن حکیم میں ان دونوں کا استعمال ہوا ہے۔ (بحوالہ مفردات)

آپ کہہ دیجئے اے محمد! (ﷺ) اس قوم کو جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا۔ ﴿اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ﴾ بالیقین ہدایت دی میرے رَبّ نے۔ ﴿هَدٰىنِيْ﴾ اس نے مجھے دکھایا سیدھا راستہ هِدَایَۃٌ فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔
﴿اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ طرف راہِ راست کے، اس میں اشارہ لطیف یہ ہے کہ میں نے اپنے خیالات اور آبا وَاجداد کے رسم ورواج کے تابع ہو کر یہ راستہ اپنایا بلکہ راستہ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے اور اس کی شان رَبوبیّت اِس بات کی مُتقاضی ہے کہ وہ درست راہِ ہدایت بتائے۔ ﴿دِيْنًا قِيَمًا﴾ یعنی مضبوط، مستحکم، درست دین۔
﴿مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ﴾ کہ وہ ملّتِ ابراہیم ہے احوالِ حال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب ادیان سے اس دین کی طرف مائل تھے کہ وہ توحید باری تعالیٰ ہے اس میں لفظ قِیَمٌ مصدر ہے، قیام کے معنی میں آتا ہے۔
﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ اور وہ نہ تھے مُشرکین میں سے یعنی بُت پرستوں اور یہود و نصاریٰ میں سے۔ موجودہ فرقوں میں سے یہودی اور نصرانی اور مُشرکینِ عرب آپس میں خواہ کسی قدر میں مختلف ہوں وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت اور امامت پر متفق ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو غیر اللہ کی عبادت سے اپنے آپ کو دُور رکھا اور شرک سے اُنہیں نفرت تھی جب کہ دیگر لوگ شرک میں مُبتلا ہو گئے تھے۔ ستم ظریفی تو دیکھئے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور مُشرکینِ عرب نے تو پتھر کے ہزاروں صنم کو خدائی شریک جان لیا، کسی کو اب اس بات کا استحقاق نہیں رہا کہ وہ ملّتِ ابراہیمی کا پیرو ہے البتہ یہ حق صرف اور صرف مسلمان کو حاصل تھا جو شرک اور کُفر سے دُور بھی ہے اور بیزار بھی ہے ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ﴾ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! کہ بے شک نماز میری ﴿وَنُسُكِيْ﴾ اور قربانی میری یا میرا حج (نُسُک کے معنی قربانی کے ہوتے ہیں اور حج کے ہر رُکن فعل کو نُسُک سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اعمالِ حج کو مناسکِ حج کہتے ہیں یہ لفظ عبادت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔) ﴿وَمَحْيَايَ﴾ میرا جینا اور زندگی میں یعنی زندگی کے جس کام پر ہوں۔ اسمِ مفرد واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿وَمَمَاتِيْ﴾ اور وہ چیز جس میں میرا مرنا ہوا طاعت اور ایمان ﴿لِلّٰهِ﴾

Marfat.com

سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔﴿ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا یہاں پر نماز اور تمام عبادت کا حق سبحانہٗ تعالیٰ کے لئے ہونا واضح ہے اِس میں شرک وریا کسی کا بھی تعلق نہیں! گویا اقرارِ حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے دائرۂ قدرت میں ہے تو حیاتِ جاودانی کے اعمال اور عبادات بھی اِسی ذاتِ واحد کے لئے لازم اور مختص ہیں۔

﴿ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ﴾ کوئی شریک نہیں اُس کی ذات میں یعنی میں اپنی عبادات میں کسی اور کو اللہ کا شریک نہیں کرتا بُت پرستوں کی طرح۔ اور قربانی اللہ کے نام پر کرتا ہوں کسی غیر اللہ کے نام پر نہیں۔

میں برملا اظہارِ حق کرتا ہوں لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ میں حاضر ہوں اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں ان کلموں سے اپنے آپ کو اور اپنے کاموں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یعنی جو کچھ کرتا ہوں اور کہتا ہوں اور رکھتا ہوں اللہ کے واسطے ہے۔

﴿ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ ﴾ گویا مجھے باری تعالیٰ کی طرف سے اسی قول وقرار اور اخلاصِ عمل کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار مسلمان ہوں، ہر اُمّت کا پہلا مسلمان خود بھی وہ نبی یا رسول ہوتا ہے جس پر وحی رِشریعت کا نزول ہوتا ہے۔ جب اہلِ کُفر نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس اَمر میں مُبالغہ کیا کہ ہمارے دین کی طرف رجوع کرو تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا ﴾ اے محمد (ﷺ!) کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے سواڈھونڈوں کوئی اور رَبّ اور عبادت میں اسے شریک ٹھہراؤں۔﴿ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ اور حال یہ ہے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے سب چیزوں کا تو ماسوا اُس کے مخلوق اور مربوب ہیں اور مربوب رَبوبیّت کے واسطے سزاوار نہیں ہوتا ہے۔﴿ اَبْغِيْ ﴾ میں تلاش کروں بَغی سے فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے لحاظ سے۔﴿ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ﴾ اور نہیں کماتا کوئی نفس بُرائیوں میں سے۔﴿ اِلَّا عَلَيْهَا ﴾ مگر وبال اُس کا اُسی پر پڑتا ہے۔ ولید بن مغیرہ عرب کے سردار سے مخاطب ہو کر کہتا تھا تم میری متابعت کرو تمہارے گناہ میری گردن پر ہیں تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ ﴾ اور نہ اُٹھائے گا کوئی اُٹھانے والا۔﴿ وِزْرَ اُخْرٰى ﴾ بوجھ گناہ دوسروں کے یعنی ہر ایک اپنے ہی گناہ کا عذاب پائے گا رکھینچے گا۔﴿ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ ﴾ پھر تمہارے رَبّ کی طرف۔﴿ مَّرْجِعُكُمْ ﴾ پھر جانا تمہارا رجوع ہونا اللہ کی طرف۔﴿ فَيُنَبِّئُكُمْ ﴾ پھر تمہیں آخرت میں جزاء دے گا رِبتائے گا۔

﴿ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ جن جن باتوں پر تم اختلاف کرتے تھے۔ دنیا میں وہ چیز اُمورِ دینیہ میں سے ہے اس کا حق اور باطل ہونا تم پر ظاہر کر دے گا۔ اِس آیتِ مبارکہ کے مطالعہ سے سبق مِلا کہ قیامت کے معاملہ کو گیتی کائنات کے رنگ وبُو میں قیاس نہ کرو یہاں کوئی آدمی جُرم کا ارتکاب کر کے کسی دوسرے کے ذِمّہ ڈال سکتا ہے خصوصاً دوسرا بھی راضی ہو مگر اللہ کی عدالت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں وہاں ایک کے گناہ میں دوسرے کی سَرزنش نہیں ہوگی مَاحصل بات کا یہ کہ زبان کو قابو میں رکھ کر کج بحثی سے بچو اور اپنے انجام کی فکر میں مُنہمک رہو۔ سب کو آخر کار اپنے رَبّ کی طرف جانا ہے۔﴿ وازرۃ ﴾ پُشت پر بوجھ اُٹھانے والا آدمی وِزْر مصدر سے اِسم فاعل واحد مؤنث۔﴿ وِزْر ﴾ گناہ کا بوجھ اسم مفرد۔ اَوْزَار جمع۔

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ ﴾ اور وہ ہے جس نے کہ تمہیں بنایا اے لوگو!۔﴿ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ ﴾ جانشین زمین میں۔ خلائف خلیفہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کسی کا قائم مقام گویا آپ کو اے محمد! (ﷺ) اگلی اُمّتوں کا خلیفہ کیا۔

Marfat.com

﴿ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ﴾ اور بلند کیا بعضے کو تم سے بعض پر اور درجوں میں بزرگی اور مال داری وغیرہ دی، تم میں سے کوئی مُفلس ہے، کوئی صاحبِ ثروت، کوئی باعزّت وپُروقار ہے اور کوئی رُسوا اور ذلیل۔ ﴿ لِيَبْلُوَكُمْ ﴾ تاکہ تمہیں آزمائے۔ ﴿ مَآ اٰتٰكُمْ ﴾ اس میں سے جو کچھ دیا، تاکہ جاہ ومال سے مال داروں کا شکر اور فقیروں کا صبر کھل جائے تاکہ پتہ چل جائے اس میں تمہارا کیا عمل پوشیدہ ہے شکر گزاری اور اطاعت کا، شکر اور ناشکری کا۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ ﴾ بے شک آپ کا ربّ۔ ﴿ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ﴾ جلدی عذاب کرنے والا ہے۔ ﴿ وَاِنَّهٗ ﴾ اور بے شک وہ۔ ﴿ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ البتہ بخشنے والا مہربان ہے شکر گزاروں اور صابروں پر۔

تشریح وتوضیحات آیت ١٦٠ تا ١٦٥

آیت ١٦٠ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ یہ باری تعالیٰ کی شانِ کریمی کا اعجاز ہے کہ ہر نیکی پر کم از کم دس گُنا اجر وثواب دیا جاتا ہے اور زیادہ جس قدر باری تعالیٰ کا کرم خاص ہوجائے ہر وہ اَمر جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لئے کیا جائے نیکی میں شمار ہوتا ہے اور اگر کسی سے گناہ سرزد ہوگیا تو گناہ کے مُرتکب کو صرف اپنے جُرم کے مطابق سزا دی جائے گی کسی پر کوئی ظُلم نہیں کیا جائے گا نہ کسی کے نیک عمل کے صلے میں تخفیف کا امکان ہے نہ کسی کے فعلِ بد سرانجام دینے میں اس سے زائد سزا کا اِحتمال ہے۔

آیت ١٦١ میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سیدھے رستے سے ہمکنار کردیا ہے نزُولِ وحی کا فیض زندگی کی بہترین راہیں اور نعمتیں عطا کررہا ہے، عقائد سے لے کر اعمال کی حد تک، زندگی اور لحد کی منزل طے کرنے تک ہر بات کا اِدراک اور حکمت دانائی کا اندازہ سکھا دیا ربتا دیا اور دعوتِ توحید قبول کرنے کے بعد انسان عقل وخرد سے ایسے کام کرسکتا ہے جس سے روشن طرزِ زندگی کا عمل بطریقِ اَحسن پورا ہوسکتا ہے جس کی اساسِ عمل سیدنا ابراہیم ؑ نے رکھی تھی جو اخلاص کے ساتھ باری تعالیٰ سے ہی وابستہ تھے اور وہ شرک کرنے والے نہ تھے وہ یکسو ہوکر دعوتِ توحید کے داعی تھے۔ حضرت ابراہیم ؑ مُشرک وبُت پرست نہ تھے، مُشرکین کا یہ کہنا کہ وہ ملّت ابراہیمی پر قائم دائم ہیں باطل پر مبنی ہے۔

آیت ١٦٢ میں خطاب محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے ارشاد ہورہا ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے میری جسمانی اور مالی عبادات اور میری قربانیاں، میرا مرنا، میرا جینا سب اللہ کے لئے ہے، باری تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا خالق اور مالک ہے اللہ کی رضا کے لئے سجدے میں سرِ تسلیم خم ہے میری ہر طرح کی نیازمندی اور عبادتوں کا ماحصل صرف اور صرف اللہ ہے اس کے ہر فیصلہ پر راضی بہ رضا ہوں، اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ صفات میں۔

آیت ١٦٣ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ میں سب سے پہلا مسلم ہوں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: "میری تخلیق سب اَنبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد"۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

چشمِ فلک نے دیکھا روئے زمین پر حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ایک بَشر کس احساسِ شدّت سے اللہ کی بات کو تسلیم کررہا ہے وہ کُفر جس کی تاریکی اور ظلمت روئے زمین پر بکھر رہی ہے وہ ختم ہونے کو ہے اب قلبِ انسان میں تجلّیات باری تعالیٰ کو روشن کرنے کے لئے نورِ مُجسّم محمد ﷺ مَبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے دعوتِ توحید دی اور یہی دعوت اُلوہیت تمام اَنبیاء ورسل نے

دی چنانچہ باری تعالیٰ نے آیت ۲۵ سورۃ الانبیاء پارہ ۱۷ اِقْتَرَبَ میں فرمادیا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

''اور آپ (ﷺ) سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف بھی یہی وحی اُتری کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں پس تم سب میری عبادت کرو''۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے آیت ۱۳۲ پارہ ۱ الٓمٓ میں ہے:

﴿ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''پس تمہیں موت اسلام پر آنی چاہئے''۔

آیت ۱۶۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا پروردگار بناؤں کیا وہ ہر چیز کا ربّ نہیں ہے؟ اور جو کوئی عمل سرانجام دیتا ہے یا گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ خود اس کا ذِمہ دار ہے کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اِس آیت میں مُشرکینِ مکّہ ولید بن مغیرہ کی اس بات کا جواب بتادیا گیا جو رسولِ اکرم ﷺ اور عام مسلمانوں سے اس بات کا اعادہ کرتے تھے کہ تم ہمارے دین میں داخل ہوجاؤ ''تو تمہارے تمام گناہ کا بار ہم اُٹھالیں گے'' یہ تو دَرحقیقت گُمراہی کی طرف نشان دہی ہے گناہ تو جس شخص سے سرزَد ہوگا اُس کے نامۂ اعمال میں دائرہ تحریر میں آئے گا اور وہی سزا کا ذِمہ دار ہوگا چنانچہ اِس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ ''یومِ قیامت کوئی شخص دوسرے کا بارِ گناہ نہیں اُٹھائے گا'' اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا پورا پورا اہتمام اور انصرام فرمائے گا جس نے جو کچھ کیا ہوگا اس کا صلہ پائے گا بہرنوع سب ہی کو ربّ ہی کے پاس رجوع ہونا ہے جہاں تمام معاملات حسن وعمل کا فیصلہ سنادیا جائے گا کج بحثی سے اِجتناب کرو اور اپنے انجام کی فکر کرو۔

اِس آیت میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ کا تم پر یہ فضل ہے کہ اس نے تمہیں حُکمران بنا کر تفویض اختیارات سے سرفراز کیا اور یکے بعد دیگرے اُس کا وارث بنایا کیا تمہیں اس بات کا ادراک نہیں ہے کہ زمین میں آباد ہونے والے تم پہلے لوگ نہیں ہوئے۔ گیتیِ کائنات رنگ وبُو میں تم سے قبل بھی لوگ آباد تھے، مگر وہ راہی عدم ہوگئے اور تمہیں یہاں کا جانشین بنادیا گیا تاکہ تمہاری اِس دنیا میں آزمائش کی جائے تمہیں خلیفہ بنایا گیا نائب ہونے کی صورت میں کیا تمہارا طرزِ عمل ہے تمہیں حکمت ودانائی کے اُمور بتائے گئے اب دیکھنا یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا دین نافذ کرتے ہو یا ایک حاکم ہونے کی صورت میں اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہو کہیں ظلم وبَربریّت کو اپنا کر اُن کے حقوق تو سَلب نہیں کرتے ہو ایک صاحبِ ثروت کے لئے اُس کا مال آزمائش ہے، ایک مُفلس کے لئے اس کے فقر کا امتحان ہے اِس امتحان میں کامیابی اور کامرانی کی کُلید تمہارے پاس ہے اور وقتِ آزمائش ہے، احساسِ فکر کا وقت ہے کون اپنی ذِمہ داری کس طرح سرانجام دیتا ہے، تمہیں بھی یہاں سے جانا ہے۔ باری تعالیٰ عذاب میں گرفتار کرنا چاہے تو کوئی دیر نہیں لگتی، ساعتِ رحمت وبرکت کو غنیمت جانو! درِ توبہ کھلا ہوا ہے باری تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا، ربّ کی اطاعت اپناؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحمتِ انعام سے نوازے گا۔

فالحمدللہ علی ذٰلک سورۃ الانعام ختم ہوئی

سلسلہ وار ترتیب ۷، ترتیب نزول ۳۹، آیات ۲۰۶، رکوع ۲۴

سُوْرَۃُ الاَعْرَاف ①

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی کل حروف ۱۴۰۱۰، کلمات ۳۳۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ①

(اے محبوب ﷺ)! (حروف مقطعات اَ لَ مَ صَ) (۱)

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ②

یہ کتاب جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے پس آپ (ﷺ) کے سینے میں کوئی تنگی / رکوئی جھجک نہ ہونی چاہئے اس کے نزول سے غرض یہ ہے کہ آپ (ﷺ) اس سے منکرین کو ڈرائیں اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ (۲)

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③

(اے لوگو!) پیروی اختیار کرو اُس کی جو تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے ربّ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں / سرپرستوں کی اِتباع نہ کرو! تم بہت ہی کم نصیحت پکڑتے / مانتے ہو۔ (۳)

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ④

اور کتنی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تباہ و برباد کر دیا / ہلاک کر دیا، پس رات کے وقت عذاب آیا، یا اس وقت جب وہ دوپہر کو استراحت / قیلولہ کر رہے تھے۔ (۴)

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑤

سو جب ان پر ہمارا عذاب ٹوٹ پڑا تو کوئی نہ تھی آہ و بکاء پس اس کے سوا وہ کچھ نہ کہہ سکے، یہی بولے، بے شک ہم ظالم تھے۔ (۵)

الفاظ و معانی آیت ۱ تا ۵

﴿ الٓمّٓصٓ ﴾ اس کے معنی تو باری تعالیٰ کے علم میں ہیں ربِّ جلیل اور اس کے رسول محمد ﷺ کے مابین یہ ایک راز ہے اُمّت کو اس کی ابلاغ نہیں دی گئی بلکہ اس کی جُستجو کو بھی منع کیا گیا۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

① ...... اس سورت کو اعراف اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی آیات ۴۶، ۴۷ میں اعراف اور اصحابِ اعراف کا تذکرہ ہے یہ سورت ہجرت سے قبل نازل ہوئی اس سورت میں زیادہ مضامین آخرت اور رسالت کے بارے میں ہیں اِس کا زمانۂ نزول وہی ہے جو سورۃ الانعام کا ہے اس سورت میں دعوتِ حق سے انکار اور بدعملی کرنے والوں کو اس کے نتائج سے آگاہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے اور پند و نصیحت کے ذریعہ غفلت میں کھڑے ہوئے لوگوں کو بیدار کرنے کی تلقین کی گئی ہے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد منافقانہ روش اختیار کرنا اور عہد توڑنا حق و باطل کو سمجھنے کے بعد باطل پرستش کا شعار اپنانے کا انجام ہے سورت کے آخر میں محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کو حکمتِ تبلیغ کے بارے میں بتایا گیا ہے تحمل اور صبر اور ضبط سے کام لینے کی تلقین ہے۔

اُن میں سے ہر ایک حرف لطیف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام کی طرف، بعض حروف ناموں پر دلالت کرتے ہیں اور بعض افعال پر، دراصل یہ یوں ہوگا۔ اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ وَاَفْصَلُ یعنی میں اللہ ہوں اور بیان کرتا ہوں یا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور حق کو باطل سے جُدا کرتا ہوں۔ ''تاویلات کاشی'' میں مذکور ہے کہ الف اشارہ ہے ذاتِ احدیت کی طرف اور لام عبارت ہے ذات سے صفت علم کے ساتھ، اور میم کنایہ ہے جامعیت سے، اسے معنیٰ محمدی سے موسوم کرتے ہیں اور صاد صورت محمدی ﷺ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ ''صَادَ جَبَلٌ بِمِلَّۃٍ عَلَیْہِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ'' اِس معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور حقائق سلمی میں کہا ہے کہ ''الف ازل ہے اور لام اَبد اور میم ازل اور اَبد کا مابین اور صاد اشارہ ہے ہر مُتصل کے اِتصال ❶ اور مُنفصل کے اِنفصال ❷ کی طرف حقیقت میں نہ اِتصال کو مجال گنجائش ہے اور نہ انفصال کو محل نمائش ہے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل مولانا فخر الدینؒ)

﴿ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ......الخ ﴾ یہ قرآن ایک کتاب ہے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے اُتاری گئی ہے۔

﴿ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ ﴾ پس چاہیے کہ اس کی وجہ سے آپ کا سینہ/دل میں تنگی نہ ہو اِس کی تبلیغ اور احکام پہنچانے میں کوئی امر خوف اور شاق نہ گزرے، لوگ اِس کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذا پہنچائیں گے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿ حَرَجٌ مِّنْهُ ﴾ لفظ حرج حـرجۃ سے اخذ کیا گیا ہے۔ حرج گھنی جھاڑیوں کو کہا جاتا ہے جس میں سے گذرنا، دشوار ہوتا ہے۔ (بحوالہ المنار) چونکہ مخالفتوں اور زحمتوں کے مابین اپنا راستہ صاف نہ پا کر انسان قدرے پریشان کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے حرج کو ''تنگیٔ دل'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

اِس جگہ تنگیٔ دل کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن اور احکام اسلام کو سن کر جو لوگ ایمان نہ لاتے تو آپ کی خاطرِ معصوم پر یہ بات گراں گزرتی۔ چنانچہ اِسی مضمون کو آیت ۹۷ سورۃ الحجر پارہ ۱۴ رُبَمَا میں بیان کیا گیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾

''اور اے محمد (ﷺ)! ہمیں یہ بخوبی علم ہے کہ اُن کی باتوں سے آپ ﷺ کا دل تنگ ہوتا ہے''۔

چنانچہ واضح کر دیا گیا کہ محمد ﷺ کا فرضِ منصبی تبلیغ کرنا اور دعوتِ دین و دنیا ہے جب آپ ﷺ نے اِس کام کی تکمیل کر دی تو فکرمندی کی ضرورت نہیں کون مسلمان ہوا اور کون نہیں ہوا۔ ﴿ لِتُنْذِرَ بِهٖ ﴾ تا کہ آپ ڈرائیں کافروں کو۔

﴿ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ذکرٰی کا معنی صرف یاد کرانا ہے۔ (بحوالہ مفردات راغب) ذَکَـرَ اس نے یاد کیا الذکر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن) تا کہ نصیحت کی جائے اور نصیحت بھی مومنوں کو۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا ﴾ اور پیروی نہ اختیار کرو۔ ﴿ مِنْ دُوْنِهٖٓ ﴾ سوائے کتابِ الٰہی کے۔ ﴿ اَوْلِيَآءَ ﴾ دوست، احباب، مدد کرنیوالے، کارساز لوگ، اس کا واحد ولی ہے۔ (قاموس القرآن) یہاں اَوْلِیَآءَ سے مُراد بت ہے کہ کافر لوگ اُنہیں دوست

❶ ......اتصال ع مذکر، انفصال کی ضد، اصطلاح میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ کو مقام اتصال کہتے ہیں۔ بحوالہ فیروز اللغات۔

❷ ......انفصال عربی مذکر، جُدا ہونا، فیصلہ ہونا۔ بحوالہ فیروز اللغات۔

Marfat.com

رکھتے تھے یا شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنّ مقصود ہیں کہ یہ خلق کو گمراہی میں ڈالتے ہیں (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ﴾ تھوڑی سی دیر نصیحت پکڑتے ہو، جبکہ غیر حق کی متابعت کرتے ہو۔

﴿ وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ ﴾ اور بہت سے شہر والے کافر اور فاجر۔ ﴿ اَھْلَکْنٰھَا ﴾ حکم کر دیا ہم نے اُنہیں ہلاک کرنے کا، ہم نے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو عذاب بھیجا۔ (بحوالہ قرطبیؒ) ﴿ فَجَآءَھَا بَاْسُنَا ﴾ پھر آیا اُن دیہات اور شہر والوں پر عذاب ہمارا۔ ﴿ بَیَاتًا ﴾ رات کو جو غفلت اور سونے کا وقت ہے جیسے قوم حضرت لوط علیہ السلام پر۔ بَیَـاتًـا رات کو دشمن پر حملہ کرنا، شب خون مارنا۔ اِسم مَصدر ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿ اَوْھُمْ قَآئِلُوْنَ ﴾ جب دوپہر کو قیلولہ راستراحت کرتے رآرام کرتے قَیْلُوْلَۃٌ مَصدر سے اِسم فاعل جمع مذکر۔ اور نازل ہوا عذاب جب وہ دوپہر کو سوتے تھے جیسے قوم حضرت شعیب علیہ السلام ان دو وقتوں کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ یہ وقت آسائش آرام اور اسراحت کے ہیں اِن میں عذاب کا تصوّر ہوتا ہے نہ توقع ہوتی ہے۔ ﴿ فَمَا کَانَ دَعْوٰھُمْ ﴾ پس نہ تھی کچھ بھی چیخ و پکار اُن کی۔

﴿ اِذْ جَآءَھُمْ بَاْسُنَآ ﴾ جس وقت کہ آیا ان پر ہمارا عذاب اور بلا ہماری۔ ﴿ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا ﴾ مگر یہ کہ کہا اُنہوں نے۔ ﴿ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴾ بے شک ہم ظالم تھے اور جب عذابِ الٰہی نے آ پکڑا تو اعترافِ جُرم کرنے لگے شاید اُنہیں خبر نہ تھی نزُولِ عذاب کی گھڑی آجائے تو توبہ و استغفار کچھ مفید نہیں۔ ایسے وقت احساس ندامت اُن کے کچھ کام نہ آیا وہ تباہ و برباد ہو گئے آج بھی ہر فرد ہر قوم کے لئے اِن آیات میں نشانِ عبرت کی داستان رقم ہے۔

چنانچہ آیت ۸۵ سورۃ المؤمن پارہ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ط

''پس ہمارے عذاب کو دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا اُن کے لئے سودمند نہیں ہوا''۔

تشریح و توضیحات آیت ۱ تا ۵

آیت ۱ المص! حروف مقطعات! اس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آیت ۲ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ قرآن کو باری تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کا ماحصل مدّعا یہ ہے کہ نافرمان لوگوں کو اعمالِ بد اور افعالِ قبیح کے نتائج سے آگاہی بروقت ہو جائے اور اہلِ ایمان کو اِس طریقۂ تعلیم سے روشناس کیا جائے جس کے ذریعہ اُنہیں قربِ الٰہی نصیب ہو جائے سو آپ ﷺ کے قلب کو قریش کی مخالفت سے ملول اور رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے کہ یہ حرماں نصیب اس کو نہیں مانتے، اُنہیں خبر ہی نہیں اِس کا انجام کار یہ ہوگا کہ جہنّم کے عذاب سے وہ دوچار ہوں گے کہ خاتم النبیین ﷺ کی فطری محبت و شفقت کا اظہار تھا معاندین کے انجام کی تکالیف محسوس کرتے تھے اس لئے لوگوں کو دعوتِ تلقین دی جا رہی ہے کہ ابدی سکون کی خاطر اللہ کی اطاعت اور عبادت کی ضرورت ہے اللہ کی نافرمانی کرنے میں تمہارا اپنا ہی نقصان ہے اے لوگو! خوابِ غفلت سے نکل کر درسِ عبرت حاصل کرلو ورنہ تمہارا انجام عبرت ناک ہوگا۔ اے محبوب ﷺ! آپ بلا جھجک اِس پیامِ حق کو لوگوں تک پہنچا دیجئے اِس بات سے قطعی کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں جو لوگ ازراہِ تمسخر باتیں بناتے ہیں اُن سے آپ ﷺ کو تنگ دل نہیں

ہونا چاہئے۔ اِسی موضوعِ سخن کا اظہار آیت ۱۲ سورۂ ہود پارہ ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ

''پس کہیں ایسا نہ ہو آپ ﷺ پر جو وحی کی جاتی ہے اس کا کچھ حصہ چھوڑ دیں اِس بات سے کہ وہ تنگ دل ہو کر وہ آپ ﷺ کی دعوت پر لبِ کشا ہوں کہ کیوں نہ نازل ہوا ان پر خزانہ اور اس کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں اترا''۔

قرآن کے نزول کا ماحصل مدّعا یہ ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت نہ، ماننے کے نتائج سے ڈرانا اور غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو مُتنبہ کرنا، رسول اکرم ﷺ کا دعوتِ پیام یہ ہے کہ کائناتِ گیتی کے رہنے بسنے والوں کو بدی کے انجام سے ڈرایا جائے اور اہلِ ایمان کو نویدِ نصیحت کا مؤثر پیغام ملے، یہ بات یاد رکھئے قرآنِ حمید خصوصیت کہ ساتھ ضابطہ عملِ نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔

آیت ۳ میں بیان کیا جارہا ہے تم لوگ اِس کتاب کی پیروی اختیار کرو جو تمہارے ربِّ جلیل کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ اِتباعِ کتاب کا مفہوم یہ ہے کہ اِس کی دل وجان سے تصدیق صداقت کرو اور اس پر عمل پیرا رہو، یہ قرآن ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے اس کو صرف طاق میں سجا کر، آنکھوں سے لگا کر دیگر دوستوں کی کہی ہوئی باتوں کو مت مانو جو تم کو گمراہ کرتے ہیں ربّ کی عطا کردہ ہدایت کو چھوڑ کر شیاطین الانس والجن کی رفاقت کے پیچھے چلنا شروع مت کر دینا۔ ''لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب'' کے مصداق قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان۔ حدیثِ مبارکہ پر عمل لازم وملزوم ہے اِس کے علاوہ کسی دوسرے کی بات کا اتباع ضروری تو نہیں، بلکہ اِس کا انکار امر لازمی ہے۔ دورِ جاہلیت میں تو یہ ہوتا تھا کہ سرداروں، نجومیوں اور کاہنوں کی باتوں کو تسلیم کیا جاتا تھا حتّٰی کہ حلال وحرام میں اُن کی بات کو مانا جاتا تھا۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے رہبر ورہنما کی طرف ہدایت کی طرف رجوع کر دینا، اساسِ عمل کا ایک غلط طریقہ کار ہے جس کا نتیجہ ہمیشہ تباہی ٹھہرا اور ہمیشہ انجام کار بربادی ہی ہوگا، ہمارا طرزِ عمل بھی عجیب ہے جب نصیحت کی جاتی ہے تو عرصہ قلیل تک عمل کرنے کا عمل جاری رکھا جاتا ہے پھر ''طاقِ نسیان'' کی طرح بالکل اُس کو بھلا دیا جاتا ہے ہمیشہ کم ہی لوگ اس حقیقت کو سمجھ پائے۔

آیت ۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کتنی ہی بستیاں ہیں جو ہلاک ہوئیں، تباہ ہوئیں اُن پر اللہ کا عذاب اور عتاب شب کی تاریکی میں ٹوٹ پڑا اور یہ عذاب دن کی تابانی نور میں بھی ایسے وقت آیا جب وہ استراحت کرتے ہوئے محوِ قیلولہ تھے جب یہ عذاب آیا تو بستی والوں کو گمان تک نہ تھا وہ مصروف راحتِ آرام تھے، عذاب کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی۔ اچانک عذاب کی گھڑی آ گئی، اس سے اہلِ کُفر کے لئے درسِ عبرت ہے کہ امن وآشتی کے لمحات میں افتخار اور غرور میں مُبتلا نہیں ہونا چاہئے جب عذاب باری تعالیٰ آتا ہے تو دفعتۃً ہی آ جاتا ہے۔

آیت ۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جس وقت اُن پر عذاب آیا اس پر کوئی صدا نہ آئی بجز اس بات کے کہ اُنہوں نے صرف اتنا کہا کہ واقعی ہم ظالم تھے گویا اُنہوں نے اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مُرتکب ہوئے ہیں بھلا اب اعترافِ ظُلم کا کیا حاصل؟

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٦
تو ہم ضرور دریافت کریں گے اُن سے جن کی جانب ہم نے رسول بھیجے ہیں پس ہم ضرور ان رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔(٦)

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝٧
پھر ہم ضرور بتائیں گے/آگاہ کر دیں گے اپنے علم سے اور کہیں غائب نہ تھے/ہم کچھ بے خبر نہ تھے (۷)

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٨
اور اُس روز اعمال کا وزن/تولنا برحق ہے جن کا پلّہ وزن میں بھاری ہوا وہی لوگ فلاح پانے والے ہوئے/کامیاب (۸)

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝٩
اور جن کے پلّے اعمالِ ترازو میں ہلکے ہوئے، پس ایسے ہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا، کیونکہ اُنہوں نے ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی برتی تھی۔(۹)

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝١٠
اور یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں آباد کیا اور بسانے/ٹھکانے کی خاطر تمہارے لئے یہاں سامانِ زیست مُہیا کئے، تم لوگ تو کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔(۱۰)

الفاظ و معانی آیت ٦ تا ١٠

﴿ فَلَنَسْئَلَنَّ ﴾ پھر پوچھیں گے ہم قیامت کے دن۔﴿ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ ﴾ اُن لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے ہیں رسول، رسالت قبول کرنے اور رسولوں کو تسلیم کرنے کا اُن سے سوال کیا جائے گا۔ یہ سوال بھی ملامت اور عذاب ہے۔﴿ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ اور دریافت کیا جائے گا ان بھیجے ہوئے رسولوں سے کہ کیا حقِ رسالت ادا کر دیا گیا اور اپنی اپنی اُمتوں کو حکم پہنچا دیئے گئے یہ سوال سرفرازی اور تکریم ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اُمتوں سے سوال بھی کیا جائے گا آپ نے اُمت پر مہربانی کی تھی۔ حضرت جابر ؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع پر لوگوں سے سوال کیا کہ یومِ قیامت تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا کہ میں نے تم تک حق سبحانہٗ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا یا نہیں! اس وقت تمہارا کیا جواب ہوگا!۔ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ ! سب نے کہا ہم جواب دیں گے آپ ﷺ نے باری تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا اور امانت باری تعالیٰ کا حق ادا کر دیا اور اُمت کے ساتھ ''خیر'' کا معاملہ روا رکھا یہ سُن کر آپ ﷺ نے برملا ارشاد فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ'' یا اللہ آپ گواہ رہیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

﴿ فَلَنَقُصَّنَّ ﴾ پھر بیان کریں گے۔﴿ عَلَيْهِمْ ﴾ رسولوں اور اُن کی اُمتوں پر اُن کی باتیں اور افعال بِعِلْمٍ اپنے علم کے ساتھ کہ ہم جان چکے تھے کہ ہر ایک نے کیا کیا ہے اور اُن کا کیا کہنا تھا۔﴿ وَمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴾ اور نہ تھے ہم غائب اور دُور اور نہ بے خبر تھے اُن کے قول و قرار اور افعال سے ''غائبین'' کا مفہوم یہ ہے وہ لوگ جو اُس دُور میں موجود تھے مگر اس مجلس میں نہ تھے اور وہ لوگ جو نسلاً بعد نسلٍ دنیا میں آئیں گے اُن تک رسولِ اکرم ﷺ کا پیغام پہنچانے کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور رہے گا تا قیامت۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ''اب تم تمام لوگ اِس بات کا اہتمام اور انصرام کرو کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ

Marfat.com

غائبین تک میرا پیغام پہنچادیں۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿ وَالْوَزْنُ ﴾ اور تولنا ہر ایک کے اعمال کا۔ اَلْوَزْنُ ، جانچنا، اندازہ کرنا۔ مفہوم ہے اعمال کا وزن کرنا۔ اِسم ہے مصدر ہے قواعد کے مطابق۔ قرآن نے بتایا کہ اعمال کا وزن ہوگا اس کے لئے ترازو رکھا جائے گا سنتِ صحیحہ سے اس کی وضاحت ہوئی کہ اِس میزان کے دو پلڑے ہوں گے۔ ﴿وضع المیزان ﴾ آیت ۷ سورۂ رحمٰن پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اور میزان قائم کردی، ﴿ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ﴾ اُس دن یعنی یوم قیامت اعمال کا تولنا برحق ہے بعض مُفسرین نے لکھا نامۂ اعمال کو تولا جائے گا اس ترازو میں اس کی ایک ڈنڈی اور دو پلّے ہوں گے اور سب خلائق اُس کو دیکھیں گے اور یہ صورت حال فقط عدل وانصاف ظاہر کرنے کے واسطے ہے۔

''تبیان'' میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ترازو کی ڈنڈی کی درازی پچاس ہزار برس کی راہ ہے اور اس کے دونوں پلّے میں ایک تو ''نور'' کا ہے اور دوسرا ظلمت کا، نیکیوں کو نور کے پلڑے میں رکھ دیں گے اور گناہوں رعصیان کو ظلمت کے پلڑے میں اور اس کے دونوں پلڑے جیسے آسمان اور زمین ہیں۔ ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ سو جن کے بھاری ہوئے اعمال تلے ہوئے، بہر نوع ترازو کا بھاری ہونا فرمانبرداری کے سبب سے ہے۔ مَـوْزُوْن اندازہ کیا ہوا وزن سے اِسم مفعول واحد مذکر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ تو وہ گروہ روہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔ ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ اور جن کے وزن اعمال ہلکے ہوں گے۔ ﴿ مَوَازِيْنُهٗ ﴾ اعمال تُلے ہوئے ہلکے ہوں گے تو یہ سب کچھ اُن کے گناہ رعصیاں کے سبب ہوگا۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ ﴾ یہی لوگ۔ ﴿ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ جنہوں نے نقصان کیا اپنی جانوں کے حصہ میں یعنی فطرتِ سلیم کو اُنہوں نے ضائع کیا۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴾ اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ ظلم کرتے تھے یعنی تصدیق کے بجائے تکذیب کرتے تھے۔ ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ﴾ اور بلا شبہ قدرت نے دی تمہیں، زمین میں سکونت کا اختیار دے کر بسایا۔ مُفسرین نے کہا کہ یہ خطاب اہلِ قریش سے ہے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے یہاں تک کہ قدرت دی ہم نے تم کو کہ زمین میں تم سیر کرتے ہو ملکِ شام کی طرف اور ملکِ یمن کی طرف گرمی اور سردی میں۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ ﴾ اور پیدا کیے ہم نے تمہارے واسطے۔ ﴿ فِيْهَا مَعَايِشَ ﴾ اس میں سامانِ زندگی معاش کے ذرائع، یہاں پر حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے احسانات بیان کر کے اپنے بندوں میں شکر گذاری کی تلقین کر رہا ہے باری تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس نے تمہیں کُرۂ ارض پر بسایا اور اِس میں طریقہ اقتصادی ضرورت کے لئے اِس میں روئیدگی کی صلاحیت بخشی، تم خطۂ زمین کھیتی اور زراعت کے ذریعہ اپنی معاشی اور معاشرتی ضرورت کی تکمیل کرتے ہو یہ کس قدر عظیم نعمت اور احسان ہے اللہ تعالیٰ کا۔

﴿ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ اور تم لوگ کم ہی شکر کرتے ہو، اِن نعمتوں کے صلے میں تم کو چاہیے تو یہ تھا کہ تم اللہ کے احکامات کی تعمیل کرتے، غفلت نہ برتتے لیکن یہ کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ تم پھر ناشکری کا شعار اپناتے ہو۔

Marfat.com

تشریح و توضیحات آیت ۶ تا ۱۰

آیت ۶ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ سو ضرور یاد رکھو! ہم اُن لوگوں سے باز پُرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور اُن انبیاء و رسولوں سے بھی باری تعالیٰ استفسار کریں گے۔ روزِ محشر سوال ہوگا اُمتوں سے کہ رسولوں کی دعوتِ پیام کا اُنہوں نے کیا جواب دیا؟ اُن کے حکم کی تعمیل اور تکمیل کی؟ یہ سوال نہایت ہی جامع اور مربوط ہے اور پیغمبروں سے بھی سوال ہوگا جو پیغامِ رسالت اور احکاماتِ باری تعالیٰ آپ کو بتائے گئے کیا آپ سب نے اپنی اپنی اُمتوں کو پہنچا دیئے یا نہیں؟ (بحوالہ بیہقی)

آیت ۷ میں بتایا جا رہا ہے کہ پھر ہم اُن کے رُوبرو سب وضاحت کے ساتھ سب کچھ سرگزشت بیان کر دیں گے پورے علم کے ساتھ اور ہم کبھی غائب نہیں رہے ہیں البتہ اِس آیتِ مبارکہ میں اس شبہ کی وضاحت کر دی ہے کہ کسی کو اِس بات کا احساس نہ ہو کہ کیا باری تعالیٰ اِن باتوں سے بے خبر تھا جو اُن کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دائرۂ عمل سے کوئی شئے بھی پوشیدہ نہیں! حکمت یہ ہے کہ خود اُن کی زبان سے اِن باتوں کو تسلیم کرایا جائے۔

آیت ۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اُس دن تول حق اور درست ہوگی گویا اچھے اور بُرے اعمال کا وزن ہونا اِس دن صحیح ہے اِس میں کسی بھی شک و شبہ کو دخل نہیں! اِس میں لطیف اشارہ اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ لوگ اِس سے فریب نہ کھائیں تول اور ناپ تو اُس شئے کا ممکن ہوتا ہے جس میں کوئی بوجھ اور قوتِ ثقل ہو پھر اعمال کا وزن کیسے ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے یہ کیا بات ہوئی جس شئے کا وزن ہماری پیمائش سے باہر ہے حق تعالیٰ بھی اس کو تول نہ سکیں۔ سائنس کے جدید آلات نے تو ترقی کا ایک سفر طے کر لیا ہے اب تو ان چیزوں کی بھی پیمائش ہونے لگی ہے جس کے وزن کرنے کا کوئی پیمانہ نہ تھا، اب تو ہوا بھی تولی جاتی ہے بادِ پیما ایجاد ہو گیا، برقی رو کی پیمائش ممکن ہے ہواؤں کے ساتھ ساتھ تغیراتِ موسم کا بھی علم ہو جاتا ہے بدن کا درجہ حرارت معلوم کر لیا جاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے انسانی اعمال اور افعال کو تول لیا جائے تو بھلا اس میں کیا شک ہے! اِس دن ٹھیک ٹھیک تول کیا جائے گا ایک پلڑے میں نافرمانیاں / عملِ بد اور ایک پلڑے میں اعمالِ صالحہ فرمانبرداری رکھ دی جائے گی جس کا عمل نیک / اطاعت کا پلڑا ابھاری ہو گا وہی کامیاب و کامران ہوگا۔

آیت ۹ میں بتایا گیا ہے کہ اگر نیکی کا پلڑا ہلکا اور گناہ / معصیت کا پلڑا بھاری ہوا تو بقدرِ گناہ دوزخ میں جانا ہوگا جو بہت بھاری خسارہ ہے، پلڑے اُنہی اعمال سے وزنی ہوں گے جن میں حق کی / نیکی کی مقدار وافر ہوگی یہ اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور آخرت کے انجام کے لئے سرانجام دیئے گئے ہوں گے، پس معلوم ہوا کہ انسان کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ وہ نیک کام کرنے میں مصروفِ عمل رہے۔

آیت ۱۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ملکِ زمین میں آباد کیا، زمین میں اقتدار بخشا تو قیر و عزت عطا کی تمہارے لئے کائناتِ رنگ و بُو میں عشرت و نشاط کے اسباب مہیا کیے، سامانِ رزق سے سرفراز کیا، ان نعمتوں کے پانے کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم شکرِ باری تعالیٰ ادا کرتے اطاعت شعار ہوتے لیکن تم غفلت میں پڑ گئے اور ربُّ العٰلمین کے احسانات کو یکسر فراموش کر دیا اس قدر بے شمار نعمتوں کے مل جانے کے بعد بھی بہت لوگ ایسے ہیں جو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یعنی اطاعتِ باری تعالیٰ اختیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری شکل وصورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو، بجز ابلیس کے سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ (۱۱)

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾

پوچھا گیا کس چیز نے تجھے سجدہ میں گرنے سے روکا جبکہ میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا وہ بولا "کیونکہ میں بہتر ہوں اس سے" میری تخلیق تو آگ سے ہوئی ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا گیا۔ (۱۲)

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

فرمایا گیا اچھا تو یہاں سے نیچے اُتر جا یہ مناسب نہیں تیرے لئے کہ یہاں رہتے ہوئے کبر ونخوت تکبّر وغرور کرے، پس یہاں سے تو نکل جا! بے شک تیرا شمار ذلیلوں میں ہے۔ (۱۳)

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

اِبلیس نے کہا "مجھے مُہلت دی جائے اُس دن تک جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے"۔ (۱۴)

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

فرمایا "بے شک تجھے مہلت دی جاتی ہے"۔ (۱۵)

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

اس نے کہا اس سبب سے کہ آپ نے مجھے گمراہی میں مُبتلا کیا ہے تو میں ضرور (اُن کو گمراہ کرنے کے لئے) تیرے سیدھے راستے پر اُن کی تاک میں بیٹھوں گا۔ (۱۶)

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

پھر ضرور اُن کے پاس آؤں گا آگے سے اور پیچھے سے اُن کی داہنی جانب سے اُور اُن کی بائیں جانب سے اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائیں گے۔ (۱۷)

الفاظ ومعانی آیت ۱۱ تا ۱۷

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ﴾ اور بلا شبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا یعنی آدم علیہ السلام کا مادہ تخلیق کیا اِس مادے سے تم سب لوگ ہوئے پھر صورتیں بنائیں، پھر رحمِ مادر میں تمہیں بنایا، تمہاری روحیں پیدا کیں پھر تمہارے بدنوں میں تصویر بنائی۔

﴿ خَلَقْنٰكُمْ ﴾ میں کُـــمْ ضمیر جمع کی ہے لیکن اس سے مُراد ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ ﴿ صَوَّرْنٰكُمْ ﴾ ہم نے تمہاری صورتیں بنائیں۔ صَوَّرْنَا، تَصْوِیْرٌ سے فعل ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ پھر جب تخلیق آدم علیہ السلام ہوئی تو علومِ اَسماء سے سرفراز کیا گیا تم کو۔ ﴿ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا۔ ﴿ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﴾ سجدہ کرو تم تعظیم اور تحیت کا سجدہ (یہ نعمت اکرام ہوئی) آدم علیہ السلام کو۔

﴿ فَسَجَدُوْٓا ﴾ پھر سجدہ کیا ملائکہ نے آدم کو فرمانبرداری کی راہ سے۔ ﴿ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ﴾ بجز ابلیس کہ وہ حسد اور عُجب کی

Marfat.com

راہ سے۔﴿ لَمْ یَكُنْ ﴾ نہ تھا۔﴿ مِنَ السّٰجِدِیْنَ ﴾ سجدہ کرنے والوں میں سے آدم کو۔

﴿ سٰجِدِیْنَ ﴾ سجدہ کرنے والے، سجود سے اسمِ فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق۔تخلیق انسان کا نظریہ اس نظریہ سے بالکل الگ ہے جیسے ڈارون اور اس کے پرستاروں نے بتایا ہے ان کا کہنا ہے سلسلہ روز وشب میں انسان سلسلہ ارتقاء کی ایک کڑی ہے بالفاظ دیگر انسان کی حیثیت ایک ترقی یافتہ حیوان کی سی ہے اس میں کوئی ذاتی وصف اور شرف نہیں پایا جاتا، قرآن کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلا کہ انسان جلیلُ القدر مخلوق ہے وہ اشرفُ المخلوقات ہے، وہ کائنات رنگ وبو میں اللہ کے نائب کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوا ہے یہاں تک کہ نوری تخلیق کو از راہِ تکریم وتعظیم اُس کے سامنے سَر بہ سجود ہونے کا حکم دیا گیا۔﴿ قَالَ مَا مَنَعَكَ ﴾ کہا کس چیز نے تجھے روکا ہے۔﴿ اَلَّا تَسْجُدَ ﴾ کہ نہ کیا تو نے سجدہ آدم کو۔

﴿ اِذْ اَمَرْتُكَ ﴾ جب کہ میں نے حکم کیا تجھ کو سجدہ کرنے کا، اکثر تو یوں بھی ہوا کرتا ہے کہ کسی شے کی قدر و قیمت کا تعیّن کرتے وقت اس کے ظاہری حسنِ کمال اور صورتِ جمال کو بھی مدِنظر رکھا جاتا ہے اور اس کے جوہر ذاتی سے صرفِ نظر کر لی جاتی ہے۔عجیب بات ہے ابلیس کو فقط اتنا ہی کچھ یاد رہا کہ آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور اس کی آگ سے ہوئی ہے بھلا اس حقیقت سے کیا انکار! قرآن تو خود بتا رہا ہے آیت ۱۴۔۱۵ پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ سورۂ رحمٰن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

''اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے بنایا جو ٹھیکری کی طرح تھی اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا''۔

ناداں ابلیس کی فہم ادراک یہ سمجھنے سے قاصر رہی کہ آدم علیہ السلام تو ''خلیفہ فی الارض'' ہے اللہ کا نائب ہے۔ذرا غور کیجئے! اپنی خوبی وخاصیّت کے لحاظ سے جو رفعت خاک کو نصیب ہوئی ہے وہ آگ کو کہاں ملتی ہے انسان زمین میں سجدہ بوس ہو کر قربت باری تعالیٰ پالیتا ہے آگ کی صفت تو جلا دینا ہے آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو معافی مانگ کر مقامِ عظمت پایا گویا خطا سرزد ہوئی تو احساسِ ندامت سے اقرارِ خطا کر لیا اور ابلیس غرور میں غرق ہو کر نافرمانی اختیار کر کے ابدی شقاوت کا پیکر بن کر راندۂ دربار ہوا۔یہ بات قابلِ توجّہ ہے کہ اب بنی نوع کے لئے دو راہیں ہیں ایک راہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا ہوئی تو عجز کے ساتھ اعترافِ گناہ اور سَرِ تسلیم خم کر دیا اور اللہ کے احکامات کی تکمیل وتعمیل کرنا اگر قصور ہو جائے تو توبہ واستغفار کرنا، جو یہ روش اپنائے گا وہ کامیاب وکامران ہوگا۔دوسری راہ یہ ابلیس کی طرح نافرمانی اختیار کر کے ''نامراد'' ہونا ہے۔﴿ قَالَ ﴾ کہا ابلیس نے کہ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ﴾ میں بہتر ہوں آدم سے۔یہ جواب معنی کی حیثیت سے ہے یعنی شیطان استعجاب کرتا ہے مجھ جیسے کو، ویسے کے سجدہ کا حکم کرتا ہے۔پس مانع یہ بات ہے کہ میں اُس سے بہتر ہوں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

﴿ فَاهْبِطْ ﴾ اُتر جا یہاں سے آسمان سے یا بہشت سے اور یہ حکمِ عذاب تھا اُس کے گناہ پر۔بعض مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ مرتبۂ بلند جو تجھے اُس عبادت کی وجہ سے حاصل ہے جو تو نے کی تھی اور اس مرتبہ سے تنزّل ادنیٰ مرتبہ کی طرف اِس معصیت کے سبب سے جس کا مُرتکب تو ہوا۔(بحوالہ تفسیر قادری از مولانا فخر الدینؒ)

﴿ فَمَا يَكُوْنُ لَكَ ﴾ پس نہیں پہنچتا ہے اور نہیں روا ہے تجھے۔﴿ اَنْ تَتَكَبَّرَ ﴾ یہ کہ تو فخر وغرور اور تکبّر کرے۔تکبر کے

معنی بڑائی مارنے گھمنڈ کرنے ہے ہیں، ﴿ تَتَكَبَّرَ ﴾ فعل مضارع واحد مذکر۔

﴿ فِيهَا ﴾ بیچ آسمان کے۔ ﴿ فَاخْرُجْ ﴾ یہاں رہتے ہوئے نکل جاؤ، اللہ تعالیٰ کے قُرب و رحمت کا مقام تو اُن کو ملتا ہے جو باری تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل میں سرافگندہ ہوں بھلا غرور و تکبر میں نازاں لوگوں کا یہاں کیا کام۔ اُخْــــرُجْ تو نکل جا خُرُوْجٌ سے اس کے معنی نکلنے کے ہیں فعل امر واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ''لا یدخل الجنة احد فی قلبه مثقال ذرة من خر دل من کبر'' ''جس کے قلب میں رائی کے دانے جتنا غرور ہوگا اس پر بہشت کے دروازے بند ہوں گے''۔

﴿ إِنَّكَ ﴾ بے شک تو۔ ﴿ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴾ ذلیلوں میں سے ہے اور ینابیع میں تحریر ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ''باہر ہو جا فرشتہ کی صورت سے اور فرشتوں میں نہ رہ'' پھر باری تعالیٰ نے شیطان کی صورت، ایسی صورت سے بدل دی جو سب صورتوں سے بدتر ہے۔ ﴿ صٰغِرِيْنَ ﴾ ذلیل و رسوا بے عزت اور اس کا واحد صَــــاغِــــــر ہے اِسم ہے قواعد کے مطابق صَاغِر اِس ذلیل اور بے عزّت کو جو اپنی ذلّت اور پسپائی پستی اور رُسوائی پر خوش ہو، قَالَ کہا اِبلیس نے، جب اس پر عتاب اور عتاب کی گھڑی آ گئی تو حق سبحانہٗ تعالیٰ سے دعا طلب کی اور بھی تحیر خیز کہ حشر تک زندگی کی مُہلت مل جائے۔

﴿ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ یعنی اس دن تک جب لوگ اُٹھاتے جائیں گے لوگ قبروں سے یعنی یومِ قیامت تک۔ ﴿ يُبْعَثُوْنَ ﴾ وہ اُٹھائے جائیں۔ بَـعْـثٌ سے فعل مضارع مجہول جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے قَــالَ فرمایا باری تعالیٰ نے۔ ﴿ إِنَّكَ ﴾ بے شک تحقیق کہ تو۔ ﴿ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴾ مُہلت دیئے ہوئے میں سے ہے، اِبلیس نے قیامت تک مہلت کا داعیہ رکھا جس مہلت دینے کا یہاں بیان ہے وہ ابلیس کے کہنے کے مطابق حشر تک ہے یا کسی اور مدت میعاد تک۔ دوسرے مقام پر خطاب ہوتا ہے۔ آیت ۳۷ سورۃ حجر پارہ ۱۴ رُبَمَا میں ہے:

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ یعنی تو مہلت دیئے ہوئے میں سے ہے روز وقت معلوم تک۔

کہ نفخۂ صاعقہ پھونکنے کا وقت ہے یعنی تو گمراہ کرنے کا داعیہ رکھتا ہے جب تک اولادِ آدم زندہ ہے میں نے تجھے مہلت دی۔ ''الی یوم الوقت المعلوم'' کے الفاظ میں اس بات کا لطیف اشارہ ہے کہ ''اِبلیس کی طلب کی ہوئی مہلت قیامت تک نہیں دی گئی بلکہ کسی خاص مدت تک دی گئی ہے جو علم الٰہی میں محفوظ ہے''۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

اس بات کی تصدیق حضرت سعدیؒ کی روایت سے ہو جاتی ہے جو تفسیر ابن جریر میں درج ہے کہ اللہ نے اِبلیس کو یوم بعث تک مہلت نہیں دی بلکہ ایک معین مدت تک دی ہے اور وہ دن وہ دن ہے جس میں صورِ اوّل پھونکا جائے گا جس سے آسمان اور زمین والے سب بے ہوش ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔ ماحصل گفتگو اور تحقیق مطالعہ یہ ہے کہ یوم البعث اور یوم الوقت المعلوم دو الگ الگ ایام ہیں شیطان نے تو یوم البعث تک کی مہلت طلب کی تھی وہ مکمل قبول نہیں ہوئی اس کی تبدیلی عمل یوں رونما ہوئی کہ یوم الوقت المعلوم تک مہلت ملی۔

﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ ﴾ کہا اِبلیس نے، پس اس سبب سے کہ تو نے مجھے بدنصیب کر دیا اپنی رحمت سے۔ ابلیس نے

Marfat.com

اللہ کا حکم نہ مانا، نادم اور پشیمان ہونے کے بجائے اور پُر غرور ہو گیا۔

﴿ اَغْوَيْتَنِيْ ﴾ گمراہ کیا تونے مجھے۔ اَغْوَیْتُ تونے گمراہ کیا اِغْواء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔ ﴿ اغوینا ﴾ ہم نے بہکایا۔ اغواء سے ماضی جمع متکلم قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) اغواء کے معنی مایوس کرنا اور ہلاک کرنا بھی بتائے گئے ہیں۔ (بحوالہ علامہ قرطبیؒ) ﴿ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ ﴾ میں ضرور بیٹھوں گا اولادِ آدم کو باز رکھنے کے واسطے۔

﴿ لَاَقْعُدَنَّ ﴾ میں ضرور بیٹھوں گا۔ قُعُوْدٌ سے فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ تیری راہ پر کہ وہ سیدھی راہ ہے یعنی دینِ اسلام اور اس بات کے درپے رہوں گا کہ اُن کو گمراہ کروں اور صراطِ مستقیم رسیدھی راہ پر چلنے نہ دوں۔ ﴿ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ ﴾ البتہ آؤں گا اُن کے پاس۔ ﴿ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ﴾ اُن کے سامنے سے یعنی امرِ آخرت میں اور کہوں گا کہ بعث و حشر اور بہشت اور دوزخ کچھ بھی نہیں ہے۔ ﴿ وَمِنْ خَلْفِهِمْ ﴾ اور اُن کے پیچھے سے یعنی قبل دنیا سے اور دنیا کو اُن کی نظروں کے سامنے آراستہ کروں گا۔ ﴿ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ ﴾ اور آؤں گا اُن کے داہنے ہاتھ کی طرف سے یعنی حسنات ر اچھائی کی جہت سے اور اُنہیں شکوک وشبہات کے فتنہ میں ڈال کر ان میں مکر وریا کاری کا زہر گھولنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہوں گا۔ ﴿ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ﴾ اور آؤں گا اُن کے بائیں ہاتھ کی طرف سے یعنی سیئات ربُرائی کی جہت سے اور سیئات کو اُن کے قلب میں مزہ دار رلطف اندوز کروں گا۔ ﴿ وَلَا تَجِدُ ﴾ اور نہ پائے گا تو۔ ﴿ اَكْثَرَهُمْ ﴾ اکثر اولادِ آدم کو۔ ﴿ شٰكِرِيْنَ ﴾ شکر کرنے والا، یعنی اکثر کافر ہوں گے کہ نعمت دینے والے کو نہ پہچانیں گے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۱ تا ۱۷

آیت ۱۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق معرضِ وجود میں آئی گویا حضرتِ انسان کو پیدا کیا گیا پھر دلکش ودلرُبا صورت سے سنوارا گیا نکھارا گیا تو فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ملا۔ اُنہوں نے تکمیل وتعمیل کی لیکن شیطان نے انکار وسرکشی کی روش اپنائی اور سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا، تخلیقِ آدم علیہ السلام کی سرگزشت کا ذکر سورۃ حجر میں ان الفاظ میں بیان کیا آیت ۲۸ سورۃ الحجر پارہ ۱۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝۲۸

''اور جب آپ کے اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو سیاہ اور سڑی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں''۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝۲۹

''پس جب میں اسے مکمل بنا چکوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص روح پھونک دوں تو سب کے سب اس لئے سجدے میں گر پڑنا''۔ (سورۃ الحجر آیت ۲۹ پارہ ۱۴ رُبما)

باری تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، یہی بیان آیت ۳۴ سورۃ البقرۃ پارہ ۱ الٓمّ میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

Marfat.com

''اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا آدم کو سجدہ کرو بجز ابلیس کے سب نے سجدہ کیا اُس نے انکار کیا اور غرور فخر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔ (آیت ۳۴)

ملائکہ نے اللہ کے حکم پر سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا جس سے ان کی تکریم و تحریم اور فضیلت فرشتوں پر واضح ہوئی کیونکہ سجدہ تعظیم اور اکرام کے لئے تھا علمی فضیلت کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی یہ دوسری فضیلت اور تکریم تھی۔

آیت ۱۲ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ باری تعالیٰ نے ابلیس لعین سے دریافت کیا سجدہ کرنا تجھے کیوں گراں گزرا جبکہ میں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا کہنے لگا امرِ مانع یہ ہے کہ میری تخلیق آگ سے ہوئی ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا یہ شیطانی استدلال کا ایک مرحلہ ہے آگ مٹی سے افضل اور اعلیٰ ہے حالانکہ آگ میں ترفع اور تیزی ہے آتش میں سوائے بھڑکنے اور جلانے کی صَلاحیّت کے سوا کیا ہے! اور مٹی سے عظمت علم صبر و حیا کے موتی نکھرتے ہیں۔ شیطان کا انسان سے بہتر ہونا ایک دعویٰ محض ہے ارفع اور اعلیٰ تو وہ ہے جسے باری تعالیٰ فضیلت دے، فضیلت کا انحصار اصل اور جوہر پر موقوف نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مُضمر ہے اِس آیت کے مطالعہ سے معلوم یہ ہوا کہ ابلیس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے۔ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے ''فرشتے نور سے، شیطان آگ کی لپٹ سے اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں''۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف، کتاب الزہد باب احادیث متفرقہ)

آیت ۱۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے پھر اے شیطان! نکل جا تجھے یہ حق نہیں ہے کہ گھمنڈ کرے یقیناً تیرا شمار ذلیلوں میں سے ہے۔ اِبلیس کی سرکشی اساس غرور تکبّر پر تھی کہ شرف عزت کا تعلق نسل و نَسب سے ہے حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ فخر و غرور کرنے والا تکریم و تعظیم اور توقیر کا نہیں بلکہ تذلیل و رُسوائی کا مستحق ہے۔

آیت ۱۴ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ شیطان لعین نے کہا اے باری تعالیٰ اس دن تک کے لئے تو مہلت دی جائے جبکہ سب لوگ اُٹھائے جائیں گے اے اللہ! مجھے روزِ حشر تک زندہ رہنے دیا جائے تو باری تعالیٰ نے ایک خاص وقت تک مہلت عطا کر دی۔ حدیث میں آتا ہے جب دنیا فنا ہو گی یعنی نفخہ اوّل ہو گا تو ابلیس کو موت آ جائے گی۔

آیت ۱۵ میں بتایا جا رہا ہے کہ باری تعالیٰ نے شیطان کو مہلت عطا کر دی باری تعالیٰ کا ''قانون امہال'' سب کے لئے مساوی ہے ڈھیل اور مہلت اچھائی کرنے والوں کے لئے بھی ہے اور بُرائی کرنے والوں کے لئے بھی ہے۔ (Law of respite) ربِّ جلیل نے اِبلیس کی ایمائے خواہش کے مطابق اسے مہلت بخشی جو باری تعالیٰ کی حکمت اور مرضی و منشاء کے مطابق تھی جس کا کل علم حق سبحانہٗ تعالیٰ کو ہے۔ تاہم یہ لطیف رازِ حکمت نظر آتا ہے کہ اِس طریقہ سے اللہ اپنے بندوں کی وہ آزمائش کر سکے کون اللہ کا بندہ ہے جو اطاعت اللہ میں مصروف رہا ہے اور کس نے شیطان کے حکم کو تسلیم کیا۔ چنانچہ آزمائش کے لئے آیت ۲ سورۂ ملک پارہ ۲۹ تَبَارَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

''اور وہ جس نے زندگی اور موت پیدا کی کہ تمہاری آزمائش ہو تم میں کس کا کام اچھا ہے''۔

Marfat.com

روح تو ایک غیر مری شئے ہے جس بدن سے ملاپ واتصال ہو جائے وہ ''زندہ'' کہلاتا ہے اور جس بدن میں اس کا تعلق منقطع ہو جائے وہ موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے اس کے اس عارضی زندگی کے سلسلے روز و شب جس کے بعد موت آنی یقینی ہے قائم رہیں گے قائم کیا گیا ہے تا کہ باری تعالیٰ آزمائے! اس زندگی کا درست استعمال کون کرتا ہے جو اُسے ایمان واطاعت کے لئے وقف کرے گا اس کے لئے بہترین اجر ہے اور دوسروں کے لئے عذاب۔

آیت ۱۶ میں بیان کیا جارہا ہے کہ ابلیس نے کہا کہ اے باری تعالیٰ! چونکہ آپ نے مجھے گمراہی میں ڈالا ہے اب میں بھی تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی تاک رگھات میں بیٹھوں گا شیطان نے تمام تر مکروفریب انسان پر بروئے کار لانے کے لئے جو مُہلت لی ہے اِس کا دراصل ہدف عقیدۂ توحید ہے عقیدۂ توحید اپنانے کے بعد انسان اپنی اصل منزل کو پالیتا ہے اس لئے شیطان انسان پر اس وقت غالب نہیں آتا جب تک توحید کی امانت سینوں میں رہتی ہے شیطان تو اس بات کی فکر میں مُنہمک رہتا ہے کہ بنی نوع انسان کے دل میں وسوسے پیدا کرے اور باطل کی طرف مائل پہ گناہ کرے، ابلیس کا کہنا تو یہ ہے کہ میں انسانوں کو گُناہوں کی رَغبت میں مُبتلا کروں گا اللہ کی فرمانبرداری اور عبادت سے روکوں گا۔

آیت ۱۷ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ شیطان کا کہنا ہے میں اُن پر حملہ آور ہوں گا چاروں سمت سے آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں سے ہر طرف سے گھیرانے اور بھٹکانے کی بھرپور کوشش کروں گا اور اکثر کو شرک میں مبتلا کروں گا۔ چنانچہ آیت ۲۰ سورہ سبا پارہ ۲۲ وَمَنْ یَّقْنُتْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۰﴾

اور بلا شبہ شیطان نے اپنا گمان سچ کر دکھایا اور یہ لوگ سب کے سب اس کے فرمانبردار بن گئے سوائے مؤمنوں کی ایک جماعت کے۔

یعنی ابلیس جو گمان رکھتا تھا کہ بنی آدم کو حرص، غضب اور شہوت کے ذریعے گمراہ کردے گا یہ گمان شیطان لعین نے اہلِ سبا پر تمام کافروں پر سچ کر دکھایا اور وہ اس کے تابعدار ہو گئے اس لئے احادیثِ مُبارکہ میں شیطان سے پناہ مانگنے کی وعید آئی ہے۔

آیت ۱۱ تا ۱۷ پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق کی اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں انسان کو اس کی تخلیق کے بعد ساتھ ہی انسانی خصائص اور فرائض منصبی تفویض کر دیئے تھے اور انسانی تاریخ میں جو عروج وزوال، ترقی وتنزلی نظر آتی ہے وہ صرف اِن صلاحیتوں کے ظہور میں ہوئی ہے اِس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان کے تجربے اور اِس کی عبادت میں اضافہ بہرنوع ہوتا رہتا ہے انسانی اِرتقاء کی صَلاحیت اِس کے وجود اور ذہن میں نہیں ہوتی، چنانچہ ڈارون کا یہ فلسفہ بالکل غلط ہے کہ انسان کی ساخت میں ترقی ہوتی رہتی ہے، اور ڈارون کا یہ نظریہ حیوانات کے انواع میں ترقی کے آثار ہوتے رہے آثار قدیمہ اور پتھروں کی کھدائی پر مشتمل ہے محض ظن وتخمین ہے۔

Marfat.com

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

اللہ نے فرمایا: نکل جا یہاں/آسمان سے ذلیل وخوار اور ٹھکراتے ہوئے/جس کسی نے تیری پیروی کی تو یقیناً میں تم سب سے جہنّم کو بھر دوں گا۔ (۱۸)

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

اور اے آدم (علیہ السلام)! تم اور تمہاری بیوی/زوجہ بہشت میں رہو پس جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس (خاص) درخت کے پاس مت جانا ورنہ تم دونوں ہی اپنا نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (۱۹)

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾

پس شیطان نے وسوسہ ڈالا اور اُن کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپی ہوئی/پوشیدہ تھیں اُن کے سامنے عیاں کر دیں/بے پردہ کر دیں اور کہا تم کو کچھ معلوم ہے تمہارے رَبّ نے اس درخت کے نزدیک جانے سے تم کو کیوں منع کیا تھا، صرف اس لئے کہ تم دونوں کہیں فرشتے نہ ہو جاؤ اور کہیں ہمیشہ/زندہ جینے والے نہ ہو جاؤ۔ (۲۰)

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

اور ان دونوں کے سامنے/ابلیس لعین نے قسم اُٹھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں/کہا کہ میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔ (۲۱)

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾

پس اِس طرح فریب دے کر ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنی طرف راغب کر لیا، پھر جب دونوں نے درخت کو چکھا تو اُن کے ستر/شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ/کھل گئیں اور وہ دونوں اپنے بدن کو جنّت کے پتّوں سے ڈھانکنے لگے/چھپانے لگے اور آواز دی اُن کے رَبّ نے کیا میں نے تمہیں اس پیڑ کے نزدیک جانے سے روکا نہ تھا/منع نہ کیا تھا اور تم سے نہ کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ (۲۲)

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رَبّ! ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر تم نے معاف/درگذر نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم یقیناً خسارے والے/نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (۲۳)

الفاظ ومعانی آیت ۱۸ تا ۲۳

﴿قَالَ﴾ اللہ نے ابلیس سے کہا۔ ﴿اُخْرُجْ مِنْهَا﴾ باہر نکل بہشت سے یا آسمان سے۔ ﴿مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ ایسے بُرے حال اور عیب ناک راندہ ہوا رحمت سے دُور۔ ﴿مَذْءُوْمًا﴾ ذلیل، مذمت کیا ہوا، اسم مفعول ہے۔

﴿مَدْحُوْرًا﴾ رحمت سے دور کیا ہوا۔ دَحَرَ اور دَحُوْرًا اِسم مفعول مصدر ہے قواعد کے مطابق۔

﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ﴾ ضرور بھر دوں گا میں دوزخ کو۔ ﴿مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ تم سب سے یعنی تجھ سے اور تیری بات ماننے والوں سے۔ اَمْلَئَنَّ میں ضرور بھر دوں گا مَلَاءٌ بمعنی بھرنے کے آتے ہیں فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ ﴾ اور کہا ابلیس کو بہشت سے نکال دینے کے بعد کہ اے آدم (علیہ السلام) ساکن ہو۔

﴿ اَنْتَ وَزَوْجُكَ ﴾ تم اور تمہاری بیوی (حوا)۔ ﴿ الْجَنَّةَ ﴾ جنّت میں۔ ﴿ فَكُلَا ﴾ پھر کھاؤ جنّت کے میووں میں سے۔

﴿ حَيْثُ شِئْتُمَا ﴾ جہاں سے تم چاہو یا جو چاہو۔ ﴿ وَلَا تَقْرَبَا ﴾ اور نہ نزدیک جاؤ۔

﴿ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ اس قسم کے پیڑ کہ گندم ہے یا انگور۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ) اور نہ کھاؤ اس میں سے اور اگر کھالو گے۔

﴿ فَتَكُوْنَا ﴾ تو تم دونوں ہو جاؤ گے۔ ﴿ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ظلم کرنے والوں میں سے اپنے نفس پر۔

﴿ فَوَسْوَسَ ﴾ پھر وسوسہ دیا وَسْوَسَ دل میں برا خیال ڈالنا وَسْوَسَةٌ سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب۔

﴿ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ ﴾ ان دونوں (آدم وحوا علیہما السلام) کو شیطان نے وسوسہ میں مبتلا کر دیا۔ حضرت ابو عبداللہ القرطبیؒ نے وسوسہ کے دو مفہوم بیان کئے ہیں۔ اوّل...... الصوت الخفي دھیمی دھیمی آواز۔ دوئم...... حدیث النفس نفس دل کے خیالات، شیطان نے آدم کو بہکایا، پھسلایا۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اسے یہ قوت عطا کر دی گئی تھی کہ وہ زمین میں رہتے ہوئے آدم علیہ السلام وحوا کے دلوں میں وسوسہ ڈال سکے۔

﴿ مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا ﴾ تا کہ آخر کو ظاہر کر دے اُن کے لئے۔ ﴿ لِيُبْدِيَ لَهُمَا ﴾ جو کچھ چھپایا گیا تھا ان دونوں سے۔

﴿ سَوْاٰتِهِمَا ﴾ شرم گاہوں سے سَوْءَةٌ واحد ہے اور سوءۃ اس کی جمع ہے۔ سَوْءَۃ شرم گاہوں کو اس لئے تعبیر کیا گیا کہ اس کے عیاں ہونے کو برا سمجھا جاتا ہے۔ اہلِ بہشت میں اُن کی شرم گاہوں کو کوئی نہ دیکھتا تھا حضرت آدم وحوا علیہما السلام بھی باہم ایک دوسرے کی شرم گاہ نہیں دیکھتے تھے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے سَترِ عورت کے لئے ان دونوں کو کپڑے پہنائے تھے، ابلیس سمجھا کہ نافرمانی کے سبب سے وہ اُن سے دور ہو جائے گا تو چاہا کہ اُنہیں گناہ میں پھنسائے تا کہ وہ پیرہن اسے اُتر جائے اور شرمگاہ کھل جانے کی وجہ سے ملائکہ میں رسوا ہوں تو وسوسہ ڈالنا شروع کیا وَقَالَ اور کہا شیطان نے آدم اور حوا علیہما السلام سے کہ۔ ﴿ مَا نَهٰكُمَا ﴾ نہیں باز رکھا اور نہیں منع کیا تمہیں۔

﴿ رَبُّكُمَا ﴾ تمہارے رب نے۔ ﴿ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ ﴾ یہ درخت کھانے سے۔ ﴿ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا ﴾ مگر یہ کہ ہو جاؤ تم دونوں۔ ﴿ مَلَكَيْنِ ﴾ دو فرشتے علو منزلت یا حسنِ صورت یا غذا سے مستغنیٰ ہونے میں شیطان نے اِس وسوسہ میں مبتلا کیا کہ یہ درخت جس کے نزدیک جانے سے تمہیں باز رکھا گیا ہے اور اس کی تاثیر یہ ہے کہ جو اس پھل کا مزہ چکھے گا اس میں فرشتوں جیسی صفات رخصوصیات پیدا ہو جائیں گی اور اسے حیاتِ جاوداں مل جائے گی۔ ﴿ اَوْ تَكُوْنَا ﴾ یا ہو جاؤ تم دونوں۔

﴿ مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴾ بہشت میں ہمیشہ رہنے والوں میں سے، یا زندوں میں سے کہ موت اُن کو نہ آئے جیسے کہ ملائکہ بہشت میں ہیں اور یہ بات شیطان نے اِس وجہ سے کہی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں یہ گذرا تھا کہ جنّت کیا خوب راحت وآرام کی جگہ ہے کہ اس میں ہمیشہ رہنا چاہئے اسی خطرہ کے سبب شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ اُن کے قلب میں اس مقام پر صرف نظر کرتے ہوئے محققین نے کہا کہ جو آرزو بے ذات خداوند ہے وہ شیطان کے وسوسہ سے خالی نہیں ہوتی باوجود اس وسوسے کے آدم علیہ السلام وہ درخت کا پھل کھانے میں تامّل کرتے تھے تو ابلیس نے اور تدبیر کی۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ وَقَاسَمَهُمَآ ﴾ اس نے ان دونوں کے رُوبرو قسم کھائی۔ قَاسَمَ، مُقَاسَمَةٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ قواعد

Marfat.com

کے مطابق۔ هُمَا ضمیر (تثنیہ غائب) ﴿ اِنِّیْ لَکُمَا ﴾ تحقیق کہ میں تم لوگوں کے واسطے۔ ﴿ لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں اور ازراہِ شفقت کہتا ہوں کہ اس درخت میں سے کھالو تو آغوش موت میں نہیں آؤ گے، لگتا ہے سیدنا آدم علیہ السلام کو گمان گذرا کہ اللہ کی جھوٹی قسم کوئی نہیں کھاتا اور اس قسم کے سبب سے فریب کھا گئے۔

﴿ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ﴾ پھر ابلیس نے کھینچ لیا اس قسم کے سبب اُنہیں، بلند درجہ سے نیچے رُتبہ پر ڈال دیا فریب اور وسوسے کی وجہ سے۔ ﴿ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ﴾ پھر جس وقت چکھا ان دونوں/آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے اس درخت (اس پیڑ یا درخت کو کہتے ہیں جس میں ٹہنی ہو) کا میوہ/پھل جس کی ممانعت تھی تو فوراً اُس کی عقوبت میں۔

﴿ بَدَتْ لَهُمَا ﴾ ظاہر ہوگئیں/کھل گئیں۔ ﴿ سَوْاٰتُهُمَا ﴾ شرمگاہیں اُن کی یعنی اُن کے بدن سے لباس/پیرہن جاتا رہا اور ہر ایک نے دوسرے کی شرمگاہ دیکھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان دونوں کے سوا اور کسی نے اُن کی شرمگاہ نہیں دیکھی اور وہ دونوں اس صورت سے شرمندہ اور منفعل ہوئے۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ)

﴿ وَطَفِقَا ﴾ اور ٹھہرے اور قصد کیا ان دونوں نے درخت کے پتوں کا۔ ﴿ طَفِقَا ﴾ دونوں نے شروع کیا طُفُوق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ يَخْصِفٰنِ ﴾ چپکاتے ایک پتّہ دوسرے پتّے پر اور رکھتے تھے۔

﴿ عَلَيْهِمَا ﴾ اپنی شرمگاہ پر۔ ﴿ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ بہشت کے پتّوں میں سے اور مشہور تو یہ ہے کہ انجیر کے پتّے باندھے اپنی شرمگاہ کو اُس سے چھپالیا اور اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ﴿ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ ﴾ اور پکارا اُنہیں اُن کے رَبّ نے کہ۔

﴿ اَلَمْ اَنْهَكُمَا ﴾ کیا نہیں منع کیا تھا میں نے۔ ﴿ عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ ﴾ یہ درخت کھانے سے ﴿ تِلْكُمَا ﴾ یہ دونوں اِسم اشارہ ہے قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَاَقُلْ لَّكُمَآ ﴾ اور نہیں کہا تھا میں نے تم سے اور نہیں ڈرایا تھا میں نے کہ۔

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا ﴾ بلا شبہ شیطان ہے تمہارا۔

﴿ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ظاہری کھلا دشمن اور جب اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس کی عداوت اور دشمنی ملائکہ پر ظاہر ہوگئی تھی جب آدم علیہ السلام بھاگے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا ''اَفَرَرْتَ مِنِّیْ یَا اٰدَم'' مجھ سے بھاگتا ہے؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی لَا یَارَبِّ بَلْ حَیَاءً مِّنْکَ نہیں یا رَبّ! بلکہ یہ بھاگنا تجھ سے حیا کے سبب سے ہے پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے گناہ کا اعتراف/اقرار کیا اور باری تعالیٰ سے آرزو کے انداز میں لب کشا ہوئے۔

﴿ قَالَا رَبَّنَا ﴾ کہا ان دونوں نے یعنی آدم اور حوّا علیہما السلام نے کہ اے ہمارے رَبّ! ﴿ ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ﴾ ظلم کیا ہم نے اپنی جانوں پر اس نافرمانی کی وجہ سے۔ ﴿ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا ﴾ اور اگر آپ نہ بخشیں گے ہمارا گناہ۔

﴿ وَتَرْحَمْنَا ﴾ اور آپ رحم نہ کریں گے ہم پر تو۔ ﴿ لَنَكُوْنَنَّ ﴾ البتہ ہو جائیں گے یقیناً ہم۔

﴿ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ نقصان پانے والوں میں سے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ یہ نسیان، خطا، غلطی یا بھول سے بلا قصد سرزد ہوئی تھی لیکن سیدنا ابوالبشر آدم علیہ السلام سراپا عجز بن کر احساسِ ندامت کے ساتھ درِ توبہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ عارفین اور کاملین کا تو یہ معمول اور شیوۂ فطرت رہا ہے کہ معمولی سے معمولی عِصیان اور خطا پر لرزہ براندام ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں ''دیدۂ غمناک'' بن کر اشکبار ہو جاتی ہیں اور توبہ و استغفار سے رَبِّ جلیل کی دامنِ رحمت میں ہی پناہ کے متلاشی

رہتے ہیں۔ امام ابی حیان اندلسیؒ رقمطراز ہیں یہ اُمور سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی نجات کا مُوجب ٹھہرے۔

(۱) اپنی غلطی کا اعتراف اور اقرار۔ (۲) اپنی خطا پر احساسِ ندامت۔ (۳) اپنی خطا پر اپنی خود ذات کو یا خود کو ملامت کرنا۔ (۴) توبہ کرنا۔ (۵) رحمت باری تعالیٰ پر آس رکھنا۔

اور یہ اُمورِ درج شیطان کی تباہی کا مُوجب بنے۔

(۱) اپنے جُرم کو تسلیم نہ کرنا۔ (۲) نادم اور پشیمان نہ ہونا اپنے کیئے پر۔ (۳) جُرم کے مرتکب ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مَلامت نہ کرنا، بلکہ اس کے صادر ہونے کو اللہ کی طرف بتا دینا۔ (۴) توبہ نہ کرنا۔ (۵) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانا۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۸ تا ۲۳

آیت ۱۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اِبلیس لعین کو ذلیل وخوار کر کے دھتکار اور پھٹکار کر یہاں سے (آسمان) سے نکل جانے کو کہا گیا کیونکہ وہ اور اولادِ آدم کو بہکانے کی ترکیب وترغیب میں لگا ہوا تھا شیطان کو آسمان سے نکل جانے کا حکم دو بار دیا گیا پہلی مرتبہ آیت ۱۳ میں ارشاد ہوا: ''فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ'' پس یہاں سے نکل جا! تو ذلیل ہے۔ اس کلام میں ایک تجویز ہے۔ (بحوالہ بیان القرآن)

اب آیت زیرِ مطالعہ میں کہا گیا کہ نکل جا! مردود، رُسوا ہو کر ذلّت اور تذلیل کے ساتھ ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا، تجھ کو بھی، تیری ذریّت کو بھی اور تیری فرمانبرداری کرنے والے آدمیوں کو بھی سب کو جہنّم میں داخل کیا جائے گا، یقین رکھ! ناشکروں اور نافرمانوں کی کثرت جہنّم کی آگ کی نذر ہو جائے گی اور پھر انجام کار تو یہ ہونا ہے کہ ان ہی تھوڑے سے اطاعت گذاروں کے لئے فلاح، صلاح وکامرانی ہوگی اور شیطان لعین کی کثرت بھی ''خلیفۃ اللہ'' کے قلیل لشکر کو مغلوب ومقہور کرنے سے قاصر رہے گی۔

آیت ۱۹ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ سیّدنا آدم علیہ السلام اور اُن کی زوجہ دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا اور بتا دیا گیا کہ جہاں سے چاہو کھاؤ مگر اس شجرِ ممنوعہ کے پاس نہ جانا، اگر اس کے نزدیک گئے تو اپنا ہی نقصان کرنے والے ہو جاؤ گے اس ایک درخت کا پھل نہ چکھنے کی پابندی بطورِ آزمائش عائد کی گئی تھی۔

آیت ۲۰ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ابلیس کو اس بات کی خبر تھی کہ اس درخت کے پھل کھانے سے انسانی تولید وتناسل کے اعضاء ظاہر ہو جائیں گے اور وہ اپنا کام کرنے لگیں گے، اس حقیقت حال سے حضرت آدم علیہ السلام کو آگاہی نہ تھی شیطان نے وسوسہ ڈالا۔ شیطان جو دل میں بُری بات ڈالتا ہے اُس کو وسوسہ کہتے ہیں اور گمراہ کیا کہ اگر اس پھل کا ذائقہ چکھ لو گے تو فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے پھر یہیں دائم قیام رہے گا، زمین پر بسنے اور جانے کی نوبت نہیں آئے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام فریب میں آ گئے بالفاظ دیگر فریب کھا گئے ان کا دل حزیں تو شفاف تھا مگر شیطان کا دل تو سیاہ تھا، شیطان کا مدعا تو یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام دونوں کو اِس پیرہن بہشت سے محروم کر کے اُنہیں شرمندہ کرنا تھا جو لباس اُنہیں جنّت میں پہننے کے لئے عطا کیا گیا تھا۔ پھر شیطان نے اُنہیں بہکایا ر بھٹکایا تو اُن کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپی ہوئی تھیں عیاں ہو گئیں۔ پھر حکم ہوا کیا تمہیں اِس پھل کے کھانے سے روکا نہیں گیا تھا باری تعالیٰ نے تو تمہیں اِس درخت سے صرف اس وجہ سے روکا کہ تم کہیں فرشتے یا ہمیشہ حیاتِ جاوید/زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔

آیت ۲۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ شیطان نے اِن دونوں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام سے قسم کھا کر کہا میں تمہارا

سچا ہی خواہ ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ اس تنبیہ حقیقت کو یکسر بھول جاتے ہیں ابلیس اُن کا عدو ہے یہ نسیان اُن کی شخصی خواہش اور شیطان کی قسم اُٹھانے کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ اس نے اللہ کا نام لے کر قسمیں کھائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اس بات کا ادراک نہ ہوسکا کہ شیطان جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے حالانکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حکم صادر کیا تھا کہ تم احکاماتِ الٰہی کی اطاعت کرو خواہ حکم کی علّت سمجھو یا نہ سمجھو یہ دونوں یہ بھی فراموش کر گئے کہ اللہ کی تقدیر اور امر کے سوا کچھ بھی نہیں ہوسکتا، یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ والے اللہ کے نام پر دامِ فریب میں آجاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے کسی خادم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ذوق وشوق میں مُنہمک پاتے تو اُسے آزاد کردیتے چنانچہ اکثر بیشتر یوں بھی ہوتا کہ اکثر خادم /غلام اپنے آپ کو غلامی سے نجات پانے کے لئے طویل نمازیں پڑھنے میں مصروف ہوجاتے اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی عادت کے مطابق اُنہیں رہائی دے دیتے گو کہ آپ کو بتایا جاتا کہ آپ کے غلاموں کا عبادت میں مصروف رہنا اللہ کی رضا کی خاطر نہیں ہے یہ آپ کو دھوکہ دینے کے لئے ہے تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے "جو ہمیں اللہ کے نام پر سے فریب دیتا ہے ہم اس کے فریب میں آنے کے لئے تیار ہیں"۔

آیت ۲۲ میں بتایا جارہا ہے کہ اِس طرح اِبلیس چابکدستی اور فنی طریقۂ عمل سے اُن کو فریب دے کر درجہ اعلیٰ سے اُتار کر شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے تک لے آیا۔ شیطان کی ستم ظریفی فریب تو دیکھئے ممنوع اشیاء کے بارے میں وسوسہ اندازی سے کام لے کر لوگوں کو باور کراتا ہے کہ تمہاری تمام تر کامیابی اور ترقی کے راز ان ممنوع اشیاء کے اندر مُضمر ہیں پس جب اُنہوں نے اِس پھل کا ذائقہ چکھ لیا تو اِن کی شرمگاہیں ان کے سامنے بے پردہ ہوگئیں تو وہ شرم وحیا برقرار رکھنے کے لئے جنّت کے پتّوں رانجیر کے پتّوں سے جسم ڈھانپنے لگے۔ وہب بن منبہ کا کہنا ہے کہ "اس سے پہلے اُنہیں باری تعالیٰ کا ایک ایسا نورانی پیراہن ملا ہوا تھا اگرچہ وہ غیر مرئی تھا لیکن ایک دوسرے کی شرمگاہوں کے لئے پردۂ حجاب تھا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا نتیجہ یوں عیاں ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السّلام لباس سے محروم ہوگئے، پتّوں سے سَتر کی پردہ پوشی کے عمل سے پتہ چلا کہ سَتر کا احساس انسان کے اندر فطری ہے۔ حیا ایک فطری جذبہ ہے اور بے حیائی انسان مصنوعی انداز میں اختیار کرتا ہے شیطان انسان کا کُھلا ہوا دشمن ہے۔

آیت ۲۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السّلام نے احساسِ ندامت کے ساتھ، پشیمانی کا اظہار کیا۔ اے ربّ جلیل! اے رحیم وکریم تیری رحمت وبخشش کے طلب گار ہیں، اے ہماری اُمیدوں کے مرکز ہم اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہم نے اپنے اُوپر ظلم اور ستم کرلیا، اگر تو نے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو بالیقین ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ چنانچہ آیت ۳۷ سورۃ البقرہ ۲ پارہ ۱ الٓمّ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

"پس آدم علیہ السلام نے حق سبحانہٗ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھے، اللہ نے اُن کی توبہ قبول کی بلاشبہ وہی توبہ کا قبول کرنے والا اور رحم والا ہے"۔

اِس آیۃ کریمہ میں دعائیہ کلمات اِس ندامت کے ترجمان ہیں توبہ واستغفار کا اہتمام اور انصرام کیا گیا تو اللہ کی رحمت اور بخشش کے حق دار ہوئے پتہ یہ چلا کہ معصیت اور گُناہ کے بعد، اپنی خطا ونسیان پر احساسِ پشیمانی سے سرشار ہوکر اللہ کی بارگاہ میں عجز وانکساری کے جُھک جانا بندگانِ خدا کا طریق ہے۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

کہا گیا: نیچے اُتر جاؤ! تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ہی ٹھہرنا اور برتنا ہے روہیں سامانِ زیست ہیں اور معین مدت تک نفع اُٹھانا ہے۔ (۲۴)

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہا گیا تمہیں اسی زمین میں ساعت زندگی بسر کرنی ہے اسی میں زندہ رہو گے، اسی میں مرنا ہے پھر اسی سے نکالے جاؤ گے رُاٹھائے جاؤ گے۔ (۲۵)

الفاظ و معانی آیت ۲۴ تا ۲۵

﴿ قَالَ ﴾ کہا اللہ نے آدم علیہ السلام اور حوّا علیہا السلام، سانپ، مور اور ابلیس کو کہ۔

﴿ اهْبِطُوْا ﴾ اُتر جاؤ تم زمین پر۔ ﴿ بَعْضُكُمْ ﴾ بعضے تم میں سے۔ ﴿ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ بعض کے دشمن ہیں چنانچہ آدمی، سانپ، مور اور شیطان سب ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ) ﴿ وَلَكُمْ ﴾ اور تمہارے واسطے۔

﴿ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ﴾ زمین قرارگاہ اور آرام کی جگہ ہے ﴿ وَّمَتَاعٌ ﴾ اور فائدہ ہے۔

﴿ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ موت آنے کے وقت تک حضرت آدم علیہ السلام رنجیدہ اور غمناک ہوئے اور سمجھے کہ دوبارہ بہشت میں نہ جائیں گے۔ قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

﴿ فِيْهَا تَحْيَوْنَ ﴾ تم زمین پر جیو گے = ﴿ تَحْيَوْنَ ﴾ تمہارا جینا، تم زیست بسر کرو گے ﴿ حیوٰۃ ﴾ بمعنی زندہ رہنے کے ہیں فعل مضارع جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ ﴾ اور زمین ہی کی آغوش میں آؤ گے تم۔

﴿ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴾ اور زمین سے نکالے جاؤ گے تم حساب اور جزا کے لئے سیدنا آدم علیہ السلام اس خطاب کے مضمون سے سمجھ گئے کہ پھر جنت میں آئیں گے۔

تشریح و توضیحات آیت ۲۴، ۲۵

آیت ۲۴ میں اظہار بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام سے کہا گیا کہ بہشت سے نیچے زمین میں اُتر جاؤ تمہاری نسل راولاد باہم ایک دوسرے کی دشمن رہے گی تمہارے لئے زمین قیام کے لئے ٹھکانہ رجگہ تجویز کی گئی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام و حوّا علیہا السلام کو بہشت سے اُتر جانے کا یہ حکم سزا کے طور پر صادر نہیں ہوا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کی تصریح کی گئی ہے کہ باری تعالیٰ نے اُن کی توبہ مبرور کر لی ہے اور اُنہیں معاف کر دیا گیا چنانچہ اس حکم میں سزا کا کوئی پہلو نمایاں نہیں ہے بلکہ اس منشاء کی تکمیل و تعمیل ہے جس کے لئے اسباب حقیقت کو بروئے کار لانا ہے اور اقتصادی اُمور کو اُجاگر کر کے نفع حاصل کرنا ہے۔

آیت ۲۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اب تم جاؤ زمین پر رہو "میرے کھیتوں کو میری نمو چاہئے" کے مصداق تمہیں گردشِ لیل و نہار کے ساتھ دنیا کی زندگی ملی ہے اور اسی کارزارِ ہستی میں تمہیں اور تمہاری نسل کو موت آئے گی۔ اسی گیتی

کائنات کے پُرحسین لمحات میں تمہیں جینا بھی ہے اور مرنا بھی ہے اور اسی میں سے قیامت کے روز زندہ ہو کر اُٹھنا ہے دنیاوی زندگی کے شب و روز انسان اور ابلیس لعین کے مابین ایک معرکہ ہے حق و باطل شیطان کی یہ بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو گمراہی کی طرف مائل کرے شیطان اِس فکر میں لگا رہتا ہے کہ اولادِ آدم کو فریب در فریب میں مبتلائے بلا رکھے اور نیک کام سرانجام دینے سے انسان کو روکا جائے اب یہ حضرتِ انسان کا کام ہے کہ شیطان کے مکر و فریب سے دُور رہ کر اپنے رَبّ کا بتایا ہوا راستہ اپنا کر ایمان اور عملِ صالح لے کر زندگی کو پیمانۂ امروز فردا سے ناپنے کے بجائے زندگانی کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے، اطاعتِ باری تعالیٰ سرانجام دیتے ہوئے زندگی کا سفر پورا کر کے اپنے اللہ کے دربار میں پہنچ جائے تو اِس عمل میں انسان کی جیت ہے ورنہ جان جایئے! پہچان جایئے کہ جو حال ابلیس ملعون کا ہو گا وہی حال اُس کی راہ پر چلنے والوں کا ہو گا۔ چنانچہ راہِ عمل کے لئے درِ توبہ کھلا ہوا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

آیت ۲۴ و ۲۵ کے اَہم نکات پر مطالعاتی نظر:

تم ایک دوسرے کے عدو ہو، سب کے سب اتر جاؤ! کرۂ ارض پر بستی بساؤ! ایک سوال اُبھرتا ہے اس وقت یہ لوگ کدھر تھے، بہشت کہاں ہے؟ یہ غیبی اُمور کے بارے میں باتیں ہیں اس بارے میں ہمارا اتنا ہی علم ہے جس قدر ہمیں ذاتِ باری تعالیٰ نے بتایا ہے چنانچہ آیت ۵ سورۃ العلق پارہ ۳۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

''انسان کو اتنا علم سکھایا جو انسان جانتا نہ تھا''

اب جب کہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تو انسان کی جانب سے ان غیبی معاملات، و مقامات کی تلاش ایک سعیٔ رائیگاں ہے جو لوگ ان باتوں کا انکار کرتے ہیں اپنی سائنسی، فنی اور غیر یقینی معلومات کی بنیاد پر وہ بھی اپنی حد سے بڑھ جاتے ہیں عجیب خود سَری کا عالم ہے وہ اِس عالمِ غیب کی باتیں کرتے ہیں جہاں تک انہیں رسائی نہیں ہے! باری تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ابنِ آدم کے لئے زمین پر بسانا مقدر کر دیا۔ دنیا کی پیداوار سے لطف اٹھائیں ایک وقت مقررّہ تک یہاں رہیں اور زندہ رہیں اور جب وہ ساعت، واقع ہونے والی وقوع پذیر ہو گی تو انہیں اُٹھا لیا جائے گا وہ اپنے رَبّ کے حضور جواب دہ ہوں گے، اہلِ جنّت، بہشت میں اور اہلِ نار، جہنّم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ حقیقت تو یہ نتیجہ ہے اس عظیم سفرِ انسانیّت کی منزل کا، انسان کی کامیابی کا راز صرف اس میں مُضمر ہے کہ اس نے حق تعالیٰ سبحانہٗ کی پناہ مانگی ہو گی، اور اس کی رضا کے لئے سر تسلیم خم کر دیا ہو گا اگر اس نے اپنے دشمن، ابلیس سے دوستی کا دم بھرا ہو گا تو صاف واضح ہے وہ شکست سے دوچار ہو گا۔

Marfat.com

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اے اولادِ آدم! بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف وہ لباس اُتارا ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے رڈھانپے رکھتا ہے اور وہ تمہاری آرائش اور زینت کا موجب بھی ہے اور پرہیزگاری کی پوشاک سب سے بہتر ہے رگویا بہترین لباس، لباسِ تقویٰ ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔ (۲۶)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

اے بنی آدم! کہیں شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے جیسے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکلوایا تھا اور اُن کا لباس بھی اُتروا دیا تاکہ اُن کو اُن کی شرمگائیں دکھائے، بلاشبہ وہ اور اُن کا کنبہ رلشکر تمہیں دیکھتا ہے ایسے مقام سے جہاں سے تم اُنہیں نہیں دیکھتے ہو۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو اُن کا دوست رسرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (۲۷)

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور جب یہ لوگ فحش ربے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح طریق پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ بے حیائی کی بات کی تعلیم نہیں دیتا کیا اللہ کے ذمّے وہ بات لگاتے ہو جس کا تمہیں کچھ علم بھی نہیں ہے۔ (۲۸)

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۟ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿۲۹﴾

اے محبوب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے میرے ربّ نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے اور ہر سجدے کے وقت اپنے چہرے سیدھے رکھو قبلہ کی سمت اور اس کو پکارو اور اسی کے لئے عبادت رفرمانبرداری کو خالص کرتے ہو، تم کو اللہ نے جس طرح آغاز میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔ (۲۹)

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

ایک گروہ تو ہدایت پا گیا اور ایک گروہ پر گمراہی ثابت ہو گئی کیونکہ اِن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست ررفیق بنا لیا اور وہ اس گمان میں مبتلا ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (۳۰)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾

اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کر لیا کرو راپنی زینت اور رونق کا خیال کرتے ہوئے لباس پہنو! کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھ جانے کو رفضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۳۱)

الفاظ ومعانی آیت ۲۶ تا ۳۱

﴿ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ ﴾ یہ خطاب عام ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ اولادِ آدم سے فرماتا ہے۔﴿ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ ﴾ بے شک ہم نے بھیجا ہے تم پر۔﴿ اَنْزَلْنَا ﴾ کا لفظ استعمال کرنے کا مفہوم عطا کرنا ہے کہ ضروری نہیں کہ آسمان سے اُترا ہو۔﴿ لِبَاسًا ﴾ پوشاک یعنی تمہارے لئے لباس/پوشاک ایک بڑی نعمت ہے، قرآن میں ایک مقام پر آیا ہے۔

﴿ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ﴾ اور نازل کیا/اُتارا تمہارے لئے چوپائیوں میں سے۔ پھر لباس کی خوبی بیان کی جاتی ہے تو ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ ﴾ چُھپاتا ہے تمہاری شَرمگاہیں۔ اس میں یوادی، موارات سے مشتق ہے جس کے معنی پوشیدہ رکھنے کے ہیں سواۃ سوءۃ کی جمع ہے قواعد کے مطابق۔ سوءۃ ان اعضاء انسانی کے مفہوم میں آتا ہے جن کے عیاں رکھنے کو انسان فطرۃً بُرا اور قابلِ شرم جانتا ہے، مطلب صاف واضح ہے کہ تمہاری اصلاح اور بہتری کے لئے ایک ایسا لباس اُتارا جس سے انسان اپنے قابلِ شرم اعضاء کو مخفی رکھ سکے۔﴿ وَرِیْشًا ﴾ اور بھیجا ہے ہم نے وہ لباس اس سے اپنی آرائش کرو اور لباس زینت و جمال اور رعنائیِ حسن کے نکھار کے لئے پہنا جائے۔

﴿ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ﴾ اور لباس تقویٰ یعنی جو لباس فروتنی کے لئے پہنتے ہیں جیسے کمبل وغیرہ، سخت اور موٹے کپڑے۔

﴿ ذٰلِكَ خَیْرٌ ﴾ یہ بہتر ہے نرم اور تکلفی لباس سے جو کہ جبر کرنے والے زیب تن کرتے ہیں اور اکثر مُفسرین نے کہا ہے کہ لباس تقویٰ، پیرہن پرہیز گاری کے کپڑے ہیں جیسے زرہ، جنگ میں لڑنے والے تلوار، نیزہ اور تیر کے اثر سے اس کے سبب محفوظ رہتے ہیں اور محققوں کے نزدیک لباس تقویٰ طاعت ہے کہ آدمی کا عیب اس سے چھپا رہتا ہے جس طرح شرمگاہ کپڑے سے پوشیدہ رہتی ہے اور بعض مُفسرین نے لکھا ہے کہ لباس تقویٰ عِفت، حیا یا خوف باری تعالیٰ نیک راہ عمل اپنانا ہے۔ ''بحرالحقائق'' میں تحریر ہے کہ لباس دو اقسام پر مشتمل ہے ایک لباس فتویٰ اور وہ حکم شریعت پر مفوض ہے۔ (سپرد کیا ہوا بحوالہ فیروز اللغات)

لباس تقویٰ اور وہ حکم حقیقت سے متعلق ہے لباس فتویٰ سے بھی بدن بہرہ مند ہے کہ اس کا سَتر مَستور ہوتا ہے اور لباس تقویٰ سے دل اور روح، سِرّ اور خفی سب بہرہ مند ہوتے ہیں اور ہر ایک کی ایک چیز اس سے پوشیدہ رہتی ہے اور لباس فتویٰ سے قلب کا حصّہ صدق ہے طلب مولیٰ میں اور اُس سے دنیا و مافیہا کی طمع جو شرمگاہ سے وہ چھپی رہتی ہے۔ اور لباس تقویٰ سے روح کا حظ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی اُلفت ہے اور اس سے غیر مولیٰ کے ساتھ تعلق پوشیدہ ہوتا ہے اور سِرّ کا نصیبہ اُس لباس تقویٰ سے انوار لقا کا مشاہدہ ہے لباس تقویٰ سے مُراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق عملِ صالح اور خوفِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ﴾ وہ فضل اور رحمت باری تعالیٰ ہے کہ اس سے آدمیوں کی شَرمگاہیں پوشیدہ رہتی ہیں اور اُنہیں درخت کے پتّے چپکانے سے مُستغنی کر دیتا ہے۔

﴿ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴾ تا کہ وہ نصیحت پکڑیں اور اس نعمت کی قدر کا اندازہ کریں۔ ﴿ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ﴾ ڈرتے رہو کہ نہ فتنہ میں ڈال دے شیطان اور تمہارے ساتھ مکروفریب نہ کرے اور تمہیں راہِ حق سے بھٹکا نہ دے۔

﴿ كَمَآ اَخْرَجَ ﴾ جیسے کہ تمہیں نکال دیا۔ ﴿ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ ﴾ تمہارے ماں باپ کو بہشت سے

﴿ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا ﴾ اور اُتروادیا اُن دونوں سے اُن کا لباس۔ ﴿ يَنْزِعُ ﴾ اُتروادیا نــزع سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ﴾ تا کہ دکھائے ان دونوں میں سے ہر ایک کو اُن کی شرمگاہیں یعنی شیطان ہی کے سبب سے تمہارے ماں باپ (حضرت آدم وحوا علیہما السلام) برہنہ ہوگئے اُن کو جنّت سے نکلوایا اور ان کا پیرہن اُتار کران کے ستر ظاہر کرنے کا سبب بنا۔ وہ تمہارا قدیم دشمن ہے تم بھی اس کے مکر اور دشمنی سے دامن بچاتے رہو۔

﴿ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ ﴾ بے شک شیطان دیکھتا ہے تمہیں۔ ﴿ وَقَبِيْلُهٗ ﴾ اور اس کا لشکر۔ ﴿ قَبِيْلُهٗ ﴾ اس کی جماعت ، گروہ قبیل کے معانی جماعت ، کُنبہ کے آتے ہیں عام جماعتوں کو قبیل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارا ایسا دشمن ہے۔ ﴿ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ وہ ایسی جگہ ہے کہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو گویا کمالِ رقّت اور لطافت کی وجہ سے اُن کے اجسام تمہاری نظر میں نہیں آتے اور وہ کثافت کے سبب تمہارے جسم دیکھتے ہیں تو ایسے دشمن جان سے ڈرنا بہت لازم ہے۔

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ بے شک شیطانوں کو کافروں کا دوست ہم نے کر دیا ہے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کُفّار کو اس بات کا اختیار دے دیا گیا کہ چاہے وہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول اللہ ﷺ کو اپنا رفیق یا مددگار سمجھ لیں یا شیطانوں کے ساتھ اپنی رسمِ اُلفت نبھائیں جب شیطان کی دوستی کا دم بھرنا چاہا تو اُنہیں روکا نہیں گیا۔ ﴿ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً ﴾ اور جب کرتے ہیں کافر اور مرتکب ہوتے ہیں بُرے کام کے جیسے بُت پرستی اور بحیرہ وسائبہ کی تحریم اور مثل ان کے، جب کوئی انہیں کام سے منع کرتا ہے تو قَالُوْا کہتے ہیں تقلید کی رُو سے۔

﴿ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ ﴾ پایا ہے ہم نے اس بُرے کام ، فحش کام پر۔

﴿ اٰبَآءَنَا ﴾ اپنے باپ دادا کو۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ﴾ اور اللہ نے حکم کیا ہے اور ہم نے اپنے باپ کو ایسا کرتے ہوئے پایا باری تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم صادر فرمائے!۔

﴿ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ﴾ آپ ﷺ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ کبھی حکم نہیں کرتا بُری بات اور بُرے کام کے واسطے کہ سنت الٰہی یوں ہی جاری ہوئی کہ وہ حکم صادر کرتا ہے اچھی خصلتوں اور نیک اخلاق کا۔

﴿ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ تم لوگ اللہ جل جلالہ کی طرف اُن باتوں کو کیوں منسوب کرتے ہو جن کا تم کو علم نہیں جس کے یقین کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں۔ ﴿ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ﴾ اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے میرے ربّ نے حکم عدل وانصاف کا حکم کیا ہے عدل اور راستی توحید کی راہ عمل ہے قِسْــط کے لغوی معنی انصاف اور عدل کے آتے ہیں قسط سے مراد وہ عمل ہے ، جن میں بے راہ روی اور مبالغہ آمیزی سے کوتاہی سے دامن بچا کر میانہ روی اختیار کی گئی ہو۔ (بحوالہ بیضاوی)

Marfat.com

﴿ وَاَقِيۡمُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ ﴾ اور یہ کہ وقت سجدہ کے اپنا چہرہ/رُخ قبلہ کی سمت سیدھا رکھا کرو لفظ ''سجد'' کا اکثر مُفسرین نے مفہوم سجدہ و عبادت کیا ہے مُراد یہ ہے کہ توجہ کرو اللہ کی عبادت کی طرف جب وقتِ نماز آئے نزدیک جس مسجد کے ہو اور تاخیر نہ کرو اس جہت سے کہ اپنی مسجدوں میں پڑھ لو۔ رُخ سیدھا رکھنے کے معنی یہ بھی لے جا سکتے ہیں کہ اپنے ہر قول و قرار اور فعل عمل میں اپنی جہت/اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع رہو، اس کے بعد حکم ہے کہ ﴿ وَّادۡعُوۡهُ ﴾ اور اللہ کی عبادت کرو۔

﴿ مُخۡلِصِيۡنَ ﴾ اِس حال میں کہ پاک کرنے والے رہو۔ ﴿ لَهُ الدِّيۡنَ ﴾ واسطے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے اللہ کی عبادت خالص اس انداز سے ہو کہ شرکِ خفی، ریاء و نمود سے یکسر پاک ہو۔

﴿ كَمَا بَدَاَكُمۡ تَعُوۡدُوۡنَ ﴾ جس طرح تمہیں پیدا کیا ابتدائے خلقت میں اِسی طرح پھر اِسی طرح اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے تا کہ تمہارے اعمال کی جزا دے جس طرح تمہیں پہلے خاک/مٹی سے پیدا کیا اسی طرح خاک کی طرف پھر جاؤ گے۔ ﴿ بَدَاَكُمۡ ﴾ اُس نے تم کو اوّل پیدا کیا، بَدَاَ ، بَدۡءٌ سے فعلِ ماضی واحد مذکر غائب کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ تَعُوۡدُوۡنَ ﴾ تم لوٹائے جاؤ گے، عَوۡدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ فَرِيۡقًا هَدٰى ﴾ ایک گروہ کو ہدایت بخشی اِس طرح کہ ایمان کی توفیق دے دی۔ ﴿ وَفَرِيۡقًا حَقَّ عَلَيۡهِمُ الضَّلٰلَةُ ﴾ اور ایک گروہ کو گمراہ کر دیا۔ مدد نہ کرنے کے سبب اور ایسا کر دیا کہ سزاوار ہوگئی اُن پر گُمراہی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہِ حق کو چھوڑ کر شر پسندوں اور مُفسدین سے رسمِ اُلفت بڑھائی اور دوستی کا رشتہ اُستوار اتو اُن کے نصیب میں گُمراہی آ گئی، اُن پر گُمراہی یوں مُسلط ہوگئی کہ اُنہوں نے اِبلیس کی رفاقت کو اپنا شعار بنالیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

﴿ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ﴾ سوائے اللہ کے۔ ﴿ وَيَحۡسَبُوۡنَ ﴾ اور گُمان کیا اُنہوں نے اور سمجھے وہ کہ

﴿ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴾ وہ راہ پانے والے ہیں در حقیقت وہ ایسے نہیں تھے۔ ﴿ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ ﴾ اے بنی آدم۔

بعض مُفسرین اِس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ خطاب عام ہے اکثر مُفسرین کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ بنو ثقیف اور دوسری ایک جماعت مُشرکین عرب کی تھی اُن کے مرد اور عورت برہنہ طواف کرتے تھے اور کپڑے اُتار ڈالنے سے مفہوم لیا کرتے تھے کہ ہم گناہوں سے بری ہوگئے اور بنی عامر احرام کے دنوں میں حیوان کھانے سے پرہیز کرتے تھے اور کم کھانے پر قناعت کر کے اِس فعل کو فرمانبرداری جانتے تھے اور کعبہ کی حُرمت و تعظیم خیال کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا یہ تعظیم و تکریم کرنا ہم کو سزاوار ہے اور لائق ہے اللہ نے اُنہیں منع فرمایا ہے اور ارشاد ہوا۔

﴿ خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ ﴾ اپنا لباس پہن لیا کرو ہر نماز کے وقت، اِس آیت سے نماز میں ستر پوشی کے فرض ہونے کا علم ہوا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔

﴿ زِيۡنَةَ ﴾ زینت، آرائش سنگھار یہاں زینت سے مُراد لباس ہے یہ اِسم ہے قواعد کے مطابق۔ یہاں زینت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمام تر چیزیں جو زندگی کی قدرتی ضروریات سے زیادہ ہیں۔ مثلاً اچھا لباس، مناسب کھانا اور معاشرتی اور اقتصادی ضروریات کے تمام عوامل۔ امام قشیری قدس سرہ رقمطراز ہیں ''باطنی چیزوں کی زینت مُراد ہے ظاہری چیزوں کی آرائش نہیں''، یعنی خُشوع اور اخلاص کسی خاص جگہ کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر مکان اور مسجد میں چاہئے''۔ ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے

کہ ''زینت زبانِ علم سے سترِ عورت ہے نماز کے واسطے اور زبان کشف سے حضورِ دل ہے عرضِ راز و نیاز کے واسطے''۔

﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا ﴾ اور کھاؤ کھانے کی چیزیں یعنی ایامِ احرام میں گوشت اور چربی وغیرہ اور پیو دودھ اور سب پینے کی چیزیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۶ تا ۳۱

آیت ۲۶ میں خطاب بنی آدم سے ہے اور بتایا گیا کہ باری تعالیٰ نے ہم پر لباس اُتارا ہے جو ہمارے لئے سَتر پوشی کا ذریعہ بھی ہے اور حُسنِ زینت کا مُوجب بھی ہے لباس کے عطا ہونے کا اوّلین مقصد تو ہمارے جسم کے قابلِ شرم حصّوں کو چھپانا ہے لیکن زیب و زینت کا اظہار بھی اس کا مُدّعا ہے جس سے ہماری شخصیت، ہماری عظمت، وقار، ہمارے حُسن و جمال اور کمال شان میں اضافہ ہوتا ہے انسان کی زینت حسن لباسِ تقویٰ میں مُضمر ہے، برہنہ رہنا انسانی فطرت کے خلاف ہے لباس انسان کے حُسن نکھار کی علامت ہے جس قدر جاندار اس گیتی کائنات میں پائے جاتے ہیں وہ برہنہ رہتے ہیں ان میں کوئی لباس نہیں پہنتا وہ انسان جو لباس کو چھوڑ کر عریانی اور نیم عریانی کی طرف مائل ہوا اس کا شمار جانوروں میں ہوا۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ لباس ربِّ جلیل کے رسولوں کی سنتِ ہے۔ عبدالرحمن ابن اسلم کا کہنا ہے کہ ''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی شرمگاہ کو چھپائے تو یہ لباس تقویٰ ہے لباس سَتر اور لباسِ تقویٰ شریعت میں لازم و ملزوم ہیں جسم کا چھپانا فطری حیا ہے اسلام کی نظر میں پرہیزگاری اور حیا سے بے نیازی اور لباس کو اُتار دینا ایک فعلِ قبیح ہے یہ یہودی سازش کا خاصا ہے کہ ترقی پسندی کے فریب میں مبتلا کرنے کے لئے فیشن اور اُلفت کے جال میں مُبتلائے بلا کرنے کے لئے اخلاق کو بگاڑنے اور اُنہیں جسمانی طور پر ننگا کرنے کی عظیم تر کوشش میں آج کا معاشرہ دعوتِ گناہ دے رہا ہے یہ یہودی سازش کا کارنامہ ہے دورِ جدید کا انسان مغربی تہذیبِ نو کا لبادہ پہن کر انسانیت کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے انسان کے لئے زینت عریانی میں نہیں سَتر پوشی میں مُضمر ہے۔

آیت ۲۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ شیطان اپنی فتنہ پردازی اور فریب کاری سے کام لے کر تمہارے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کو دھوکہ دے کر اپنے وسوسے اور مکّاری سے بہشت سے نکلنے کا سبب بنا اور اُن کو اُن کے سامنے بے پردہ کر دیا شیطان اور اس کا قبیلہ دنیائے رنگ و بو میں لطافت کائنات میں ہمیں مُبتلا کر کے وار کرنے کے فراق میں ہے اور دعوتِ فکر یہ ہے کہ شیطان کے فریب مسلسل سے نجات پائی جائے تم اُن کو اپنا دوست، رفیق اور ناصح مت سمجھو ورنہ وہ دین و ایمان کی راہ سے ہٹا کر تمہیں گمراہی کی سمت مُبتلا کر دیں گے یہ ایک امر یقینی ہے کہ جو لوگ ایمان لانے سے قاصر رہتے ہیں شیطان اُن کا ہمراہی اور مددگار ہوتا ہے اس آیت کی روشنی میں چند حقائق نکھر کر واضح ہوئے:

۱)......شرم و حیا کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا اس فطری شرم و حجاب کے تقاضے کی خاطر لباس عطا کیا گیا۔

۲)......لباس جسم کی زینت اور موسمی تغیرات سے بدن کی حفاظت کا مُوجب ٹھہرا۔

۳)......لباس صرف سَتر پوشی کا وسیلہ نہیں ہے بلکہ جس فلاح کو اپنانا ہے وہ لباس تقویٰ ہے۔

۴)......لباس اللہ تعالیٰ کی اِن بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو دنیا میں چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں۔

آیت ۲۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اور جب یہ لوگ بے حیائی، فحاشی اور کسی قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں تو اُن کا کہنا ہوتا ہے ہم نے اسی طریق پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور اپنے آپ پر نادم ہونے کے بجائے زعم یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بے حیائی کا حکم صادر نہیں کرتا، اسلام سے قبل دورِ جاہلیت میں تو مشرکین کا شیوۂ عمل تو یہ تھا کہ مرد و عورت برہنہ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے تھے صرف اپنی اپنی شرمگاہ پر کوئی کپڑا یا چمڑے کے ٹکڑے سے اعضائے مستورہ کو ڈھانپ لیتے، خانہ کعبہ کا ننگے ہوکر عورت و مرد کا طواف کرنا اس بدعت کی ایک عملی تشکیل ہے جو عرب جاہلیت میں مُروّج تھی۔ اِس آیتِ مُبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ تم باری تعالیٰ کے ذِمّے وہ بات لگاتے ہو جو اللہ نے نہیں کی۔ یہاں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو شخصیت پرستی میں مبتلا ہوکر راہِ گمراہی اختیار کرتے ہیں۔ حق بات کی تلقین کی جائے تو یہ جواز دیا جائے کہ ہمارے اسلاف بھی یہی کرتے تھے۔ ”یہی وہ خصلت ہے جس کے سبب اہلِ یہود، یہودیت پر، اہلِ نصاریٰ نصرانیت پر اور اہلِ بدعت مختلف تاویل اختیار کرکے بدعتوں پر قائم رہے“۔ (بحوالہ فتح القدیر)

دورِ جدید میں آج بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو رقص و سرور میں مست ہوکر بے حیائی اور فحش باتوں پر مُبتلا ہوکر اپنے غیر فطری، غیر اخلاقی، غیر سماجی کرتوتوں کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کرتے ہیں اور برملا اظہار کرتے ہیں اللہ کا ہم کو یہی حکم ہے توبہ توبہ! جو لوگ جاہلیّت کی رسم بدعت کو اپنا شعار جانتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ رسم بھی خدا کی طرف سے مقرّر کی گئی ہے اگر تمہارے مذہب میں ایسا حکم ہے تو یہ اس بات کی ایک علامت ہے کہ تمہارا مذہب اللہ کی بتائی ہوئی تعلیمات سے انحراف کرتا ہے کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کرتے ہو جن کے بارے میں علم ہی نہیں ہے۔

آیت ۲۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ نے عدل و انصاف کی تلقین کی ہے عدل و اعتدال کا اہتمام اور انصرام شریعتِ الٰہی کی اصل روح ہے انصاف اور مساوات کا تعلق ہر شعبۂ زندگی پر محیط ہے عدل کی تعلیمات کا دائرۂ کار عقائد، اعمال، عبادات ذکرِ الٰہی، فکرِ الٰہی، یادِ الٰہی میں مُضمر ہے اخلاقیات کا پہلو یہ ہے کہ اِقتصادیات ہوں یا معاشرت، قانون ہو کہ قانون کی پاس داری، سیاست ہو کہ حیاتِ نو کی نیرنگی کائنات ہر گوشۂ حیات میں شریعت باری تعالیٰ اس احساس پر مبنی ہے انصاف ایک ایسی کسوٹی ہے کہ حکمتِ دین کی سمجھ رکھنے والا یہ پرکھ لیتا ہے، جان لیتا ہے کہ کون سی بات اللہ کی ہے اور کون سی بات اللہ کی نہیں ہے۔ حکم یہ ہے کہ سجدے کے وقت اپنے چہرے سیدھے رکھو، اللہ ہی کو پکارو عبادات واطاعت کو اللہ کی بندگی کے لئے خاص کرلو دعا اللہ ہی سے طلب کرو، جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق، زبان اور دل کی شہادت کے لائق کے مصداق اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک مت کرو، خالص دین اللہ کا قبول کرو جس طرح اللہ نے پہلی بار پیدا کیا ہے دوسری بار بھی اِسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آیت ۳۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ ایک فریق کو نعمتِ ایمان اور حکمت و معرفت مل گئی اور اللہ کی اطاعت اور عبادت کی توفیق دے دی گئی گو ایک فریق تو راہِ ہدایت پاکر انعام یافتہ ہوگیا اور ایک گروہ نے کفر و معاصی کی روش کو اختیار کی تو گمراہی اور ضلالت ان کا مقدر بنا وہ راہِ حق کو چھوڑ کر ابلیس کے دامنِ فریب میں آگئے اور خود انہوں نے شیطان کی رفاقت کو ماحصلِ زندگی سمجھا وہ بدنصیب اِس غلط فہمی کا شکار ہوگئے کہ وہ جو کچھ کررہے ہیں وہ ثواب ہے عین

Marfat.com

راحت ہے ان باطل پرستوں کے وہم گمان میں بھی نہ آیا کہ یہ راہِ حق سے فرار اختیار کر کے گمراہی اور تاریکی کو اس کارِگر حیات میں اپنے اُوپر مُسلّط کر لیا کسی انسان کی یہ کس قدر بدقسمتی ہے کہ گمراہ ہو کر سمجھ لے کہ میں صحیح سمت پر ہوں ان سادہ لوح لوگوں کو خبر ہی نہیں کہ وہ برباد ہو گئے شیطانوں کو اپنا مددگار اور ساتھی و دوست بنالیا ہے جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنالیا وہ اس خیال و گمان میں مُبتلا ہیں کہ وہ ہدایت پانے والے ہیں۔

آیت ۳۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے ہونے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ آدمی صرف اپنا سَتر چھپالے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لازمی ہے کہ حسبِ استطاعت پاکیزہ اور نفاست والا اپنا پورا لباس زیب تن کرے جس سے ستر پوشی بھی ہو جائے اور حسنِ زینت بھی نمایاں رہے جس میں نیم برہنگی، عُریانی اور غیر شائستگی کا بھی گمان اور شائبہ تک نہ ہو جس دور میں نزُولِ قرآن ہوا تو بعض جاہل لوگ مکّہ میں ایسے بھی تھے یوں تو جسم پر لباس پہنتے تھے جب حرم میں طواف کرتے یا عبادت میں مصروف ہوتے تو برَہنہ ہو جاتے اور یہ کہا کرتے کہ ہمارے اسلاف کی رسم ہے قرآن میں حکم دیا جارہا ہے کہ مسجد میں حاضری کے وقت، سجدہ کی سعادت حاصل کرتے وقت زینت حسن کی خاطر لباس پہنو، خوب کھاؤ پیو اور حد سے بڑھ جانے والا مت بن جانا حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ ایک قول یہ ہے کہ ''کنگھی کرنا، خوشبو لگانا داخل زینت ہے''۔ (بحوالہ کنزالایمان، خزائن العرفان) مسلم شریف کی حدیث میں مذکور ہے کہ ایّامِ جاہلیت میں دن میں مرد اور رات میں عورتیں برَہنہ ہو کر طواف کرتے تھے اس آیۂ مبارکہ میں ستر چھپانے اور کپڑے پہننے کا حکم دیا گیا اس کی دلیل ہے کہ سترِ عورت نماز اور طواف دونوں صورتوں میں واجب ہے۔ کلبی کا قول ہے کہ ایّامِ حج میں بنی عامر کے لوگ اپنا کھانا پینا کم کر دیتے تھے گوشت اور چکنائی تو بالکل استعمال نہ کرتے اس پر حکم صادر ہوا کہ کھاؤ، پیو گوشت ہو یا روغن رچکنائی ہو اور اَسراف بے جا نہ کرو۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جو چاہو کھاؤ پہنو فضول خرچی اور تکبر سے اجتناب کرو'' آدمی کو چاہئے کہ ہر معاملہ میں حد کے اندر رہے۔ (صحیح بخاری کتاب اللباس)

آیت ۲۶ تا ۳۱ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

یہ باری تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے نام ایک فکر انگیز اور پُر الم ندا ہے اور یہ ندا تخلیق انسانیت کا پس منظر اور پیش منظر بتاتی ہے کہ خصوصًا اس جزر کا جس کے بعد شیطان کی سازش سے حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوّا کے جسموں سے جنّت کا لباس اتار دیا گیا، یہ مرحلہ انہیں اللہ کی حکم عدولی کے سبب دیکھنا پڑا کیونکہ انہوں نے ایک مخصوص درخت کا پھل کھالیا جس کو کھانے کی ممانعت تھی اس کو ایک لغزش کا نام دیا گیا اس خطاء و نسیان کی نوعیّت وہ نہ تھی جس کا ذکر اہلِ کتاب کی منحرف کُتب تورات اور انجیل میں ہے جس کا اثر آج کے مغرب زدہ تمام علوم و فنون پر صاف صاف دکھائی دے رہا ہے دورِ جدید میں فرائڈ کے نظریات اور افکار اس پر مستزاد ہیں۔ یہ فضول توجّہ کے اگر آدم و حوّا اِس کا پھل کھالیتے تو اللہ کو ڈر تھا وہ بھی خدا کی طرح الٰہ بن جاتے۔ العیاذ باللہ۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہید)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور کس نے اللہ کی عطا کردہ کھانے کی پاک چیزوں کو ممنوع قرار دیا۔ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! یہ اشیاء کارگہ حیات میں، دنیا کی زندگی اہلِ ایمان کے لئے دی گئی ہے اور روزِ قیامت صرف انہی کے لئے خالص ہوں گی۔ ہم یوں ہی تسلسل / تفصیل کے ساتھ تمام آیات کو سمجھ داروں کے لئے واضح طور پر بیان کرتے ہیں جو حقیقت علم سے واقف / حقیقت کو جانتے ہیں / علم (۳۲)

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

(اے محبوب ﷺ)! کہہ دیجیے! میرے رَبّ نے تو منع کیا ہے بے حیائی کے کاموں سے جو فحش باتیں عیاں / کھلی ہوئی ہیں یا چھپی ہوئی اور منع کیا ہے ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم / زیادتی کرنے کو اور یہ کہ اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ ایسی چیز کو جس کی اللہ نے تو دلیلِ سند نہیں اُتاری اور یہ کہ اللہ کی نسبت ایسی بات کہو جس کے بابت تمہیں علم نہ ہو کہ درحقیقت وہ اسی نے کہی ہے۔ (۳۳)

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور ہر اُمت کے لئے ایک ساعت / لمحات کی گھڑی ہم نے مقرر کر دی ہے سو جب وہ میعادِ معین / مہلت ساعت آئے گی تو لمحہ بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہو گی / ایک گھڑی بھر نہ پیچھے جائیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (۳۴)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾

اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو تم سے بیان کریں ہماری آیات جو شخص پرہیزگاری اختیار کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو ایسے لوگ نہ خوفزدہ ہوں گے اور نہ غم سے مغمور ہوں گے / نہ وہ حزن و ملال میں مُبتلا ہوں گے۔ (۳۵)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، فخر و تکبر کیا وہ لوگ جہنم کی آگ والے ہوں گے اور اُنہیں اِس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔ (۳۶)

الفاظ و معانی آیت ۳۲ تا ۳۶

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ﴾ پوچھیے کس نے حرام کی ہے۔ ﴿زِيْنَةَ اللّٰهِ﴾ زینت جو اللہ نے مقرّر کی ہے یعنی طرح طرح کے کپڑے۔ ﴿الَّتِيْٓ﴾ وہ زینت جو محض قدرت سے۔ ﴿اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾ نکالی اپنے بندوں کے واسطے نباتات سے جیسے

Marfat.com

روٹی، حیوانات سے جیسے اُون اور حریر اور معدنیات سے جیسے ذرہ اور فولادی خود۔﴿ وَالطَّيِّبٰتِ ﴾ اور کس نے حرام کی ہیں پاکیزہ چیزیں۔طیِّبات میں سے مُراد وہ لذیذ اور خوش ذائقہ کھانے ہیں جو حلال ذریعوں سے حاصل کیے گئے ہوں۔ ﴿ مِنَ الرِّزْقِ ﴾ روزی میں سے یعنی مزہ دار کھانے پینے کی اشیاء گوشت دودھ یا اس میں سے جو حلال ہیں جیسے بحیرہ اور سائبہ۔﴿ قُلْ هِيَ ﴾ کہہ دیجئے! یہ پُر زینت اور پاکیزہ چیزیں۔﴿ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔﴿ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ دنیا کی زندگی میں لیکن کفار اور فجار اس میں مسلمانوں کے شریک ہیں مگر جاودانی نعمتیں مسلمانوں کے ہی واسطے ہیں۔﴿ خَالِصَةً ﴾ خالص بلاشرکت کے۔

﴿ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ قیامت کے دن۔﴿ كَذٰلِكَ ﴾ جس طرح ہم نے اِن احکامات کی صراحت کے ساتھ۔

﴿ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ﴾ تفصیل کی وضاحت کرتے ہیں ہم نشانیوں کی یا توحید کی دلیلیں ظاہر کرتے ہیں ﴿ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ اُس گروہ کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں اور جانتے ہیں اس آیت میں لوگوں کے لئے غُلو اور اِن جاہلانہ افکار کی تردید تھی جن کا طفلانہ تخیل یہ تھا کہ اچھا لباس اور لذیذ کھانا چھوڑ دینے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔

﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ ﴾ بے شک میرے ربّ نے حرام کیا ہے سب بے حیائی کے کاموں کو گناہِ کبیرہ، کہ یہ سب عذاب کے موجب ہیں۔﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ جو ظاہر ہے اُن میں سے جیسے کُفر۔﴿ وَمَا بَطَنَ ﴾ اور پوشیدہ ہے جیسے نفاق ،کھلی اور ظاہری فحش باتوں سے بعض اہلِ علم کے نزدیک طوائفوں اور ''بازارِ حسن'' کے وہ مراکز ہیں جہاں بدکاری ہوتی ہے اور پوشیدہ سے مُراد محرموں سے نکاح کرنا ہے جس کی ممانعت آئی ہے۔آج کل رقص و سرور کی محفل میں عورتوں کا بے پردہ ہونا، مردوں سے ان کا میل ملاپ یوں کہئے کہ بے تکلفانہ اختلاط۔رسم حنا کی تقریب، بے حیائی کے باہم زن و مرد کھلے عام ملاقات کرنا یہ سب فحش ظاہرہ ہے۔﴿ وَالْاِثْمَ ﴾ اور حرام کیا وہ گناہ جس پر حد مقرّر نہیں ہے جیسے گناہِ صغیرہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حلت و حرمت میں انسانی خواہش کو کوئی اختیار نہیں، حلال وہ ہے جسے باری تعالیٰ نے حلال قرار فرما دیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام ٹھہرا دیا۔اِثم کے لغوی معنی گناہ کے آتے ہیں یہاں پر اثم میں وہ تمام گناہ رمعصیت شامل ہیں جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے۔حسن بصریؒ نے یہاں اِسم کا معنی شراب کیا ہے۔(بحوالہ القرطبیؒ)

﴿ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ اور حرام کیا ظلم اور تکبّر بغیر حق کے اور یہ تاکید اس واسطے ہے کہ ظلم اور کبر حق پر ہوتا ہی نہیں۔ اَلبغیُ اِس کے معنی ہیں ظلم سے رحد سے بڑھ جانا۔بَغی میں وہ گناہ شامل ہیں جن کا تعلق دوسروں کے معاملات اور حقوق سے ہوتا ہے۔﴿ وَاَنْ تُشْرِكُوْا ﴾ اور حرام کیا یہ کہ شریک ٹھہراؤ تم باللہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو اس کی عبادت میں۔گویا شرک اور اِفتراء عَلَی اللّٰہِ (تم جھوٹ اور افتراء کرو) یہ بھی عقیدہ کا گناہ عظیم ہے ظاہری لحاظ سے۔﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ﴾ اور ہر گروہ کے لئے ایک مدت ہے جو اللہ نے مقرّر کر دی اُن کی زندگی کے لئے۔بعض مُفسرین نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے سوا ہر اُمّت کے واسطے ہر لحہ مدت کا تعیّن ہے کہ اس میں اُن پر عذاب آئے اور وہ ہلاک ہوں۔﴿ فَاِذَا جَآءَ ﴾ پھر جب آتا ہے۔﴿ اَجَلُهُمْ ﴾ وقت اُن کے عذاب اور ہلاکت کا یا کہئے وہ مدت مقرّرہ تمام ہو جاتی ہے۔

﴿ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً ﴾ نہیں پیچھے رہتے اس ایک مدت سے ایک ساعت، ساعت عام طور پر تھوڑے وقت کو کہتے

Marfat.com

ہیں۔﴿لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ﴾ وہ دیر نہیں کر سکتے فعل مضارع کا صیغہ منفی جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔اِسْتقدامٌ سے مضارع منفی جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

﴿یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ﴾ جو پڑھیں تم پر آیتیں میری کتاب کی یا خبر دیں تم کو احکام شریعت سے۔﴿یَقُصُّوْنَ﴾ جو بیان کرتے ہیں، پڑھتے ہیں قَصَصٌ سے مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔﴿فَمَنِ اتَّقٰی﴾ جو کوئی پرہیز کرے گا شرک اور تکذیب سے۔﴿وَاَصْلَحَ﴾ اور اصلاح کرے گا اپنے کاموں کی۔﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ﴾ پس کچھ اُنہیں نہ اندیشہ خوف ہوگا، وہ حزن وملال سے بے خوف ہوجائیں گے یہ اِس کتاب کی دلیل ہے کہ یومِ قیامت اہلِ ایمان تردّد، گھبراہٹ اور پشیمانی اور پریشانی سے دوچار نہیں ہوں گے۔(بحوالہ تفسیر قرطبی)

﴿وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا﴾ اور جن لوگوں نے جھوٹ جانا۔﴿بِاٰیٰتِنَا﴾ ہماری آیات کو، یعنی ہماری آیتوں کو ردّ کر کے رسولوں کی تکذیب کی۔﴿وَاسْتَکْبَرُوْا﴾ اور فخر وانبساط کیا یعنی سرکشی کی۔﴿عَنْہَآ﴾ ایمان سے ہماری وحدت کی دلیلوں کے ساتھ۔﴿اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ وہ گروہ رہنے والے ہیں آگ کے۔﴿ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ﴾ وہ دوزخ میں باقی رہیں گے ہمیشہ، ان میں اہلِ ایمان کے علاوہ اِن لوگوں کے انجام کی نشان دہی کی جارہی ہے جنہوں نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کے احکامات کو جھٹلایا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۲ تا ۳۶

آیت ۳۲ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کائناتِ رنگ وبُو میں عواملِ زندگی اور عناصرِ زندگی کی ترتیب وزینت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیں، دنیا کی زندگی میں اہلِ ایمان کے لئے لباس، آرائشِ جمال، رزقِ حلال اور پاک اشیاء رکھی گئی ہیں۔اِس ارضِ کائنات میں مؤمن اور کافر دونوں کا قیام ہے سب ایک ساتھ زمین پر رہتے بستے ہیں کافر بھی اِس گیتی کائنات کی پیدا کردہ چیزوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں دنیا میں اللہ کی نعمتوں سے سرفراز ہونا ایمان اور دینداری کے عین مطابق ہے۔چنانچہ آیت ۸ سورۃ التکاثر پارہ ۳۰ عَمَّ میں ارشادِ ربّی ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۝ ''سو اس دن تم سے ضرور اِن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا''۔

یہ سوال اِن نعمتوں کے بارے میں ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بخشی ہیں باری تعالیٰ نے یہ فیصلہ صادر کردیا کہ نعمتوں کے اصل حق دار تو اہلِ ایمان ہیں دنیا کی زندگی میں بہترین چیزوں کے مستحق تو ایمان والے ہیں تو اب صحیح طرزِ عمل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے مستفیض ہوا جائے، اللہ کا شکر گزار بندہ بنا جائے، اعتدال اور میانہ روی کی روش اختیار کی جائے، رَبِّ جلیل اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی جائے۔

آیت ۳۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ نے حرام بس ''بے حیائی'' کو ٹھہرایا ہے:

(۱)......خواہ وہ کام پوشیدہ ہو یا وہ ظاہری طور پر نمایاں ہو۔(۲)......حق تلفی، ناحق کی زیادتی، یعنی اپنی حدود سے تجاوز کرکے دوسروں کے حق اور حدود میں مداخلت کرنا جس کا اختیار آپ کو نہ ہو۔(۳)......اللہ کے ساتھ کسی کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہرانا جس کی کوئی سَند اور دلیل نہ ہو۔(۴)......اللہ پر کسی ایسی بات کا بُہتان نہ لگاؤ جس کا تمہیں ادراک اور علم نہیں۔

Marfat.com

انسان کا قدرت اور استطاعت کے باوجود اللہ کی اطاعت میں کوتاہی کرنا بے ہودہ اُمور سرانجام دینا، حلال کو حرام قرار دینا، دین میں ایسی باتوں کو شامل کر لینا جو کتابُ اللہ میں موجود نہ ہوں اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہوں فرسودہ رسوم کو رواج دینا مَن گھڑت باتوں کو مشرک سماج کی تلقین کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا یہ سب کام گناہ کے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کا دوسرا نام گناہ ہے۔ حدیثِ مُبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''گناہ وہ ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے اور لوگوں کے اس پر مطلع ہونے کو بُرا سمجھو''۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب البرّ)

آیت ۳۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ہر اُمّت کے لیے ایک وقت مقرّر کا تعین ہے جب اُن کی میعاد مقرّر پوری ہو جائے گی تو نہ ایک ساعت پیچھے ہو سکے گی اور نہ آگے بڑھ سکیں گے یہاں پر قوموں، اُمّتوں، گروہ اور جماعتوں کے فنا ہونے کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔ افراد کی طرح ملت اور قوموں کے لئے بھی موت و زندگی کے لئے باری تعالیٰ نے قوانین واضح کر دیئے ہیں اور ان کا وقوع پذیر ہونا اٹل ہے۔ جب کسی قوم کا اخلاقی زوال اور فتنہ و فساد ایک حد مقرّر کو چھو لیتا ہے تو اس کے بعد گیتیِ کائنات کی سرزمین میں اِس کا باقی رہنا حکمتِ باری تعالیٰ کے خلاف ہوتا ہے رسولوں کی تکذیب کرنے پر باری تعالیٰ اس قوم کو لازمی طور پر ہلاکت سے دوچار کر دیتا ہے فتنہ و فساد اور بگاڑ کی انتہا کی صورت میں اِس کے نتائج ظاہر ہونے کے لئے لحہ بھر کی بھی تاخیر نہیں ہوتی، بُرائیوں میں ملوث لوگوں کو اور بدصفات قوم و ملت کو مزید مُہلت نہیں دی جاتی۔ چنانچہ آیت ۴ سورۂ نوح پارہ ۲۹ تَبَارَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾

''تو وہ تمہارے گُناہ بخش دے گا اور ایک میعاد وقت مقرّرہ تک مُہلت دے گا، بے شک جب اللہ کا وعدہ آ جاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی رڈھیل نہیں ہوتی کاش تم کو اِس بات کی سمجھ ہوتی''۔

آیت ۳۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں اور تم کو میری آیات سناتے رہیں تو جو شخص تقویٰ اختیار کرلے اور اپنی اصلاح کر لے تو اس کے لئے نہ اندیشہ ملال ہے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی حزن و غم سے وہ معمور ہوگا، گویا اصلاح عمل اختیار کرنے والے نیک اعمال بجالانے والے کے لئے رنج والم کا کوئی موقع نہیں ہے۔

آیت ۳۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ جنہوں نے اللہ کی آیات کو جُھٹلایا اور تکبّر اختیار کیا راہِ سرکشی کو اپنا شعار بنالیا وہی اہلِ جہنّم ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہاں اُس وعدے کی طرف لطیف اشارہ ہے جب حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی ذرّیت سے اُس وقت فرمایا تھا کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکالنے کا مرحلہ آیا تھا اس میں اِبلیس اور اس کی ذرّیت کی فتنہ پردازی سے محفوظ رکھنے کی وجہ بتائی کہ میرے بھیجے ہوئے رسولوں کی اِتباع کرنا۔ چنانچہ آیت ۱۲۳ سورۂ طٰہٰ پارہ قَالَ اَلَمْ میں ارشادِ ربّی ہے:

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾

''اب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت بھیجی جائے تو جو میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ تو بھٹکے گا اور نہ تکلیف میں مبتلا ہوگا''

Marfat.com

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یَنَالُہُمْ نَصِیْبُہُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْہُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَہُمْ ۙ قَالُوْٓا اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَہِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ اَنَّہُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو بُہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا اللہ کے احکامات/آیات جُھٹلائے ان کو مل جائے گا اُن کا حصّہ جو کچھ کتاب میں تحریر ہے ایسے لوگوں کی جان روح قبض کرنے کو ہمارے بھیجے ہوئے اُن کے پاس آئیں گے اُس وقت وہ اُن سے دریافت کریں گے کہاں گُم ہیں وہ جن کی تم پرستش کرتے تھے اللہ کے سوا، وہ کہیں گے وہ ہم سے غائب ہوگئے اور مرنے کے وقت اپنے کافر ہونے کا خود ہی اقرار کریں گے۔ (۳۷)

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّۃٌ لَّعَنَتْ اُخْتَہَا ؕ حَتّٰٓی اِذَا ادَّارَکُوْا فِیْہَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىہُمْ لِاُوْلٰىہُمْ رَبَّنَا ہٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِہِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِکُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اُن اُمّتوں میں داخل ہوجاؤ جو تم سے قبل گزر چکی ہیں انسانوں اور جنوں کے پاس جہنّم میں جب بھی کوئی اُمّت داخل ہوگی دوزخ میں تو وہ دوسری اُمّت پر لعنت بھیجے گی حتّٰی کہ سب اکٹھے ہوجائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے۔ اے ہمارے ربّ جو اُنہوں نے ہمیں بہکایا تھا گُمراہ کیا تھا سو اُن کو دوزخ کا دوگنا عذاب دینا باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا ہر ایک کے لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے!۔ (۳۸)

وَ قَالَتْ اُوْلٰىہُمْ لِاُخْرٰىہُمْ فَمَا کَانَ لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور کہیں گی پہلی اُمّتیں بعد میں آنے والی اُمّتوں سے تم کو ہم پر کوئی فوقیت/فضیلت نہیں، پس عذاب کا مزہ چکھو اِس سبب کی وجہ سے جو کرتوت تم کیا کرتے تھے۔ (۳۹)

الفاظ ومعانی آیت ۳۷ تا ۳۹

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ﴾ پس کون ہے بڑا ظالم یعنی بڑا کافر۔ ﴿مِمَّنِ افْتَرٰی﴾ اس شخص سے جو افتراء کرے۔

﴿عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا﴾ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی آیات کو جُھوٹا بتائے گویا جو بات باری تعالیٰ کی کہی ہوئی نہ ہو اس کو اللہ سے منسوب کرکے، جھوٹ اس انداز کا کہ اللہ بیوی، لڑکے اور شریک رکھتا ہے۔ ﴿اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ﴾ یا جھوٹا جانے اس کی نازل کی ہوئی آیتوں کو یہ بھی نبوّت کا انکار ہے۔ ﴿اُولٰٓئِکَ یَنَالُہُمْ﴾ وہ گروہ اِفتراء اور تکذیب کرنے والوں کا پہنچادے گا اُنہیں ﴿نَصِیْبُہُمْ﴾ حصّہ اُن کا مُعین قسمت اس کی جمع اَنْصِبَاء نَصِیْبُ ہم پہنچاتے ہیں اِصَابَۃ سے مضارعِ جمع مُتکلم قواعد کے مطابق (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿مِنَ الْکِتٰبِ﴾ لوح محفوظ سے یعنی جو کچھ عذاب اُن کی تقدیر میں لکھا ہے وہ اُنہیں پہنچے گا یا جو کچھ اُن کے نامۂ اعمال میں لکھا ہے اس کی جزاء پائیں گے جو کچھ روزی اُن کے واسطے لکھی ہوئی ہے اُس سے بہرہ مند ہوں گے۔

﴿حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْہُمْ﴾ یہاں تک کہ جب آئیں گے اُن کے پاس۔ ﴿رُسُلُنَا﴾ بھیجے ہوئے ہمارے ملکُ الموت

اُن کے مددگار۔ ﴿ يَتَوَفَّوْنَهُمْ ﴾ لے آئیں گے اُنہیں یعنی روحیں قبض کرلیں گے۔

﴿ قَالُوْٓا ﴾ کہیں گے فرشتے اُنہیں ملامت کرنے کے انداز میں۔ ﴿ اَيْنَ مَا ﴾ کہاں ہیں وہ بُت رصنم۔

﴿ كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ ﴾ جنہیں تم پکارتے تھے اور پوجتے تھے اُنہیں۔ ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سوائے اللہ کے، فرشتے روح نکالتے وقت اُنہیں کہیں گے ذرا بلاؤ تو سہی ''اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم'' جن کی تم نے تمام عمر عبادت کرنے میں گذار دی ذرا اُنہیں آواز تو دینا تاکہ وہ تمہیں ہمارے قبضہ سے چھوڑا ئیں تو سہی، اِس وقت غفلت کے پردے چاک ہوجائیں گے اور حقیقت عیاں ہوجائے گی۔ علّامہ بیضاویؒ اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''کہ فرشتے اُنہیں کہیں گے وہ خدا کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ کہیں گے کافر۔ ﴿ ضَلُّوْا عَنَّا ﴾ وہ گُم ہوگئے ہم سے یعنی غائب ہوگئے اور اُن سے ہمیں کوئی مدد نہ پہنچی۔ ﴿ وَشَهِدُوْا ﴾ اور گواہی دیں گے۔

﴿ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ اپنے نفسوں پر کہ۔ ﴿ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴾ بے شک تھے وہ کافروں میں سے۔

﴿ اُدْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ ﴾ داخل ہو اُمّتوں میں کہ گذر گئی ہیں۔ ﴿ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ پہلے تم سے تمہارے دین میں۔ ﴿ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ جنّ اور آدمی میں سے، اس سے ان دو گروہ رجماعتوں کے اگلے کافر مُراد ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرمائے گا داخل ہو تم باہم۔ ﴿ فِي النَّارِ ﴾ آتش دوزخ میں اُن میں سے جنہیں عناد اور تکبّر زیادہ ہوگا اُنہیں پہلے جہنّم میں داخل کریں گے۔ ﴿ كُلَّمَا دَخَلَتْ ﴾ جس وقت داخل ہوگا۔ ﴿ اُمَّةٌ ﴾ ایک گروہ رجماعت دوزخ میں تو۔

﴿ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ﴾ لعنت کرے گا دوسرا گروہ جو اُن کے ہم دین اور ہم مذہب ہوں گے ایک ہی طریقہ اور ملت میں مرے ہوں گے۔ چنانچہ یہود، یہود کو لعنت کریں گے، نصاریٰ، نصاریٰ کو اور آتش پرست، آتش پرست کو علیٰ ہذا القیاس۔

﴿ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا ﴾ یہاں تک کہ مل جائیں گے۔ ﴿ فِيْهَا جَمِيْعًا ﴾ وہ سب دوزخ میں۔ ﴿ رَبَّنَا ﴾ اے ہمارے ربّ۔ ﴿ هٰٓؤُلَآءِ ﴾ اُنہوں نے راسی گروہ نے۔ ﴿ اَضَلُّوْنَا ﴾ گمراہ کردیا ہمیں۔

﴿ عَذَابًا ضِعْفًا ﴾ اُنہیں عذاب دے ہمارے عذاب کا دوگنا۔ ﴿ مِّنَ النَّارِ ﴾ آتشِ جہنّم میں اس ایک نوعیت کا عذاب تو صرف اس لئے ہے کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسرا عذاب اس لئے کہ اُنہوں نے اوروں کو گمراہی کی طرف مائل کیا۔

﴿ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ پھر چکھو عذاب۔ ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ سو تم بھی اپنی کمائی کے سبب راپنے مکر و فریب کے مطابق یہ عذاب چکھو کیونکہ تم کُفر کرتے ہو اور عذاب کو دوسرے کے حوالے کرتے ہو۔

تشریح و توضیحات آیت ۳۷ تا ۳۹

آیت ۳۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ بھلا اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا اور کون ہوگا جو ذاتِ باری تعالیٰ پر جھوٹ بُہتان تراشے یا اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے ایسے لوگوں کے نوشتۂ تقدیر میں جو کچھ اس کائناتِ رنگ و بو میں تحریر ہے وہ یہ پورا کریں گے گویا اُن کے مقدّر میں جو عمرِ عزیز مُقدّر رہے اُس کو گذار کے اور جو رزق نصیب میں لکھا ہے اُس کو پانے کے بعد آخر کار موت کی آغوش سے ہمکنار ہوجائیں گے۔ چنانچہ اِس مفہوم کی وضاحت آیت ۶۹، ۷۰ سورۂ یونس پارہ ۱۱ یَعْتَذِرُوْنَ میں کی

Marfat.com

گئی ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝٦٩

''آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں رجھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کامیابی نہ پائیں گے''۔

یہاں کامیابی سے مُراد آخرت کی کامیابی ہے گویا اللہ کے غَضب اور عذابِ الٰہی سے بچ جانا ہے صرف دنیا کی خوش حالی، کامیابی نہیں:

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝٧٠

''یہ دنیا کا عیش تھوڑا رعارضی ہے پھر ہمارے پاس اُن کو آنا ہے تب ہم اُن کو اُن کے کُفر کے سبب سخت عذاب چکھائیں گے''۔ (سورۂ یونس پارہ یَعتذرون ۱۱ آیت ۷۰)

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ کافروں، مُشرکوں اور اللہ کے نافرمان لوگوں کی یہ دنیاوی آسودگی، خوش حالی، مادّی ترقیاں، عروج وکمال یہ ترقیاں اور دنیا کے یہ لیل ونہار یہ بات قطعی اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ اقوام کامیاب ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن سے خوش ہے یہ عارضی کامیابیاں باری تعالیٰ کے قانونِ مُہلت کا نتیجہ بھی ہوسکتی ہیں یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُن کی روح کو قبض کرنے آئیں گے تو اُن سے پوچھا جائے گا کہ اللہ کے سوا جن کو ندا دے کر، صدا دے کر پکارتے تھے وہ کہاں ہیں جواب ملے گا وہ سب تو گُم ہو گئے۔

آیت ۳۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جب کوئی گروہ رجماعت افعال بدرگمراہی میں مُبتلا ہو جاتی ہے تو وہ نہ صرف خود گمراہی کا شکار ہوتی ہے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتی ہے چنانچہ سابقہ اُمتیں اپنے سے پہلی اُمتوں پر الزام تراشی کرتے ہوئے اپنی دوسری اُمت کو لعنت کریں گی، ہم نے اُن کی پیروی اختیار کی اور گمراہی میں پھنس گئے' یہ گمراہیوں کے احوالِ آخرت کا منظر نامہ ہے جب جہنّم میں سب اکٹھے ہوں گے۔ بتایا گیا کہ تم میں سے ہر ایک کے لئے دوہرا عذاب ہے اِس بات کی تشریح آیت ۶۷، ۶۸ سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ وَ مَنْ يَّقْنُتْ سے بھی ہوئی اللہ فرماتا ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝٦٧

''اور کہیں گے اے ہمارے رَبّ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑے لوگوں کی بات مانی جس نے ہمیں بے راہ کر کے چھوڑ دیا''۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝٦٨

''اے ہمارے رَبّ! تو اُنہیں دوگنا عذاب دے ان پر بڑی سے بڑی لعنت نازل فرما''۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۶۸)

نیکی یا بدی یہ دونوں ہی اپنی فطرت کے اعتبار سے ہوتی ہیں اور اپنے سرانجام دینے والوں کی ذات تک محدود نہیں ہوا کرتی ہیں بلکہ اُن کے اثرات دوسرے تک پہنچتے ہیں اِس لئے یہ بات کہی جارہی ہے کہ تم سے پہلے آنے والوں نے تمہارے لئے ایک بُری مثال کی اساس رکھی ہے اُن کو دوہرا عذاب بھگتنا پڑے گا لیکن تم نے جو مثال اپنے بعد کے آنے

Marfat.com

والوں کے لئے چھوڑی بھلا اس کے نتائج سے کیونکر بچ جاؤ گے تمہارے لئے بھی دوہرا عذاب ہے۔

آیت ۳۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اور اُن کے اگلے لوگ، اپنے پچھلوں سے ہمکلام ہوں گے تو اظہار کریں گے تم کو بھی ہم پر کوئی فضیلت نہیں ملی تم بھی اپنے عمل کی پاداش میں عذاب چکھو، اہلِ جہنّم کی اس باہمی تکرار کہ تم کب خود ہدایت پانے میں کوشاں تھے اگر ہم نے تمہیں طمع دنیا میں لالچ دے کر اپنا بندہ بنایا تو تم خود کیوں فریبِ طمع میں مُبتلا ہو گئے تم خود ہی ہمارے دام میں گرفتار ہوئے۔ چنانچہ اسی بات کا مفہوم آیت ۳۲ سورۂ سبا پارہ ۲۲ وَ مَنْ یَّقْنُتْ میں بھی بیان ہوا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْهُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَکُمْ بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾

”یہ بڑے لوگ ان کمزوروں کو جواب دیں گے کیا تم پر ہدایت آچکنے کے بعد ہم نے تم کو ہدایت پر چلنے سے زبردستی روکا تھا بلکہ تم تو خود ہی مُجرم تھے“۔

تم نے خود ہی اس پر غور و فکر نہیں کیا بلکہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں اُسے قبول کرنے سے گریزاں رہے محروم رہے اور آج مُجرم ہمیں بنا رہے ہو حقیقت تو یہ ہے کہ سب کچھ کرنے میں تمہاری منشاء کو دخل تھا اس لئے اصل مُجرم کی فہرست میں تمہارا نام شامل ہے نہ کہ ہمارا۔

آیت ۳۷ تا ۳۹ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ذرا سوچو تو سہی! اِس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرے حالانکہ ان کے پاس، باری تعالیٰ نے رسول بھیجے، فرشتوں کا نزول ہوا ان کی روح کو قبض کرنے کے لئے، پھر اُن کے مابین مکالمہ ہوگا فرشتے دریافت کریں گے۔ ذرا بتاؤ تو سہی! اب کہاں گئے وہ مَعبود رباطل معبود! جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پُکارتے تھے، وہ کہیں گے ”وہ ہم سے گم ہو گئے“ اور اس انداز سے غائب ہو گئے کہ اب ہمیں اُن کا کوئی پتہ معلوم نہیں! وہ اب ہماری جانب آتے نظر نہیں آرہے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے وہ لوگ اس قدر، بدحال ہوں گے کہ اُن کے باطل مَعبود، ان سے طرزِ تغافل کے انداز میں متوجہ بھی نہ ہوسکیں گے۔

اب یہ مُجرم آتشِ جہنّم میں ہیں وہ خود ہی اپنے خلاف گواہی دیں گے ہم واقعی مُنکرِ حق تھے، ہم کو لوگوں نے گمراہ کیا، انہوں نے ہمیں سیدھے راستے پر چلنے سے روکا، انہیں دوہرا عذاب ملنا چاہئے ارشاد ہوگا۔ ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے یوں ان لوگوں کے مصائب کا سلسلہ آغاز ہوتا ہے۔

یہ ایک دوسرے کو بُرا کہتے، آپس میں کوستے، ایک دوسرے کے دُشمن بن گئے۔

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾

بالیقین جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اُس کے مقابلے میں فخر وتکبر کیا اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ داخل ہوں گے بہشت میں جب تک کہ سوئی کے ناکے/سوراخ میں اُونٹ داخل نہ ہو جائے/گھس/گذر نہ جائے اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (۴۰)

لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

اُن کے لئے آتشِ جہنم کا ہی بچھونا ہوگا اور دوزخ ہی اُن کا اوڑھنا ہوگا اسی طرح ہم ظالموں کو بدلہ دیتے ہیں۔ (۴۱)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾

اور جو لوگ صاحبِ ایمان ہوئے اور اُنہوں نے نیک عمل سرانجام دیئے ہم کسی پر اُس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے/کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، وہی لوگ اہلِ بہشت ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۴۲)

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

اور جو کچھ اُن کے سینوں میں کینہ/بغض وکدورت ہے ہم اُس کو دور کردیں/نکال دیں گے اُن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی اور وہ کہیں گے تمام ثناء اور تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں راہ دکھائی ہم خود راہِ ہدایت نہ پاسکتے تھے اگر باری تعالیٰ ہماری راہنمائی نہ کرتا۔ بلاشبہ ہمارے ربّ کی طرف سے رسول آئے حق لے کر، ان خوش نصیبوں کو ندا دی جائے گی، پس وہ بہشت ہے جس کے تم وارث قرار پائے ہو یہ صلہ ہے تمہارے اپنے اعمال کا۔ (۴۳)

الفاظ ومعانی آیت ۴۰ تا ۴۳

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا ﴾ بے شک جن لوگوں نے جھٹلایا۔ ﴿ بِآيَاتِنَا ﴾ ہماری آیات کو قرآن میں سے اور ہماری قدرت کی دلیلوں کو۔ ﴿ وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا ﴾ اور سرکشی کی ایمان لانے اور فرمانبرداری سے۔ ﴿ لَا تُفَتَّحُ ﴾ نہ کھولے جائیں۔ تَفْتِيح سے کھولنے کے معنیٰ میں آتا ہے فعلِ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ أَبْوَابُ السَّمَاءِ ﴾ دروازے آسمان کے، اُن کے اعمال اور اُن کی ارواح کے لئے آسمان کے در و بام نہ کھولے جائیں گے بلکہ اُنہیں سجّین میں لے جائیں گے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ چنانچہ آیت ۷ سورۃ المطففین پارہ ۳۰ عمّ میں ارشاد ہوا:

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ "یقینی طور پر بدکاروں کا نامۂ اعمال سجّین میں ہے"۔

Marfat.com

بعض مُفسرین کا کہنا ہے کہ سجّین قید خانہ ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ قید کی طرح ایک بہت ہی تنگ مقام ہے اور مسلمانوں کی روحِ عمل کے واسطے کھول دیئے جائیں گے اور اُسے علیّین میں پہنچا دیا جائے گا جو آسمان کے اوپر ہے چنانچہ ارشادِ ربّی ہے آیت ۱۸ سورۃ المطففین پارہ ۳۰ عمّ میں:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ

''بالیقین نیک کاروں کا نامۂ اَعمال علیین میں ہے''۔

علیین۔﴿ عـلـو ﴾ بلندی سے ہے آسمانوں یا بہشت یا سدرۃ المنتہیٰ، عرش کے پاس جگہ ہے جہاں صالح لوگوں کی ارواح اور اُن کے نامۂ اعمال محفوظ ہوتے ہیں جس کے پاس اللہ کے مُقرّب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

﴿ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ﴾ اور داخل نہ ہوں گے تکذیب اور تکبّر کرنے والے بہشت میں۔﴿ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ ﴾ یہاں تک کہ گذر جائے یا گھس جائے اُونٹ، لفظ یلج، ولوج سے بنا ہے جس کے معنی تنگ میں گھُس جانا رگذر جانا اور جَمَل یعنی اُونٹ۔﴿ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾ ناکے میں سَـمّ سوئی کے روزن رسوراخ سوئی کے خیاط، سوئی اِسم ہے قواعد کے مطابق اُونٹ سوئی کے ناکے سے نہیں داخل ہوسکتا ہے تو بہر صورت کافر بھی جنّت میں جا ہی نہیں سکتے۔

﴿ وَكَذٰلِكَ ﴾ اور اسی بُری سزا کے مثل۔﴿ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ جزا دیں گے ہم مُجرموں رکافروں کو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنا کُفر نہیں تو اب کیا ہے!۔﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ ﴾ اُن کے لئے ہے آتشِ دوزخ سے۔﴿ مِهَادٌ ﴾ فرش ر بچھونا ہوگا اس پر وہ بیٹھیں گے۔﴿ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ ﴾ اور اُوپر سے اُن کے غـوَاشٌ بالاپوش ہوگا۔غـوَاشٍ ڈھانپنے والی چیز، غاشیۃ کی جمع ہے قواعد کے لحاظ سے اسی آتشِ دوزخ سے یعنی اُن کے نیچے اور اُوپر آگ ہی آگ ہوگی۔العیاذ باللہ۔

﴿ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ نہیں ہم تکلیف دیتے اور نہیں حکم کرتے ہیں ہم کسی جان کو مگر اُس کی جس پر وہ قادر ہو اور جسے بجالا سکے، یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ نیک کام جن کو انجام دینا جنّت میں داخل ہونے کی شرط ہے وہ کوئی ایسے دشوار طلب امر نہیں، جو انسان سرانجام نہ دے سکے، جب انسان کو اعمالِ صالحہ کرنے کی تاکید کی گئی تو احتمال یہ تھا کہ یہ مشکل کام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے احکامِ شریعت کی تکمیل میں سہولت اور آسانی کردی۔ (بحوالہ تفسیر بحرِ محیط)

﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ ﴾ اور نکال لیں گے ہم وہ چیز جو اہلِ بہشت کے سینوں میں ہوگی۔﴿ وَنَزَعْنَا ﴾ ہم نکال دیں گے، نَـزْعٌ سے فعل ماضی معروف جمع متکلّم کا صیغہ قواعد کے مطابق۔﴿ مِّنْ غِلٍّ ﴾ کینہ اور حسد اور جو کچھ عداوت کا سبب ہے۔﴿ تَجْرِيْ ﴾ جاری ہیں۔﴿ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ﴾ نیچے سے ان کے مکانوں میں نہریں۔ان کو سرور و لذّت حاصل کرنے کے لئے، جب قیامت کے دن اُنہیں بہشت میں جانے کی نوید مسرت ملے گی تو اُن کے آئینہ دل سے رنجش، کدُورت عداوت دُور ہو جائے گی یہ لوگ خوش خوش، مسرت و تابانی کے ساتھ جنت میں بسیں گے۔اہلِ ایمان جب پُل صراط سے گذر کر دوزخ سے نجات پا جائیں گے تو اُنہیں بہشت اور جہنّم کے مابین ایک پُل کے اوپر روک لیا جائے گا اس مقام پر باہمی رنجش اور عداوت کے معاملات میں جو زیادتیاں سرزد ہوئی ہوں گئیں اُن کا ازالہ کر دیا جائے گا وہ باہم شیر و شکر

Marfat.com

ہو جائیں گے۔ پھر جنّت میں داخلے کا اِذن نصیب ہو جائے گا۔ (بحوالہ صحیح بخاری کتاب المظالم، باب قصاص المظالم)

''یہ پُل ظاہری طور پر پُل صراط'' کا آخری حصّہ ہوگا جو بہشت سے باہم ملا ہوا ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا﴾ اور کہیں گے اہلِ جنّت جب اپنے درجات منازل اور مقام دیکھیں گے، حمد و ثناء اللہ کی ہے جس نے اپنے فضل سے راہِ ہدایت دکھائی، یہ مقام اس کی جزاء اور بدلا ہے، ہدایت کی توفیق سے ہمیں ایمان اور عملِ صالحہ انجام دینا نصیب ہوا یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور رحمت ہے کہ ہم یہاں تک پہنچے۔ ہدایت کا لفظ جو عام طور پر بولا جاتا ہے اِس کے کئی قِسم کے درجات ہیں حقیقت تو کچھ یوں ہے کہ ''ہدایت باری تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ملنے کا نام ہے''۔ اس لئے اللہ کا تقرب پانے کے درجات بھی مختلف نوع ہیں ہدایت کا ایک درجہ کفر و شرک سے نجات اور ایمان ہے جس سے انسان گمراہی اور غلط سمت چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ امام راغب اصفہانی)

ہدایت کا ہر کوئی طلب گار ہے۔ چنانچہ خاتم النبیین ﷺ آخرِ عمر تک دعا کرتے رہے۔ آیت ۶ سورۃ فاتحہ:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ ''ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا'' یہ صراطِ مستقیم ہی الاسلام ہے جس کو رسول نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ﴿وَنُوْدُوْٓا﴾ اور پکارے جائیں گے اہلِ بہشت، نودوا اُن کو پکارا جائے گا، نِداء سے فعلِ ماضی مجہول جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿اَنْ تِلْكُمُ﴾ کہ یہ ہے، یہ سب اسم اشارہ ہے۔

﴿اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ﴾ یہ وہ جنّت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یہ شانِ کریمی ہے کہ بندے کو بندگی کا حق ادا کرنے کے لئے انعامات اور کرامات سے سرفراز کیا جائے۔ ﴿اُوْرِثْتُمُوْهَا﴾ وارث قرار دیئے گئے تم اس کے۔ اُوْرِثْتُمُوْا اصل میں اُوْرِثْتُمْ اِیْرَاثٌ سے فعلِ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ بسبب اس چیز کے کہ تم جس پر عمل کرتے تھے۔ طریقِ شریعت پر اور سُنّت کے مطابق، جنّت کو اللہ تعالیٰ نے میراثِ اس واسطے قرار دیا کہ یہ ''عطائے بے رنج ہے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری) دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان میراث لینے والے ہیں کافروں سے۔ چنانچہ حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کی ایک جگہ بہشت میں اور ایک جگہ دوزخ میں نہ ہو، پھر کافر دوزخ میں مسلمانوں کی جگہ میراث لیں گے اور جنّت میں کافروں میں جگہ مسلمانوں کو میراث ملے گی۔

تشریح و توضیحات آیت ۴۰ تا ۴۳

آیت ۴۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور اللہ کی ہدایت اور کلامِ ربّانی کی آیات کے مقابلے میں تکبّر و فخر کے ساتھ پیش آئے اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے جس طرح سوئی کے روزن رسوراخ میں اُونٹ کا سما کر رداخل ہو کر گذر جانا محال ہے اسی طرح مُشرکین اور اہلِ کُفر کا جنّت میں داخلہ کسی طرح ممکن نہیں ہے اِس بات کا ذکر باب ۱۹، ۲۳، ۲۴ انجیل متی میں بیان ہوا ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ ''مُشرک کی موت کے بعد اس کی رُوح میں مُردار کی بدبُو پھیلتی ہے''۔ اس لئے آسمان کے پہرے دار اسے اُوپر جانے کا راستہ نہیں دیتے۔ (بروایت حضرت براء بن عازبؓ)

Marfat.com

اِس آیت کے مطالعہ سے اِس بات کا پتہ چلا کہ بہشت آسمان میں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن کی رُوح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ''منکرین اور کافروں کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

آیت ۴۱ میں بیان کیا جارہا ہے اور اُن کے لئے دوزخ کی آگ کا بچھونا ہوگا اور یہی اُن کا اوڑھنا ہوگا گویا اہلِ جہنّم کے لئے ہر طرف سے عذاب ہی عذاب مسلّط ہوگا کسی لمحہ، کسی کروٹ اُن کو چین وسکون میسّر ہونے کا نہیں۔ ظلم کرنے والوں کو، کافروں کو باری تعالیٰ ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔ آیت ۳۲ سورۃ الزُّمر پارۃ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ ''ایسے کافروں کا ٹھکانہ دوزخ میں نہ ہوگا تو اور کہاں ہوگا!''۔

آیت ۴۲ میں بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے آیاتِ رَبّانی کو مان لیا اور نیک اور صالح عمل سرانجام دینے کی کوشش میں مُنہمک رہے تو ایسے لوگوں پر اُن کی استطاعت وصَلاحیّت سے زیادہ بار باری تعالیٰ نہیں ڈالتے۔ گویا ایمان اور عمل کی توفیق پر صلۂ عظیم عطا ہوتا ہے ہر فردو بَشر سے نیک عمل اتنا ہی مطلوب و درکار ہے جتنی کرنے کی اس میں ہمت اور طاقت ہے۔ باری تعالیٰ نے بندوں پر اس قدر ہی ذِمّہ داری تفویض کی ہے جس قدر وہ آسانی سے کرسکتا ہے اور یہی لوگ اہلِ جنت ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیت ۴۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی اہلِ جنّت پر یہ خاص لُطف وکرم اور عنایت ہوگی کہ اُن کے سینوں میں جو بُغض وعِناد کے احساسات اور جذبات ہوں گے اُن کے قلوبِ مطہرہ سے آئینہ کی طرح صاف ہوجائیں گے، اہلِ ایمان کے سینہ سے ہر خلش ختم کردی جائے گی یہ اَنبیاء کرام کی اتباع کرنے والوں کے احوالِ آخرت کا مَنظر نامہ ہے کہ بہشت میں وہ ایک دوسرے کے مدِّ مقابل، پُر کیف فضا پا کر شاداں شاداں ہوں گے نفرت اور ملامت کا کہیں نام ونشان تک نہ ہوگا۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اللہ کا خاص انعام وکرم ہے ورنہ کوئی یہاں تک نہ پہنچتا! رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''یہ بات اچھی طرح جان لی جائے کہ تم میں سے کسی شخص کا عمل بہشت میں نہیں لے جائے گا جب تک اللہ کی رحمت شامل نہ ہو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے حبیب (ﷺ)! آپ بھی؟ فرمانِ نبوی ﷺ صادر ہوا: ہاں! میں بھی اُس وقت تک جنّت میں نہیں جاؤں گا جب تک رحمتِ باری تعالیٰ مجھے اپنے دامن میں نہیں سمیٹ لے گی۔ (بحوالہ صحیح مسلم، صحیح بخاری)

آیت ۴۰ تا ۴۳ کے اہم نکات پر اجمالی نظر:

ذرا تصوّرات کی دنیا سے باہر نکل آیئے، یہ عجیب کیفیّتِ مَنظر ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، اندازِ تکبر اپنایا، اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھل پائیں گے۔ گویا ایک اُونٹ ہے اور اسے سوئی کے ناکے میں داخل کرانے کے لئے تیاری ہورہی ہے بتایا جارہا ہے، لمحہ توقف ہے۔ اتنا تو انتظار کرو یہ ناکہ کھل جائے اس سے اُونٹ گذر جائے بھلا کیونکر ایسا ممکن ہے وقت تو بیت گیا چنانچہ ہمیشہ کے لئے جہنّم ان کا مقدّر بنا۔

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾	اور اہلِ بہشت آواز دیں گے اہلِ دوزخ کو بے شک ہم نے سچّا پایا وعدہ جو ہمارے ربّ نے ہم سے کیا تھا، سو جو تمہارے ربّ نے وعدہ کیا تم نے بھی اپنے ربّ کے کئے ہوئے وعدہ کو سچّا پایا، وہ کہیں گے ہاں پھر ایک منادی کرنے والا اُن کے درمیان اعلان کرے گا، لعنت ہو اللہ کی ظالم لوگوں پر۔ (۴۴)
الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾	جو اللہ کی راہ سے اِعراض کرتے ہیں / روکتے ہیں اور کجی کے مُتلاشی ہوتے ہیں وہی لوگ آخرت کے منکر ہیں۔ (۴۵)
وَ بَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْ ۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ۫ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ یَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾	اور ان دونوں (جنّتی لوگ اور اہلِ دوزخ) کے مابین ایک پردہ / آڑ ہے اور اعراف کی بلندیوں پر کچھ اور مرد ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی علامت / اُن کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور اہلِ جنّت کو پُکار کر آواز دیں گے "سلامتی ہو تم پر" ابھی یہ جنّت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے مگر اس کے آرزومند ہوں گے۔ (۴۶)
وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾	اور جب اُن کی نگاہیں اہلِ دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی / تو پلٹ دی جائیں گی کہیں گے اے باری تعالیٰ! ہمیں اِن ظالموں کے ساتھ شامل مت کیجئے!۔ (۴۷)

الفاظ و معانی آیت ۴۴ تا ۴۷

﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ ﴾ اور جب پکاریں گے جنّت والے لوگ اہلِ دوزخ کو اور ملامت کے انداز میں کہیں گے ﴿ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا ﴾ بے شک پائی ہم نے ﴿ مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا ﴾ وہ چیز جس کا وعدہ ہمارے ربّ نے ہم سے کیا تھا۔ ﴿ حَقًّا ﴾ سچ، بلاشبہ ہم سے باری تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ ایمان اور صالح عمل اپنانے پر جنّت عطا کی جائے گی ہم نے اُس کو وعدے کے مطابق پایا۔ ﴿ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ ﴾ اور جو کچھ وعدہ کیا تھا تم سے تمہارے ربِّ جلیل نے سچا یعنی عذابوں کا، کُفر کے سبب جہنّم میں جانے کا، تو کیا تم نے بھی اُس کو وعدہ کے مطابق پایا۔ ﴿ قَالُوْا نَعَمْ ﴾ اہلِ دوزخ کہیں گے ہاں! ہم نے وہ پایا جو باری تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اب تو حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے صدق کی معلوم ہوگی اور اُنہیں اپنی گمراہی کی حقیقت بھی آشکار ہوگی اِس بات کو یوں سمجھئے کہ جب غُزوۂ بدر میں کافر موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے اور اُن کی لاشیں ایک کنویں میں پھینک دی گئی تھیں تو حضرت محمد ﷺ نے خطاب کیا جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا آپ (ﷺ) ایسے لوگوں سے مخاطب ہیں جو موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم! میں اُنہیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تم سے زیادہ سُن رہے تھے لیکن وہ اب جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے"۔ (بحوالہ صحیح مسلم

Marfat.com

شریف: کتاب الجنۃ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار، بخاری شریف کتاب المغازی باب قتل ابی جہل)

﴿فَاَذَّنَ﴾ پھر صدا دے گا۔ ﴿مُؤَذِّنٌ﴾ آواز دینے والا، کہتے ہیں وہ ندا کرنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿بَیْنَہُمْ﴾ اہلِ بہشت اور اہلِ جہنّم کے مابین۔ ﴿اَنْ لَّعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ﴾ لعنت ہو اللہ کی ظلم کرنے والوں پر، جن پر پھٹکار ہوگی اُن کی نشان دہی کر دی گئی:

⇐ اوّل:...... یہ کہ وہ ظالم ہیں ظلم کا مفہوم یہاں شرک اور کُفر ہے۔

⇐ دوئم:...... یہ کہ وہ خود بھی دینِ حق کو تسلیم نہیں کرتے اور دوسروں کو اِس سے باز رکھتے ہیں۔

⇐ سوئم:...... یہ کہ دینِ حق کے دلائل میں شکوک وشُبہات پیدا کرتے ہیں اور غلط سمت راہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

⇐ چہارم:...... یہ کہ اُن کا آخرت پر یقین اور ایمان نہیں جو بھی ان چار گُمراہیوں میں مُبتلا ہوا وہ عذاب کا مستحق ٹھہرا۔

﴿وَبَیْنَہُمَا حِجَابٌ وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ کُلًّا بِسِیْمٰہُمْ﴾ اور ❶ جنت اور دوزخ کے مابین پردہ ہے۔ حِجَابٌ سے مُراد ایک آڑ ہے فیصل دیوار ہے جس کا ذکر پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ سورۃ الحدید آیت ۱۳ فَضُرِبَ بَیْنَہُمْ بِسُوْرٍ لَّہٗ بَابٌ اُن کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا (اہلِ ایمان اور منافقین کے مابین) اور اِس دیوار کو اعراف کہتے ہیں امام زاہد نے کہا ''اعراف ایک ٹھیکرا ہے مُشک سفید کا۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

اور اعراف پر مرد ہوں گے جنّت اور جہنّم میں آگاہی رکھنے والے۔ اعراف جمع ہے عُرف کی اور عرف کے لغوی معنی ہیں بلند مقام۔ اعراف میں کون لوگ ہوں گے؟ اس کے بارے میں مُفسرین نے پندرہ (۱۵) اقوال تحریر کئے ہیں۔ اہلِ اعراف میں کس کا شمار ہوگا؟ ''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ'' (بحوالہ روح البیان) اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان کے قول کے مطابق جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

محشر میں لوگوں کے مابین تین گُروہ ہوں گے، پہلا گروہ جو کافر اور مُشرک ہوں گے اُن کو تو پُل صراط سے گذرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی پہلے ہی دوزخ کے دروازوں سے اس میں دھکیل دیئے جائیں گے۔ دوسرا گروہ مؤمنین کا جن کے ساتھ نُورِ ایمان کی روشنی ہوگی۔ تیسرا گُروہ مُنافقین کا چونکہ یہ کائناتِ گیتی میں مسلمانوں کے ساتھ لگے رہے وہاں بھی شروع میں ان کے ہمراہ لگے رہیں گے اور جب پُل صراط سے گزرنے لگیں گے تو اُس وقت ایک تاریکی کی گھٹا سب کو ڈھانپ لے گی مؤمنین اپنے نُورِ ایمان کی روشنی چمک دمک سے آگے بڑھ جائیں گے اور مُنافقین آواز دے کر لب کُشا ہوں گے ذرا ٹھہرو تو سہی! کہاں جاتے ہو؟ ہماری حالت مضطر دیکھ لو؟ ہم بھی تمہاری روشنی سے لطف اُٹھالیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا دینے والا کہے گا ''لوٹ جاؤ'' ایمان اور عمل صالح کی روشنی پانے کی ساعت تو گذر گئی روشنی حاصل کرنے کا مرحلہ تو پیچھے گذر

❶ ...... سِیۡمَاءٌ کے معنی علامت کے ہیں اہلِ بہشت کے چہرے روشن اور تروتازہ ہوں گے اور اہلِ جہنّم کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی اس طرح دوسرے لوگوں کو پہچان لیں گے۔

گیا۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ﴾ اور اہلِ بہشت کو اعراف والے آواز دے کر کہیں گے سلامتی ہو تم پر یعنی جب جنّت میں دیکھیں گے تو اہلِ بہشت سے تہنیت کے طور پر کہیں گے سلام اور تحیہ اللہ کی تم پر ہو، کیا سعادت ہے تمہاری کہ دارالسّلام میں سلامتی کے ساتھ پہنچے۔ ﴿ لَمْ يَدْخُلُوْهَا ﴾ ابھی اہلِ اعراف بہشت میں نہ داخل ہوئے ہوں گے۔ ❶ ﴿ وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴾ اور وہ طمع رکھتے ہوں گے کہ جنّت میں داخل ہوں۔ ﴿ يَطْمَعُوْنَ ﴾ وہ اُمید رکھتے ہوں گے، وہ رغبت رکھتے ہوں طَمَعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ ﴾ اور جب پھیری جائیں گی اُن کی آنکھیں۔ ﴿ صُرِفَتْ ﴾ وہ پلٹ دی گئیں۔ صَــرْفٌ سے فعل ماضی مجہول واحد مؤنث غائب قواعد کے لحاظ سے۔ تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ اُن کا منہ پھیر دے گا۔

﴿ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ دوزخیوں کی طرف۔ ﴿ تِلْقَآءَ ﴾ طرف/سمت/جہت۔ لِـقَـاءٌ کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ آمنے سامنے کے مقام کو ﴿ تِلْقَآءَ ﴾ کہا جاتا ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ قَـالُوْا تو وہ اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے کہیں گے رَبَّـنَـا اے اللہ ہمارے ﴿ لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ نہ کر ہمیں ظالم قوم میں شامل، یعنی ہمیں اور اُنہیں دوزخ میں اکٹھا نہ کر۔ (بحوالہ تفہیم القرآن از مولانا مودودی)

تشریح و توضیحات آیت ۴۴ تا ۴۷

آیت ۴۴ میں اظہار بیان یہ ہے کہ اہلِ بہشت دوزخ والوں کو ندا دے کر کہیں کہ ہمیں تو مل گیا اللہ کا سچّا وعدہ جو باری تعالیٰ نے کیا تھا اور جو رسولوں نے فرمایا تھا کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے فرمانبرداری کی راہ اختیار کرو گے تو اجر و ثواب کے مستحق ہوگئے اور کفر و نافرمانی پر عذاب! کیا تم نے بھی جو کچھ تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا اس کو سچّ پایا؟ اہلِ بہشت کے اِس سوال کا مقصد اہلِ دوزخ کی فضیحت ہے۔ وہ جواب میں کہیں گے وہ سب کچھ درست نکلا، اہلِ جہنّم کا اعتراف گویا اعترافِ جُرم ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس آخری اعترافِ جُرم کی پاداش میں اُن کے اور سزا کے مابین کوئی چیز حائل نہیں رہے گی گویا آج ظالم لوگ اللہ کی عنایت اور بخشش سے یکسر محروم ہوگئے۔

آیت ۴۵ میں بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ زندگی بھر دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے سعیِ رائیگاں میں مصروف، و مُنہمک رہے اور اپنی مرضی کے غلط راستوں پر گامزن رہے اور لوگوں کو دعوتِ اسلام قبول کرنے سے منع کرتے رہے وہی آخرت کا انکار کرتے رہے اُن کا تو یہ خیال خام تھا کہ دینِ الٰہی کو بدل دیں اور جو طریقہ باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتایا ہے اس میں تغیر رُونما کریں۔ (بحوالہ خازن ماخوذ کنزالایمان خزائن العرفان فی تفسیر قرآن، سید محمد نعیم الدینؒ احمد رضا خاںؒ)

آیت ۴۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اہلِ بہشت اور اہلِ نار کے درمیان ایک حجاب/پردہ/دیوار ہوگی اس

---

❶ ......یعنی یہ اصحابِ اعراف وہ لوگ ہیں جن کی زندگی نہ تو مثبت انداز اِس قدر توانا ہوگی کہ جنّت میں داخل ہوسکیں نہ اس قدر بُری کہ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں وہ جنّت اور دوزخ کی فیصل/درمیان میں ہوں گے۔

Marfat.com

بلائی حصّے کا نامِ اعراف ہے اس پر کچھ مرد ہوں گے اس پر سے اہلِ جنّت اور اہلِ دوزخ سب نظر آئیں گے یہ دیوار عالمِ بہشت اور عالمِ نار کے درمیان ایک حدِ فاصل ہوگی، جن لوگوں نے مشاہدہ حق کیا دنیا میں اور حق و باطل کی کشمکش میں حق کا پرچم بلند کیا، داعیٔ خیر کے طلب گار رہے اور بُرائی سے روکنے والے تھے اُن کا یہ شرف و اعزاز ہوگا کہ باری تعالیٰ اُن کو بہشت اور جہنّم کا مشاہدہ کرائے تا کہ حق و باطل کا انجامِ کار اپنی نظروں سے دیکھ لیں اور یہ اندازِ تکلّم اپنے رفیقوں کو ہدیۂ تہنیت پیش کریں اور عدوِحق کی سرزنش کریں۔

آیت ۴۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جب لوگوں کی آنکھیں اہلِ نار کی طرف مُلتفت ہوں گی تو آہ وبکاہ کے ساتھ بول اُٹھیں گے اے اللہ! ہمیں اِن ظالموں کا ساتھی مت بنا جہنّم میں جانے والوں کے خوف سے طاری چہرے اور آتش کی تپش میں ڈوبا ہوا بھیانک چہرہ دیکھ کر اہلِ اعراف سَراسیمہ ہو جائیں گے اور دعا کریں گے۔ اے اللہ! ہم کو اِن ظالموں کے ساتھ مت رکھنا پھر جب اہلِ اعراف جنّت میں داخل ہوں گے تب خوف جاتا رہے گا۔

آیت ۴۴ تا ۴۷ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

جنّت والے، دوزخ والوں کو ندا دیں گے ہمارے رَبّ کا وعدہ سچّا ہوا، کیا تم نے بھی اِس وعدے کو ٹھیک پایا وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! پھر ایک پُکار آئے گی اللہ کی لعنت! اِن ظالموں پر جو راہِ ہدایت، حق سے لوگوں کو روکتے تھے اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔

یہ بات کس قدر توہین آمیز اور کس قدر تلخ ہے اہلِ زبان ہی اِس کو جانتے ہیں جُھوٹ کو ہاں، کب کہا جاتا ہے! اور اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ایمان والے کو یقینِ کامل ہے کہ اللہ کا وعدہ سچّا بھی ہے اور اس کی وعید بھی اٹل ہے۔

اِستقامت کی ایک ہی صورت حال ہوسکتی ہے اور ہے بھی! اور وہ کیفیتِ عمل یہ ہے کہ انسان اللہ ﷻ کے مِنہاج اور شَریعت کو اپنائے شریعت کے علاوہ تمام راستے ٹیڑھے ہیں۔

ع چلی سمت غیب سے ایک ہوا
کہ چمن سُرور کا جل گیا

کے مصداق جو کوئی سیدھی سمت اور راہ کے بجائے کسی دوسری راہ کو سوچے گا وہ آخر کار ''کُفر'' تک پہنچ جائے گا اور کُفر کی علامتِ عمل یہ ہے کہ انسان آخرت کی جواب دہی سے انکاری رہے اگر کسی کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کا یقین ہو تو وہ ہرگز، ہرگز کسی کو راہِ حق سے نہیں روکتا اور نہ ہی خود وہ اللہ ﷻ کے مِنہاج اور شَریعت سے دُور ہوتا ہے یہاں سے ایک نئے منظر کا پتہ چلتا ہے یہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک حدِ فاصل ہے یہ لوگ جنّت والوں کو بھی اُن کی علامات سے پہچان جائیں گے اور اہلِ دوزخ کو بھی ان کی نشانِ علامات سے پہچان لیں گے۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور آواز دیں گے اعراف والے، جن کو وہ اُن کی نشانی /علامت سے پہچانتے ہوں گے وہ اُن سے کہیں گے نہ نفع دیا تمہاری جمعیت نے / کچھ کام نہ آیا جن کی وجہ سے تم فخر و انبساط کیا کرتے تھے۔ (۴۸)

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

اب یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں اُٹھا کر کہا کرتے تھے یہ لوگ باری تعالیٰ کی رحمت کو کبھی نہ پا سکیں گے اُنہیں تو حکم صادر ہوا کہ تم جنّت میں داخل ہو جاؤ اب تمہیں نہ کوئی ڈر ہے نہ خوف اور نہ تم غمگین ہو گے۔ (۴۹)

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۙ﴿۵۰﴾

اور دوزخ والے اہلِ بہشت کو صدا دیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی انڈیل دو یا کچھ اور دے دو جو رزق اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے، اہلِ بہشت کہیں گے، باری تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں کے لئے حرام کر رکھی ہیں۔ (۵۰)

الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا تھا، اُنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے اور فریب میں مُبتلا کر رکھا تھا پس! آج کے دن ہم بھی اُنہیں فراموش کر دیں گے / بُھول جائیں گے، جیسے وہ بُھول گئے تھے اُس دن کی ملاقات کو جیسا کہ وہ ہماری آیات کے منکر تھے۔ (۵۱)

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور ہم نے اُن کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علمِ کامل سے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے جو ایمان لانے والی قوم کے لئے سراپا ہدایت اور رحمت ہے۔ (۵۲)

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ ؕ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

کیا وہ اِس کی حقیقت کے مشاہدے کے منتظر ہیں کہ اِس کا مضمون ظاہر ہو جائے جس روز اُس کی حقیقت آشکار ہو گی تو یہ لوگ جو اسے پہلے نظر انداز کر رکھا / بُھلائے بیٹھے تھے کہہ اُٹھیں گے بے شک ہمارے رَبّ کے رسول سچی بات / پیامِ حق لے کر آئے تھے کیا اب ہم کو یہاں کوئی سفارش کرنے والا ملے گا، جو ہماری سفارش کر سکے، یا ہم دنیا میں دوبارہ لوٹائے جائیں تا کہ ہم جو عمل کر آئے ہیں اس کے برعکس اچھے اعمال کریں، بے شک اُنہوں نے خود ہی اپنے کو خسارے میں ڈالا اور جُھوٹی باتیں جو وہ کرتے تھے سب گُم ہو گئیں۔ (۵۳)

الفاظ و معانی آیت ۴۸ تا ۵۳

﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ ﴾ اور پکاریں گے اعراف والے۔ ﴿ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ ﴾ ان مردوں / کافروں کو جنہیں

Marfat.com

پہچان جائیں گے۔ ﴿ بِسِیْمٰهُمْ ﴾ سِیْمَا بمعنی نشان، علامت، چہرہ۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ساتھ اُن کی نشانیوں کے وہ سیاہ چہرے اور نیلی آنکھیں ہیں اور وہ پہچانے ہوئے لوگ کافروں کے سردار ہوں گے۔ جیسے ولید، مغیرہ، ابوجہل اور عاص بن وائل اور مثل اُن کے مُشرکوں میں سے جو دنیا میں کہتے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ صحابہ کو اللہ جنت میں داخل کرلے اور ہمیں جہنّم میں، ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلداوّل)

﴿ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ ﴾ کہیں گے اُنہیں اہلِ اعراف کہ تم عذاب میں ہو دفع نہ کر دیا تم سے عذاب۔

﴿ جَمْعُكُمْ ﴾ اس مال نے جسے تم جمع کرتے تھے یا تمہاری مدد کرنے والے حمایتی جو بکثرت تھے اُنہوں نے ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ اور جو غرور پر نازاں اور شوکتِ افتخار کرتے تھے اُن کے تکبّر نے بھی ان کا عذاب نہ روکا اور پھر اعراف والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ اور اُن کے مثل صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کریں گے اور کافروں سے کہیں گے۔ ﴿ اَهٰٓؤُلَآءِ ﴾ کیا یہیں ہیں وہ گروہ/جمعیت۔

﴿ الَّذِيْنَ ﴾ وہ لوگ جو دنیا میں۔ ﴿ اَقْسَمْتُمْ ﴾ قسم کھاتے تھے۔ ﴿ اَقْسَمْتُمْ ﴾ تم نے قسم کھائی اِقْسَامٌ سے فعلِ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ﴿ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ﴾ ہرگز نہ پہنچائے گا اللہ اُنہیں رحمت! اب دیکھو جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو' رحمتِ باری تعالیٰ سے یہی لوگ جنّت میں ہیں اور جب اعراف والے اس کلام سے فارغ ہوں گے تو ربِّ جلیل اپنے کرمِ بے پایاں سے اُنہیں کہے گا۔ ﴿ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ ﴾ تم داخل ہو جاؤ جنّت میں۔

﴿ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ ﴾ کچھ خوف نہیں تم پر، اب کہاں حزن وملال۔ ﴿ وَلَآ اَنْتُمْ ﴾ اور نہ تم۔

﴿ تَحْزَنُوْنَ ﴾ غمگین ہوگے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب اہلِ اعراف جنت میں داخل ہوں گے تو جہنّمی لوگوں میں یاس کے بعد اُمید فرحت محسوس ہوگی تو عرض کرنے کی جسارت کریں گے اے باری تعالیٰ! ہمارے قرابت دار جنّت میں ہیں ہمیں اجازت دی جائے کہ اُن سے باتیں کریں/شرفِ ہمکلامی نصیب ہو حق تعالیٰ حکم صادر فرمائے گا اہلِ جنّت دوزخ والوں کو دیکھیں گے اور اپنے اہلِ قرابت کو نہ پہچان پائیں گے اس لئے کہ وضع قطع اور صورت یکسر بدل گئی ہوگی مگر جہنّمی لوگ اُنہیں پہچان جائیں گے اُن کے نام اور کُنیّت سے اُنہیں پکاریں گے اور اُن سے جنت کا کھانا پینا طلب کریں گے اور آرزو کریں گے۔

﴿ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا ﴾ ڈالو ہمارے اُوپر۔ ﴿ مِنَ الْمَآءِ ﴾ جنّت کے پانی میں سے اِس قدر کہ اُس سے ہماری پیاس بُجھے۔

﴿ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا ﴾ اور جنہوں نے بنا رکھا تھا اپنا دین تماشا اور کھیل، ستم ظریفی تو دیکھئے عید کے دن وہ کعبہ کے گرد آتے تھے، تالیاں بجاتے اور کھیل کُود مچاتے تھے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلداوّل)

﴿ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ اور فریب دیا اُنہیں دنیاوی زندگانی اور طول مہلت نے یہاں تک کہ وہ اللہ کو بھول گئے اور یہ نہ سمجھ پائے کہ نیرنگی دنیا غدّار، مکّار اور دھوکہ دینے والی ہے جیسا کہ مثنوی میں بتایا گیا۔

ع سرمایۂ آفت ست زنہار ☆ خود را ز فریب اونگہدار

﴿ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ﴾ اور آج ہم اُنہیں بھلا دیں گے، چھوڑ دیں گے، جیسے اُنہوں نے

Marfat.com

فراموش کر دیا تھا اور نہ دل میں خیال تک لاتے تھے اُس دن کی ملاقات کا۔ ﴿نَنْسٰىهُمْ﴾ ہم اُن کو بھولے ہوئے کی طرح چھوڑ دیں گے نِسْیَان سے فعل مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق، نسیان بھلا دینے کے مفہوم میں آتا ہے۔ امام رازیؒ نے یوں تشریح کی ہے نسی بمعنی ترک، جس کے معنیٰ ہوئے ہم اُنہیں چھوڑ دیں گے اور اُن کو نجات نہیں ملے گی، ایک مطلب یہ مُراد لیا ہے ہم اُن سے ایسا سلوک رکھیں گے جیسے ہم نے اُن کو فراموش کر دیا۔ (بحوالہ تفسیر امام رازیؒ)

﴿وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ اور وہ ایسے تھے کہ عناد کی راہ اپناتے ہوئے انکار کرتے تھے ہماری رُبُوبیّت کی علامتوں کو یا ہماری کتاب کی آیات کو۔ ﴿وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ﴾ اور بے شک ہم نے عطائے خاص سے ایک کتاب عطا کی اور اس کے معنی مُفصّل بیان کر دیئے ہیں وہ سب کچھ جو کام آئے۔ ﴿عَلٰى عِلْمٍ﴾ اور یہ بیان علم کامل پر کیا ہے گویا ہم جانتے تھے مُفصّل طور پر۔ ﴿هُدًى﴾ اور لائے ہم اس کتاب کو راہ دکھانے والی۔

﴿وَرَحْمَةً﴾ اور رحمت والی۔ ﴿لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ اس قوم کے واسطے جو ایمان لاتے ہیں۔

﴿اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ﴾ مگر کتاب کے انجام اور اس کی حقیقت کے وعدے گویا وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ اس کتاب میں جو ثواب اور عذاب کا وعدہ اللہ نے کیا ہے دیکھیں کہ وہ سچ ہوتا ہے یا نہیں۔ ﴿يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ﴾ جس دن کہا جائے گا انجام کاریوں سمجھئے کہ جس دن وعدے کے آثار ظاہر ہو جائیں گے گویا یہ قیامت کے دن ہوگا۔ تَـاْوِیْـلُ کے معنی ہیں کسی شئے کی اصل حقیقت اور انجام کار۔ (بحوالہ بیضاویؒ)

﴿قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا﴾ بلا شبہ آئے تھے رسول ہمارے رَبّ کے حق کے ساتھ اور ہم نے اُن کی تکذیب کی اور یہ ہماری بڑی خطا تھی۔ ﴿قَدْ خَسِرُوْٓا﴾ بے شک نقصان کیا اُنہوں نے۔ ﴿اَنْفُسَهُمْ﴾ اپنی جانوں پر کہ اپنی عمرِ عزیز کا سرمایہ بُتوں کی پرستش میں رائیگاں کر دیا ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ﴾ اور گم ہو گیا اُن سے۔

﴿يَفْتَرُوْنَ﴾ جو کچھ وہ افتراء کرتے تھے اور جھوٹ بولتے تھے کہ بُت ہماری سفارش رشفاعت کرنے والے ہیں اللہ کے پاس۔

تشریح و توضیحات آیت ۴۸ تا ۵۳

آیت ۴۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اہلِ جہنّم کو اعراف والے لوگ اُن کی نشانیوں اور چہرے کی علامتوں سے جان جائیں گے، پہچان جائیں گے اور کہیں گے تمہیں تو اپنے مال وزر، شوکت جاہ وجلال پر بڑا گھمنڈ تھا، یہاں تو یہ تمہارے کچھ کام نہ آیا بلکہ ناروا اختیارات نے تمہیں تباہی سے ہمکنار کر دیا۔ اُس نے تو تمہیں کچھ نفع نہ دیا وہاں تو رَبّ کی بندگی اور حقِ بندگی اور اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہی کام آئے گی اور نہ ہی وہ ساز و سامان زندگانی ہی نے تمہیں کچھ فائدہ دیا جس پر تم کُشاں کُشاں نازاں تھے۔

آیت ۴۹ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ وہی اہلِ بہشت ہیں یہ وہی صاحبِ ایمان ہیں جنہیں دنیا میں تم غریب، مسکین اور نادار جان کر تمسخر اڑاتے تھے "یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے یہ تو کبھی بھی اللہ کی رحمت کے سزاوار

Marfat.com

نہیں ہوسکتے"۔(بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

دنیا میں مشرک، بدعتی اور آئمۂ کُفر، قسمیں اُٹھا کر دوسروں کو بے دین اور اللہ کی رحمت سے محروم سمجھتے تھے یوم حشر اُنہیں آگاہی ہوگی کہ وہ خود بے عمل اور شرک جیسے گناہ میں مُبتلا تھے، اہلِ ایمان کو تو آج حکم ملا ہے جاؤ جنّت میں داخل ہوجاؤ! اب تم پر نہ کوئی خوف ہے نہ حزن وملال اور نہ تم مَغموم ہو گے۔ بہشت میں تمہیں کسی بات کی فکر نہ ہوگی نہ کسی نعمت کے زوال کا اَندیشہ ہوگا اور نہ کوئی غم لاحق ہوگا۔

آیت ۵۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ غضبِ الٰہی کی ایک صورت ہے کہ اہلِ دوزخ بے قرار مضطرب ہوکر جنّت والوں کو ندا دیں گے کہ تمہارے قدموں کے نیچے تو چشمے رواں دواں ہیں باغات میں پھول کِھلے ہیں پانی یا دوسری نعمتیں جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں، پانی ہی تھوڑا سا انڈیل دو، جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں سے ہم پر بھی کچھ کرم ہوجائے شاید کہ کچھ افاقہ ہوجائے، کچھ کھانے کو ہی مل جائے، کچھ تو عطا ہوجائے وہ کہیں گے کافروں کے لئے تمام چیزوں کی بندش ہے اللہ نے یہ چیزیں حرام کردی ہیں اہلِ کُفر پر۔ کھانے پینے کی تمام تر نعمتیں قیامت کے دن صرف اہلِ ایمان کو عطا ہوں گی چنانچہ آیت ۳۲ سورۂ اعراف میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ

"(اے حبیب ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! یہ چیزیں اہلِ ایمان کے لئے ہیں اِس دنیاوی زندگی میں اور صرف اُنہیں کے لئے ہیں روزِ قیامت"۔

آیت ۵۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا سمجھ لیا اور جن کو دنیاوی زندگی کے شب وروز نے دھوکہ میں رکھا جو گیتی کی کائنات کی لطافتِ حسن اور کیف وسُرور کی لذّت میں مَحو ہوکر یادِ باری تعالیٰ سے غافل رہے یہ کُفار قریش ہیں جنہوں نے دین کا مسخر اُڑایا، ظالمانہ اور مُشرکانہ طرزِ زندگی اپنا کر زندگی کی لطیف حقیقتوں سے بے خبر رہے حالانکہ دین کی تعلیمات کا ماحصل تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ زندگی اور اُمورِ حیات کے ہر پہلو میں صحیح نقطۂ نظر کا ادراک کریں لیکن لوگ ہنگامہ زندگی میں کھو کر فریب میں آگئے دنیاوی اُلفت کے تقاضے نبھانے کی خاطر رسم التفات دنیا کے دامِ قفس میں محصور ہوگئے (مجازی محبوب کے عارض وکاکل سے کھیلتے رہے) اُفتادِ زمانہ میں اُلجھ گئے "مجنوں کو لوگ تماشا بنائے پھرتے ہیں" کے مصداق اُنہوں نے کسی بات کی پرواہی نہیں کی آدمی صاحبِ فہم وذکاء ہوتے ہوئے وہ عیش میں یادِ خدا ہی نہ رہی اور اُسے نیرنگی دنیا میں ڈوب جانے کے بعد خوفِ خدا ہی نہ رہا بلکہ قیامت کی ملاقات اور شرفِ دیدار باری تعالیٰ کو ہی بھول گئے، اگر کچھ خیال ہوتا تو دین، نبی کی تعلیمات سے سیکھتے، اللہ کی اطاعت اور رسول کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بناتے لیکن یہ لوگ اللہ کی آیات کے منکر رہے۔ حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ایسے بندوں سے دریافت کرے گا "کیا میں نے تمہیں بیوی اور اولاد نہیں دی تھی، کیا تم کو عزّت واِکرام سے نہیں سرفراز کیا گیا!، کیا اُونٹ اور گھوڑے تمہارے لئے تابع نہیں کردئیے"، وہ کہے گا کیوں نہیں! اے اللہ! یہ سب باتیں درست ہیں باری تعالیٰ اُن سے دریافت فرمائے گا! کیا تجھے میری ملاقات کا یقین تھا! وہ کہے گا "نہیں" رَبِّ جَلیل فرمائے گا "پس جس طرح تو مجھے بھولا رہا، آج میں تجھے بھول جاتا

Marfat.com

ہوں''۔ (بحوالہ صحیح مسلم کتاب الزھد)

آیت ۵۲ میں بتایا جارہا ہے کہ لوگوں کے پاس باری تعالیٰ نے ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے جس میں حقیقتِ علم، اَسرارِ علم اور رمُوزِ علم کی مکمل تفصیل اور تفسیر ہے یہ بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی کے معاملات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے کون سا عمل درست اور افضل ہے صحیح طرزِ زندگی اور ادائے حق بندگی کے اساسی اصول اور ضابطۂ عمل ہے یہ کتاب اہلِ ایمان کے لئے سراپا ہدایت اور رحمت ہے قرآنِ مجید کی خوبی یہ ہے۔ باری تعالیٰ نے نورِ علم کی اساس پر تمام اُمور کا تفصیلی بیان، بیان کردیا ہے جن سے فیضِ آگہی دنیا وآخرت کی سعادت کے لئے امر لازمی ہے۔

آیت ۵۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ کلامِ باری تعالیٰ میں جو عذاب کی دھمکیاں بتائی گئی ہیں اُس کی حقیقت آشکار ہوجائے اور حقائق سامنے آجائیں تب حق کو قبول کریں گے اِس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ جب عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوں گے اُس وقت وہ سفارش کے متلاشی ہوں گے جو اللہ سے سفارش کرکے اُن کی سزا معاف کرا دے، ایسی سفارش اور شفاعت کرنے والا کافروں کو کوئی نہ ملے گا، پھر اُن کے دل میں آرزو ہوگی کہ اے کاش! ہمیں دنیا میں دوبارہ آنا نصیب ہوتا کہ پہلے کے مقابلے میں اچھے عمل کرسکیں لیکن اب اس خواہش کا کیا حاصل! کتاب رُشد وہدایت تو اُن کے پاس آگئی! نوید بشارت تو مل گئی' اس کی دعوت فکروعمل نے علم وبصیرت کی روشنی عطا کی لیکن یہ حق کا انکار کرنے والے سرکش اور عناد والے اپنے تکبّر میں رہے تو اُن کو کس پر ناز ہے کیا اُنہیں اپنی بداعمالیوں کے انجام کی خبر نہیں! جس دن انجامِ کار کا نتیجہ آئے گا اُس دن اس کی فرصت کب ملے گی کہ کوئی ایمان لائے اب تو فیصلہ کا دن ہوگا یہ مکافاتِ عمل کی گھڑی ہوگی اور یومِ حساب ہوگا ان لوگوں نے تو خود اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کرڈالا۔ بقول شاعر:

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے ☆ پیش کر غافل عمل گرچہ (کچھ) دفتر میں ہے

آیت ۴۸ تا ۵۳ پر ایک مطالعاتی نظر:

یہ اعراف والے لوگ، دوزخ کی اہم شخصیت کو اُن کی علامتوں سے پہنچاتے ہوئے کہیں گے ذرا اپنی حالت تو دیکھو! کوئی پُرسانِ حال نہیں کہاں پڑے ہوئے ہو، تمہارے جتھّے نے تمہیں کیا نفع دیا! تمہارے اسکتبار نے تمہیں کیا تحفظ فراہم کیا بتاؤ تو سہی، یہ لوگ ان بڑے مشہور مجرموں کو اس بات کی یاددہانی کرائیں گے تمہارا تو اہلِ ایمان کے بارے میں یہ احساسِ گُمان تھا کہ یہ گمراہ ہوئے ہیں اور یہ تمام لوگ باری تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں آج انہیں کو پیامِ مُسرّت ملا ہے جنّت میں داخل ہوجاؤ، تمہارے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی رنج وملال۔

ایک آواز اہلِ دوزخ کی بھی سنائی دیتی ہے جو نہایت دردانگیز ہے، چند قطرے پانی کے ہمیں مل جائیں! کچھ رزق ہمیں کھانے کے لئے مل جائے۔ جواب دیا جائے گا یہ دونوں چیزیں مُنکرینِ حق پر حرام کردی گئیں ہیں۔ کیونکہ تمہیں دنیا کی زندگی میں دھوکہ رکھا ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾

بے شک تمہارا رَبّ اللہ ہے وہ جس نے زمین وآسمان چھ دن میں بنائے پھر عرش پر متمکن ہوا/عرش پر قائم ہوا (جیسا کہ اُس کی شان کے لائق ہے) وہ رات کو ڈھانک لیتا ہے دن سے، جو مسلسل ایک دوسرے کے آگے پیچھے دوڑتے ہوئے تیزی سے آتے ہیں اور جس نے پیدا کیا سورج، چاند اور ستاروں کو، وہ سب اِس کے حکم کے تابع /پابند ہیں سن لو! اُس کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا، بڑی برکت والا ہے اللہ جو رَبّ ہے سارے جہانوں کا۔ (۵۴)

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾

دعا کرو اپنے رَبّ سے عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر اور چپکے چپکے/آہستہ آہستہ، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (۵۵)

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾

اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اِس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اللہ کو خوف اور توقع سے گویا دعا کرتے رہو اُس سے ڈرتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب تر ہوتی ہے/کے (۵۶)

وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

اور وہی اللہ ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو کہ مژدہ نوید سناتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اُٹھالاتی ہیں بھاری بادلوں کو ہم لے جاتے ہیں کسی خشک سرزمین /ویران شہر کی طرف پھر ہم اس بادل سے پانی برسا کر طرح طرح کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو بھی نکال لیں گے تاکہ تم نصیحت پکڑو/سمجھ سکو۔ (۵۷)

وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور زرخیز سرزمین کی پیداوار اللہ کے حکم سے خوب اچھی نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے گھٹیا/ناقص پیداوار نکلتی ہے، اِسی طرح ہم اپنی نشانیاں/مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو شکرگزار بننا چاہیں۔ (۵۸)

الفاظ ومعانی آیت ۵۴ تا ۵۸

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ﴾ بلاشبہ تمہارا رَبّ پروردگار ہے جو جامع جمیع صفاتِ کمال ہے۔ ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ﴾ وہ جس نے پیدا کیا آسمان ﴿وَالْاَرْضَ﴾ اور زمین۔ ﴿فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾ چھ دن کی مقدار میں، یوں تو طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب یعنی صبح سے لے کر شام تک کے وقت کو دن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس ساعت/وقت تذکرہ ہو رہا ہے جب کہ نہ سورج تھا اور صبح وشام کا تصوّر۔ اس لئے آیت مبارکہ میں ''یوم کا مفہوم مطلق وقت ہے اور لفظ یو

Marfat.com

کا اطلاق اس معنی میں عام طور پر رہتا ہے''۔(بحوالہ علامہ راغب اصفہانیؒ از مفردات القرآن)

امام احمد بن حنبلؒ اور مجاہدؒ سے قول منقول ہے ''یہاں چھ دن سے آخرت کے چھ دن مُراد ہیں''۔تبیان میں لکھا ہے کہ ان چھ دن سے آخرت کے دن مُراد ہیں۔ہر دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہے یہاں یہ سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ تو اس بات پر قادر و مختار ہے کہ یہ سارا جہاں چشم زدن میں تخلیق کر دیتا۔قرآنِ حمید میں مختلف عنوانات سے یہ بات بار بار بتائی گئی ہے کہ ''آنکھ جھپکنے کے عرصہ میں ہمارا حکم نافذ ہو جاتا ہے چنانچہ اس اَمر کی وضاحت آیت ۸۲ سورۂ یٰسین پارہ ۲۳ وَمَالِیَ سے ہو جاتی ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

''اور یہ اس کی شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا اتنا کہہ دینا کافی ہو جاتا ہے کہ ہو جا''کُن'' وہ اسی وقت ہو جاتا ہے''۔

اور اشیاء کو کلمہ کُن سے تخلیق کی قدرت ہوتے ہوئے اُنہیں بتدریج مَعرضِ وجود میں لانا دلیل ہے،قادرِ مختار کی قدرتِ کاملہ پر اور اشارہِ لطیف ہے کاموں میں دیر کرنے کی رعایت کی جانب اور عُجلت اور اضطراب نہ کرنے کی طرف اور اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالتَّانِّيْ مِنَ الرَّحْمٰنِ کا نکتہ اس بات کی تائید کرتا ہے۔چنانچہ مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی میں کیا خوب اظہار ہے۔

ع مکر شیطان ست تعجیل وشتاب خوئے رحمٰن ست صبرو احتساب

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ''غور وفکر کے ساتھ بتدریج کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے''۔(بحوالہ شعب البیہقی ماخوذ از تفسیر مظہری)

اِس کو یوں سمجھئے کہ جلد بازی اختیار کرنے میں انسانی مسئلہ کے ہر پہلو پر غور وخوض نہیں کر پاتا اس لئے اکثر عُجلت کے سبب کام بگڑ جاتا ہے اور بعد میں پشیمان ہوتا ہے تدبّر،تفکّر اور سہولت کے ساتھ کام انجام دیا جائے تو اِس میں برکت ہوتی ہے۔

آیت زیرِ مطالعہ میں زمین و آسمان کی تخلیق کا عمل چھ دن میں تکمیل پذیر ہونے کا ذکر ہے چنانچہ یہی مضمون آیت ۴ سورۃ الحدید پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں ارشادِ ربّی ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا''۔

اور اس کا تذکرہ سورۂ یونس آیت ۳ پارہ ایَعْتَذِرُوْنَ میں اور سورۂ حٰمٓ السجدہ آیت ۹ میں بیان کیا گیا۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

''اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! کیا تم اُس اللہ کا انکار کرتے ہو! اور تم اس کے شریک مقرّر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی یہاں دن سے ایک ہزار سال کی مدت ہے''۔(بحوالہ امام ابن جریرؒ)

''گویا کائنات ارضی وسماوی کی تخلیق چھ ہزار سال کے عرصہ میں آہستہ آہستہ مختلف مدارجِ حیات طے کرتے ہوئے ہوئی''۔(ماخوذ از ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ پھر قصد کیا، اوپر پیدا کرنے عرش کے یا غالب ہوا اُس کا حکم عرش پر یا خود قرار پکڑا اُس نے عرش پر باری تعالیٰ کے قرار پکڑنے کی تخصیص اس جہت سے ہے کہ عرش سب مخلوقات میں بڑا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عرش پر قرار پکڑنا ایک صفت ہے۔ باری تعالیٰ کی بے کیف اور بے وصف اور یہ متشابہاتِ قرآن میں سے ہے ہمارا اِس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تاویل حق سبحانہٗ تعالیٰ پر ہی چھوڑتے ہیں۔(بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿اِسْتَوٰى﴾ اُس نے قصد کیا قرار پکڑا، استویٰ کے لفظی معنی قائم ہونے اور عرش شاہی تخت کو کہا جاتا ہے، بلند بالا ہوا۔ اِسْتِــوَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق قرآنِ حمید میں۔ ﴿اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے۔(بحوالہ قامُوس القرآن) انور شاہ کشمیریؒ کی رائے ہے کہ ﴿اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ سے ربِّ جلیل کا عرش پر تجلّی ریز ہونا مُراد ہے۔

حضرت امام مالکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ استویٰ علی العرش سے کیا مُراد ہے آپ نے کچھ دیر تامّل کے بعد فرمایا لفظ استواء کے معنیٰ تو معلوم ہیں'' اور اس کی کیفیّت اور حقیقت کا ادراک عقل انسانی نہیں کرسکتی، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں کیفیت وحقیقت کا سوال کرنا بدعت ہے۔(بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم از مفتی محمد شفیعؒ)

یہ استواء متشابہات میں سے ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اللہ کی اس سے جو مُراد ہے حق ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اِسْتِــواء معلوم ہے اور اس کی کیفیّت مجہُول ہے اور اِس پر ایمان لانا واجب ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آفرنیش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھہرا۔ واللہ اعلم بمراد کتابہ۔(بحوالہ کنزالایمان از احمد رضا خاںؒ)

﴿يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ﴾ کھینچ لیتا ہے اللہ شبِ تاریک کو روز روشن میں گویا دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے چُھپا لیتا ہے اور اُس کا عکس نہیں کہا ان دو متضاد الفاظ میں سے ایک کے بیان پر اِکتفا کرنے کو۔ ﴿يَطْلُبُهٗ﴾ ڈھونڈتی ہے رات دن کو یعنی اِس کے پیچھے لگی ہوئی آتی ہے۔ ﴿حَثِيْثًا﴾ جلدی کرنے والی اور دن بھی جلدی کے ساتھ رات کا طالب ہے۔ اس مفہوم کو آسان انداز میں یوں سمجھئے، سحر وشام کا یہ انقلاب تمام عالم کو نُور سے اندھیرے میں یا تاریکی سے روشنی میں لے آتا ہے۔ ﴿يُغْشِى﴾ وہ ڈھانک دیتا ہے اَغْشَاء سے، فعلِ مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿يَطْلُبُهٗ﴾ وہ اُس کو طلب کرتا ہے۔ طَلَبٌ سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے ﴿حَثِيْثًا﴾ دوڑتا ہوا جلدی کے ساتھ حَــثٌّ سے کسی کام پر اُبھارنا اور رَغبت دلانا، قواعد کے مطابق اِسم ہے۔ ﴿مُسَخَّرٰتٍ﴾ تابع رفرمانبردار ہوئے اِس کے حکم سے۔ تَسْخِيْرٌ مصدر سے اسم مفعول جمع مؤنث۔

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پیدا کرنا❶۔ عجائب مخلوق کا جو کچھ پیدا کیا گیا ہے اس میں

❶......الامر سے مراد عالم مجردات یعنی قلب الروح والسر الخفی والاخفی۔ بحوالہ تفسیر مظہری۔

تصرف باری تعالیٰ کا ہی ہے، خَلق کے معنی پیدا کرنا ہے اور امر کے معنیٰ حکم نافذ کرنا ہے عملاً کائنات کی تدبیر اللہ کے دائرۂ اختیار میں ہے گردشِ سحر وشام خود بہ خود نہیں ہو رہے بلکہ اللہ کے حکم سے ہو رہی ہے آفتاب ومہتاب، انجم وکواکب خود کسی طاقت کے مالک نہیں ہیں بلکہ ایک وسیع کائنات جو محض اُس کی قدرت کاملہ کے کرشمے سے اپنے اپنے فریضہ کو باقاعدگی سے سرانجام دے رہی ہے صوفیاءِ کرام کا قول ہے کہ ''خلق اور امر دو عالم ہیں'' خلق کا واسطہ مادّہ اور ماہیّت سے ہے اور امر کا تعلق مجردات لطیفہ کے ساتھ ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوم از مفتی محمد شفیع)

یوں کہیے کہ باری تعالیٰ نے یہ کائنات خَلق رپیدا کی اور اسی کا اَمر وحکم ہر شئے میں جاری وساری ہے یہ حق بھی خاص اللہ کا ہے کہ اس کائنات میں اس کا حکم چلے۔ ﴿ تَبٰرَكَ اللّٰهُ ﴾ بزرگ ہے اللہ ﷻ وحدانیت کے ساتھ، الوہیت میں یکتائی کے ساتھ رَبُوبیت میں۔ تَبَارَکَ لفظ برکت سے بنا ہے اور لفظ برکت کے اصل معنیٰ ہیں نُمو، بڑھنے، زیادہ ہونے کے، ثابت رہنے کے ہیں گویا اس میں رفعت وعظمت کے معنیٰ پوشیدہ ہیں۔

یوں سمجھئے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ رَبِّ جلیل کی خوبیوں اور بھلائیوں کی حد نہیں ہے اور وہ عظیم، بلند وبالا ذات ہے بلکہ یوں کہیے:

ع کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق ☆ زبان اور دل کی شہادت کے لائق حاؔلی

﴿ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ پیدا کرنے والا اہلِ عالم کو۔ ﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ ﴾ پکارو اپنے رَبّ کو۔

﴿ تَضَرُّعًا ﴾ عاجزی اور گریہ زاری کے ساتھ۔ ﴿ وَّخُفْيَةً ﴾ اور پوشیدگی کے ساتھ، گویا ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اُسے پہچانو! اور اُس کی عبادت کرو تضرّع رعجز وانکساری تو آدمی کے محتاج ہونے کی علامت ہے اور مخفی رپوشیدہ رکھنا اخلاص کی دلیل ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ ﴾ بے شک وہ۔ ﴿ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ اللہ دوست نہیں رکھتا حد سے گزرنے والوں کو، مُعْتَدِیْن، اِعْتِدَاءٌ سے مشتق ہے اعتِدنا کے معنیٰ ہیں حد سے تجاوز کر جانا، اِسم فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق۔ دعا میں حد سے بڑھ جانے کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ ایسے کلمات کا اظہار جس سے خشوع وخضوع میں فرق پڑھ جائے دعا میں نالہ وفریاد یہاں تک کیا جائے کہ ریا کا عنصر غالب آجائے ایسی دعا کی جائے جس کی عقلاً وشرعاً ممانعت ہو، حرام چیز کے لئے دعا کرنا یا وہ چیز مانگتے ہیں جو اُن کے لائق نہیں۔ جیسے اَنبیاء کا مرتبہ۔ ﴿ وَادْعُوْهُ ﴾ اور پکارو اللہ کو۔ ﴿ خَوْفًا ﴾ اس کے عذاب کے خوف سے۔

﴿ وَّطَمَعًا ﴾ اور اُس کے ثواب کی اُمید پر، طَمَعًا توقع، اُمید یہ طَمِعَ یَطْمَعُ کا، مَصْدر ہے اِسم ہے قواعد کے مطابق روحِ دعا کے آداب یہ ہیں کہ دعا میں عجز وانکساری کا عنصر غالب ہو، اپنی ذلت اور پستی کا احساس کرتے ہوئے اللہ سے اپنی حاجت طلب کرنا چاہیے دعا کو خفیہ اور آہستہ آہستہ مانگنا چاہیے۔ حضرت حسن ؓ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا اعلانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ افضل ہے حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے۔ ''اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ '' دعا تو ساری عبادتوں کا لبِّ لباب ہے۔ دعا کی اہمیت اور افادیت قرآن مجید میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ عزوجل :وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ

Marfat.com

اَسْتَجِبْ لَکُمْ ''مجھ سے دعا مانگا کرو میں قبول کروں گا'' کیا خوب کہا ہے ایک نامور عارف نے ''دعا سے اہلِ حق کا مقصد تو خود حق تعالیٰ سے ہمکلام ہونا ہے اور ہمکلامی کی لذّت شرف حاصل کرنا ہے''۔ میرے اُستادِ محترم خورشید حسن زیدیؒ نے کیا خوب تاثیر دعا کے بارے میں کہا:

ع　دعا کے بعد اُمید اثر میں بیٹھے ہیں　　اُمید کی آخری منزل ہے یا تساہل ہے

ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے جب دعا مانگو تو اِس حالت میں مانگو کہ تمہیں اِس کے قبول ہونے میں کوئی شک نہ ہو''۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے مایوسی بھی کفر ہے۔ ع

نومید نیم کہ نا اُمیدی کفر است

﴿ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ ﴾ بے شک رحمت اللہ کی۔ ﴿ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے اور یہ لوگ نیک کام والے ہیں، جیسے عبادت کرنے والے یا نیک اُمید رکھنے والے ہیں جیسے گناہگار اور سب کو اس کی رحمت بے پایاں، بے غایت اور فضل بے نہایت کی اُمید ہے۔ اے باری تعالیٰ! اگر وفادار، فرمانبردار لوگ تجھ سے اُمید رکھتے ہیں تو جفا کار کی بھی تیرے سوا اور کوئی پناہ نہیں، یہاں ایک بات توجّہ طلب ہے رحمة کا اِنَّ اِسم ہے اور قریب اس کی خبر اور نحو کا کلّیہ یہ ہے کہ تذکیر و تانیث اسم و خبر میں یگانیت لازمی ہے یہاں رحـــمة اِسم مؤنث ہے اور قریب خبر مذکر ہے۔ علّامہ قرطبیؒ کا کہنا ہے کہ ''قریب کبھی قرابت نسبی کے لئے مستعمل ہے اور کبھی قُربِ مکانی کے لئے۔ آیت زیر مطالعہ میں ''قریب سے مُراد قرب نہیں بلکہ قُرب مکانی مُراد ہے اس لئے قریب درست ہے''۔ (ماخوذ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ ﴾ اور وہ وہی ہے۔ ﴿ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ ﴾ بھیجتا ہے ہوائیں چاروں طرف اس میں ریاح رہوائیں ریح کی جمع ہے۔ ﴿ بُشْرًا ﴾ بشارت رخوش خبری دینے والی۔ ﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ ﴾ یہاں تک کہ جب اُٹھاتی ہیں ہوائیں۔ ﴿ سَحَابًا ثِقَالًا ﴾ ابر بھاری کو۔ کہا گیا ہے بادِصبا ابر کو زمین سے اُٹھاتی ہیں اور بادِشمال جمع کرتی ہیں اور بادِجنوب مینہ ربارش برساتی ہیں اور بادِ دبُور رالدبور پچھوائی ہوا۔ (بحوالہ مصباح اللغات)

برسنے کے بعد تمام اَبر کو متفرق کر دیتی ہے اور بہر تقدیر ہوائیں ابر کو اُٹھاتی ہیں سحاب کے معنیٰ بادل ثقال، ثَقِیل کی جمع ہے بمعنیٰ بھاری۔ ﴿ سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ ﴾ میت، سوق کے معنیٰ کسی جانور کو ہانکنے اور چلانے کے ہیں بَلَـد شہر ربستی میّت مردہ اس کا مفہوم یہ ہوا ہانک لے جاتے ہیں ہم اوس ابر رشبنم کو واسطے زندہ کرنے زمین مُردہ کے۔ ﴿ فَاَنْزَلْنَا ﴾ پھر نازل کرتے ہیں ہم۔ ﴿ بِهِ الْمَآءَ ﴾ سبب اس ابر کے پانی کو زمین پر۔ ﴿ فَاَخْرَجْنَا ﴾ پھر نکالتے ہیں ہم اس پانی کے سبب سے۔

﴿ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ ہر قسم کے میوے، ہر قسم کے ثمر، پھل، پھول جو مختلف رنگوں میں، مختلف خوشبوؤں اور الگ الگ ذائقوں میں ہوتے ہیں اور ان کی بناوٹ بھی ایک دوسرے سے جُدا جُدا ہوتی ہے۔

﴿ كَذٰلِكَ ﴾ جس طرح زمین کو نباتات سے ہم زندہ کرتے ہیں اسی طرح۔ ﴿ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى ﴾ زندہ کریں گے ہم، نکال لیں گے مردہ لوگوں کو اُن کی قبروں رلحد سے اور زمین کو زندہ کرنا۔ (نمو اور عملِ بالیدگی سے اور عملِ زیرگی سے اور علم

Marfat.com

نباتات کے عمل شعائی ترکیب سے) ❶

جو مردوں کو زندہ کرنے کا نمونہ ہے اِس کا حال ہم نے بیان کیا۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ تاکہ تمہیں سوچنے اور غور کرنے کا موقع مل سکے اور قیامت پر ایمان لاؤ اور اس صورت سے اِس معنیٰ پر دلیل پکڑو، سمجھو۔ اِس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح ہم پانی کے ذریعہ مُردہ زمین میں استعدادِ صلاحیت پیداواری پیدا کر دیتے ہیں جس میں ہمہ قسم کے غلّے /اناج، پھل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح روزِ قیامت تمام انسانوں کو جو مٹی میں سپردِ خاک ہو چکے ہوں گے ہم دوبارہ حیاتِ نو/زندگانی عطا کریں گے اور پھر اُن کا حساب لیا جائے گا۔ ﴿ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ﴾ اور جو زمین زرخیز ہے جس میں نشوونُما کی صَلاحیّت ہے تو اُس کے حکم سے کثرت سے پیداوار ہوتی ہے، فوائد ملتے ہیں اور جو زمین ناقص ہے اِس میں پیداوار کم ہوتی ہے۔ ﴿ نَبَاتُهٗ ﴾ اُس کی پیداوار نَبات، گھاس سبزہ اِسم مرفوع نباتات جمع۔

﴿ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ﴾ ناقص ہوا خَبَاثَۃٌ ناپاک ہوا نَكِدًا بے فائدہ قلیل النفع اِسم صفت ہے قواعد کے مطابق۔

''ایک حدیث میں بیان اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' مجھے باری تعالیٰ نے جو علم وہدایت دے کر مَبعوث کیا ہے اُس کی مثال اس مُوسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین پر برَسی، زرخیز حصّے نے پانی جذب کر کے چارہ اور گھاس اُگایا اس کے بعض حصّے سخت تھے اُنہوں نے پانی کو روک لیا اور اندر جذب نہیں ہوا۔ تاہم لوگ اس سے فیض یاب ہو گئے، خود بھی پیا اور کھیت کو بھی سیراب کیا کاشتکاری کی اور زمین کا کچھ حصّہ جو بالکل چٹیل تھا اُس نے پانی روکا اور اس سے کچھ نہ اُگایا، پس یہ مثال اُس شخص کی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ پائی اور اللہ نے مجھے جس چیز کے ساتھ اَرسل کیا اُس سے اُس نے نفع اُٹھایا، پس خود بھی علم حاصل کیا دوسروں کو بھی سکھایا اور مثال اس شخص کی بھی ہے جس نے کچھ نہیں سیکھا اور نہ ہی اس نے ہدایت قبول کی جس کے ساتھ مجھے ارسل کیا گیا''۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم)

﴿ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴾ جیسے مثال ہم نے بیان کی ہے اسی طرح پھیرتے ہیں ہم آیات اور احوال کے مطابق مثالیں دیتے ہیں اِس گروہ کے لئے جو فہم وادراک کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۴ تا ۵۸

آیت ۵۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنانے کے بعد اپنی حکمت سے اپنی بادشاہی کا سلطنت قائم رکھا اور سب ہی کچھ تو اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا، گردش سحر وشام، شب وروز، سورج چاند ستارے سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں، تمام مخلوق اللہ کی ہے تو حکم بھی اللہ کا ہے نیرنگی جہان میں برکت، رونق، نور، صرف اسی ایک اللہ کے وجود سے ہے گویا حقیقت یہ آشکار ہوئی کہ ارض وسماء، چاند، سورج، ستارے خود صاحبِ اختیار نہیں کہ کسی کا بھلا اور بُرا کر سکیں یہ

---

❶ ......نمو Produce، عملِ بالیدگی/عمل پیداوار Production، عمل زیرگی Polination، عمل نباتات Botony، عمل شعائی ترکیب Photosynthesis۔

Marfat.com

سب رَبِّ جلیل کے حکم کے فرمانبردار اور مطیع ہیں۔ پھر باری تعالیٰ کے حکم سے اپنے کام سرانجام دے رہے ہیں، حق سبحانہٗ تعالیٰ خود ہی تختِ شاہی پر جلوہ فگن ہے کسی کے تسلیم کرنے اور انکار کرنے سے نہیں جو مانے اُس کا بھی حاکم اعلیٰ اور جو نہ مانے اس کا بھی مالکِ کُل۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ نہ ماننے والوں کے لئے دوزخ ردہکتی ہوئی آگ اور ماننے والوں کے لئے بہشت تیار کر رکھی ہے۔ جو یہ بات بتائی گئی کہ زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا لیکن یوم کی وضاحت آیت ۴۷ سورۃ الحج پارہ ۱۷ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ میں یوں بیان ہوئی ہے:

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۴۷

''اور یہ بات یقینی ہے کہ تم لوگ شمار کر کے ہزار سال پورے کرو تب کہیں جا کر اللہ کے یہاں وہ مدت فقط دن شمار ہوتی ہے''۔

اِسی طرح آیت ۴ سورۃ المعارج پارہ ۲۹ تَبَارَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ ربّی ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴

''جس کی طرف فرشتے اور روح حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے''۔

یہ گیتی کائنات میں جو ہمیں نظر آتی ہے یہ دنیا اور اس دنیا کے رنگ وبُو یہ اللہ کی تخلیق ہے اور جو اللہ اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر کے ساتھ چلاتا ہے اللہ کے ساتھ خلق میں اُس کا کوئی شریک نہیں، زندگی کے حقائق اور نیا طرزِ زندگی حرکت سے کس قدر مکمل ہیں اس وجدان حقیقت کے اظہار کے لئے قرآنِ مجید نے کس قدر عمدہ اسلوب بتایا ہے کہ گردش روز وشب کے ساتھ ساتھ گردشِ افکار، فکر کی گہرائی اور گیرائی کو سمجھنے کے لئے دن کے پیچھے رات کا تعاقب ہے یہ بات اچھی طرح سمجھ جائیے کہ قرآن انسانی فطرت سے مخاطب ہوتا ہے یہ فطرت اس خالق نے تخلیق کی ہے جو کتاب رُشد وہدایت قرآن کے ذریعہ انسان سے ہمکلام ہے جب تک انسان کے اندر شعور آگہی اور وجدان بیدار نہیں ہو جاتے وہ ایک غافل انسان کی طرح ان حسین وجمیل مناظر سے متأثر ہوئے بغیر گذر جاتا ہے لیکن انسان پر یہ حقیقت کھُل جاتی ہے کہ یہ تمام مناظر اللہ کے حکم کے تابع ہیں وہ اپنے خالق کے احکامات کی تکمیل سے ذرّہ برابر انکار نہیں کرتے تو اس مقام پر قرآن انسان کو اپنے رَبّ کی طرف متوجّہ ہونے کی دعوت دیتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کو انتہائی خُضوع کے ساتھ پکارو! اللہ کے بتائے ہوئے قانون کی اتباع کرو اور اس زمین پر اللہ کی شریعت سے بے نیاز ہو کر اپنی ہوائے نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ ظلمتِ شب کی تاریکی میں ڈُوب جاؤ گے اور دن کے اُجالے میں بھی ہدایتِ نور سے محروم ہو جاؤ گے۔ العیاذ باللہ

آیت ۵۵ میں بیان کیا جارہا ہے کہ وضاحت کے ساتھ دعا کرو اپنے رَبّ سے عجز وانکساری کے ساتھ اور چپکے چپکے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، حد سے زیادہ تجاوز کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ دعا چلّا کر نہ مانگی

جائے اس میں ادبِ دعا کو ملحوظ رکھا جائے اس میں ریا کاری اور دکھلاوا کا عنصر نہ ہو، غرور و نخوت سے بے نیاز ہو کر سراپا عجز بن کر اللہ سے رجوع کیا جائے۔ اِس یقین کے ساتھ کہ اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے، قبول کرنے والا ہے جب دعا گڑ گڑاتے ہوئے اور خُفیہ طور پر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو دستِ طلب دراز کریں آج ۲۷ رمضان المبارک کی شب مُبارک ہے یہ بندہ (احقر العباد) ان حسین لحات کی گھڑی میں ''لیلۃ القدر'' کی سعادت پا کر، رحمتِ ابر کرم کا طالب ہے رحمت کی بابرکت ساعت میں دعا کے لئے لبِ کُشا ہے اس فیوض و برکات والی رات میں یہ بندہ عاجز، عجز و انکساری کے ساتھ اپنے عصیان سے نجات کا مُتلاشی ہے۔ شاعرِ مشرق اقبال کی زبان میں ''لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنّا میری'' اے باری تعالیٰ! تیری رضا کی خاطر۔ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً تو مجھ سے راضی ہو جا میں تجھ سے راضی، تیری رحمت پانے کے لئے، ابر کرم کی توفیق کے لئے! یہ آنسو کے قطرے ٹپک گئے ہیں، ندامت کے اشکوں کے ساتھ احساسِ گناہ کا خوف طاری ہے تیرے ہی فرمان کے مطابق ملتمس ہوں۔ ﴿ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ﴾ (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶) ''ہمیں درگزر فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما''۔

اے اللہ! بارانِ رحمت آ گیا، ابرِ رحمت چھا گیا یہ لیلۃ المبارکہ ہے اے شانِ کریمی موتی سمجھ کر چُن لے یہ گریہ، آہ زاری، آبدیدہ/اشکبار آنکھ اپنی خطاؤں کی معافی چاہتی ہے یہ قطرے عرق انفعال کے حاضر ہیں احساسِ شرمندگی کے ساتھ نیاز مندانہ انداز میں، دل کی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ دھیمی آواز میں، پُر اُمید لہجہ میں اِس ایقان اور یقین کے ساتھ کہ یہ عشرہ جہنّم کی آگ سے نجات/خلاصی کا ہے۔ اے اللہ! طلب ذوقِ طلب، جذبۂ طلب کے ساتھ یہ دیدۂ غمناک رات بھر تیری رحمت کی تلاش و جستجو میں بے قرار رہی۔ بڑی مشکل سے بے قراری کو قرار آیا ہے۔ ❶ بلکہ یہ کہیے ''کام آخر جذبۂ بے اختیار آ ہی گیا'' یہ جان کر۔

ع	آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے ☆ بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے	اقبالؔ

اے رَبِّ جلیل! ہم خوار ہیں، بدکار ہیں ڈوبی ہوئی ذِلّت میں ہیں، کچھ بھی ہیں پھر بھی تیرے محبوب کی اُمّت میں ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَارِكْ وَسَلِّمْ

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

آیت ۵۶ میں بتایا جا رہا ہے کہ اورخطۂ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو یعنی زمین کے انتظام اور انصرام کو پامال نہ کرو، اِس کو خراب نہ کرو، انسان کا اللہ کی بندگی سے بے نیاز ہو جانا اپنوں کی یا دوسروں کی بندگی اختیار کرنا، اللہ کی راہِ ہدایت ترک کر کے اپنے معاشرت اور تمدّن کی خاطر ایسے اُصول وضوابط وضع کرنا جو باری تعالیٰ کے سوا کسی اور کی راہنمائی کے پابند ہیں فساد فی الارض کے زُمرے میں شامل ہیں احکاماتِ شرعیہ میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرنا، اسلامی تعلیمات اور اسلامی طرزِ معاشرت کو چھوڑ کر ملحدانہ طرزِ حیات اپنانا اس فساد کو ختم کرنا قرآن کا اصل مقصد ہے بھلا اس میں کیا شک ہے کہ اللہ کی رحمت کاملہ نیک کاروں کے قریب ہے۔

❶......توبہ کر کے سکون پایا ہے بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ (سورۃ النصر پارہ ۳۰ عمّ)

Marfat.com

آیت ۵۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ دعوتِ حق کی ایک تمثیل ہے جب بادِ باراں چلتا ہے اور بارش برسنے کو ہوتی ہے تو پہلے بارانی ہوائیں نویدِ مُسرّت کا پیام دیتی ہیں خشک، بے جان اور مُردہ زمین سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے پھر بارش ہوجانے کے بعد اِس میں پھل نکلتے ہیں اسی طرح ہم روزِ محشر مُردوں کو قبروں سے اُٹھا کر کھڑا کریں گے تاکہ اِس مشاہدے سے سبق سیکھو! اور پھر اُن سے، اُن کا جو اُنہوں نے زندگی میں کیا حساب لیں گے۔

آیت ۵۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ جو زمین ستھری ہوتی ہے زمین کی زرخیزی کے سبب اِس میں پیداوار خوب اُگتی ہے اور ناقص سرزمین پیداوار ر روائیدگی کم ہوتی ہے یہی کچھ معاملہ ہدایت وحی اور انقلاب کا ہے پہلے اس کی علامات کا ظہور ہوتا ہے پھر دعوتِ حق کی برکت سے مُردہ قلب میں عُقابی روح بیدار ہوتی ہے اور فضا معطر ہوجاتی ہے۔ بارانِ رحمت سے وہی زمین پیداواری صَلاحیّت سے نفع پاتی ہے جس میں اِس کی استعداد ہو، ایسی زمین جس میں شور سیم وتھور ہو، قدرے بارش بھی ہو اس میں سبزہ نہیں اُگتا۔ چنانچہ دعوتِ قرآن سے وہی لوگ فیضِ تربیت پاتے ہیں، نفع پاتے ہیں جو درحقیقت صالح ہوتے ہیں۔ ناپاک، خبیث فطرت جو اپنی استعداد وصَلاحیّت کو بُروئے کار نہیں لاتے، اُن کے دامن میں ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ عرفانِ ذات کو پہچاننے کے لئے قرآن بتارہا ہے ''میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے'' قرآن نے طرح طرح سے دلائل واضح کردیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو اظہارِ تشکر کرتے ہیں۔

آیت ۵۴ تا ۵۸ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اسلام کا نظریۂ توحید، ایک ایسا عقیدہ ہے جو باری تعالیٰ کے ذاتِ کمال اور صفاتِ جمال کے بارے میں ہر نوعیت کے انسانی تصوّرات کا خاتمہ کرتا ہے انسان دیکھتا ہے تو سمجھ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی شانِ کریمی ایسی ہے کہ اس کا کوئی ہمسر نہیں! یہ تو ممکن ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ ہمارے فہم وادراک کا موضوع ہوجائے اور چند سوالات ذہنِ انسانی میں اُبھر آئیں، اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو کس طرح پیدا کیا، اللہ تعالیٰ اپنے تختِ سلطنت پر کیسے جلوہ فرما ہوا، عرش کیا ہے؟

یہ تمام سوالات ایسے ہیں جو اسلامی تصوّرات وعقائد کے اصول کے خلاف ہیں، قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہم اتنا جانتے ہیں حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے چھ روز میں زمین وآسمان کی تخلیق کی، پھر عرش پر قائم ہوا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے کہ شمس وقمر پیدا کیئے، اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پَروردِگار ہے ہمیں جو کچھ طلب کرنا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے کیونکہ لب پہ دعا عجز وانکساری کا مظہر ہے۔ چُپکے چُپکے گڑگڑاتے ہوئے دستِ طلب بڑھنا چاہئے اس لئے کہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد کرنے سے ہمیں اجتناب کرنا چاہئے ہمارا یقینِ مُحکم ہے عمل پیہم ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت صالح لوگوں کے قریب سے قریب تر ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ان لوگوں کا حصّہ ہے جو اظہارِ تشکر ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

بے شک ہم نے بھیجا حضرت نوح (علیہ السلام) کو اُن کی قوم کی طرف تو اُنہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو! اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں! بے شک مجھے اَندیشہ خوف ہے/میں ڈرتا ہوں کہ تم پر ایک بڑے دن کا ہولناک عذاب نہ آجائے۔(۵۹)

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾

اُن کی قوم کے لوگوں نے کہا اے نوح (علیہ السلام) ہم دیکھتے ہیں کہ تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو!۔(۶۰)

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾

آپ (حضرت نوح علیہ السلام) نے فرمایا میں ذرا بھی گمراہی کی طرف مائل نہیں ہوں بلکہ میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کا۔(۶۱)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

تم کو اپنے رَبّ کا پیغام/پیام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں، میں اللہ کی طرف سے اُن اُمور سے باخبر ہوں جن کو تم نہیں جانتے!(۶۲)

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور تمہیں کیا اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس ایک نصیحت آئی تمہارے رَبّ کی طرف سے ایک مرد کی معرفت جو تمہیں میں سے ہے تاکہ وہ تمہیں غضبِ الٰہی سے ڈرائے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو! اور تم پر رحم کیا جائے۔(۶۳)

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

پس اُنہوں نے حضرت نوح (علیہ السلام) کی تکذیب کی/اُنہیں جھٹلایا تو ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور اُن کے ساتھیوں کو جو تھے نجات دی اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اُنہیں ڈبو دیا، بے شک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔(۶۴)

الفاظ و معانی آیت ۵۹ تا ۶۴

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا﴾ بے شک ہم نے بھیجا نوح بن ملک بن متوشلخ بن ادریس علیہ السلام کو توریت کے بیان کے مطابق آپ علیہ السلام کے والد کا نام ملک تھا "آپ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے رسول تھے"۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

کُفر کا آغاز اور مقابلہ حضرت نوح علیہ السلام سے ہوا۔ رسالت و شریعت کے لحاظ سے دنیا میں "وہ سب سے پہلے رسول تھے" (بحوالہ تفسیر ماجدی از مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ) حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین دس قرن گزرے ہیں/روایت کے مطابق (ایک قرن عام طور پر ایک سو سال کا کہا جاتا ہے) بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

﴿اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ اُن کی قوم کی طرف کہ وہ لوگ اکثر قابیل کی اولاد اور بُت پرست تھے۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "حضرت نوح علیہ السلام کو چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی"۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

﴿قَالَ يٰقَوْمِ﴾ پھر فرمایا نوح علیہ السلام نے کہ اے میری قوم کے لوگو!۔

﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ عبادت کرو اللہ کی کہ وہ یگانہ ہے اس جملے میں بیان ہے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی ہے تاکہ ان میں یہ شعور اُجاگر ہو کہ قوم یگانت ہے ہم میں کوئی غیر نہیں، یہ احساس بیدار رہے کہ ہم سب ایک ہی قوم کے نمائندے ہیں اور مشترکہ طور پر ہمارا فائدہ اور خسارہ، عزت وتوقیر، ذِلّت اور رسوائی ایک ہی ہے کیا تمہارا یہ گُمان ہے کہ میں درست سمت سے تمہیں ہٹا کر غلط روش میں ڈال دوں گا۔ ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ تمہارا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! حکم باری تعالیٰ کا مانو! اِس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہراؤ!۔ ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ﴾ بے شک میں ڈرتا ہوں، اس جملے میں شرک اور کُفر سے بچنے کی تلقین ہے شرک کی ظلمت سے نجات پا کر توحید کی رفعتوں کو پانے کی دعوت ہے۔

﴿عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ مجھے تمہارے بارے میں، اگر ایمان نہ لاؤ گے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ لاحق ہے۔ اس عذاب عظیم / بڑے دن کے عذاب کا مفہوم "وہ طوفان کا دن ہے یا قیامت کا روز"۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ﴾ کہا بزرگوں / سرداروں نے ان کی قوم میں سے مَلَاُ کے معنی قوم کے سرداروں روساء کے ہیں (ذی وقار لوگوں کے لئے مستعمل ہے) ﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ نَرٰىکَ (1) بے شک ہم دیکھتے ہیں تجھے اے نوح! (علیہ السلام) کھلی ہوئی گُمراہی میں کہ ہمیں اپنے خداؤں کی عبادت سے منع کر کے ایک حق تعالیٰ کی راہ بتاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی۔ (قَالَ) کہا نوح علیہ السلام نے اُن کے جواب میں۔

﴿يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ﴾ اے میری قوم! میرے ساتھ کوئی گُمراہی کی بات نہیں! اور راہِ حق اور طریق صواب سے کچھ دوری بھی نہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میں تمہاری طرح ان آبا وَاجداد کی رسومِ جہالت کا پابند نہیں ہوں۔

﴿وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ﴾ مگر میں تو رسول ہوں۔ ﴿مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سارے جہانوں کے پروردگار عالم کی طرف سے۔

﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ﴾ پہنچاتا ہوں میں تمہیں پیغام اپنے ربّ کے۔ ﴿اُبَلِّغُكُمْ﴾ میں تم کو پہنچاؤں۔ اُبَلِّغُ، تَبْلِيْغٌ سے بمعنیٰ پہنچانے کے ہیں فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿وَاَنْصَحُ﴾ اور میں نصیحت کرتا ہوں تمہاری بہتری کی خاطر۔ اَنْصَحُ میں نصیحت کرتا ہوں، نُصْحٌ سے فعل مضارع واحد متکلم کا صیغہ۔ ﴿وَاَعْلَمُ﴾ اور جانتا ہوں میں۔ ﴿مِنَ اللّٰهِ﴾ وحی الٰہی سے جو مجھ پر آئی ہے۔

﴿مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ جو کہ تم نہیں جانتے ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اُن کی اپنی قوم پر عذاب آنے کا نہیں سنا تھا جو اپنے نبی کی تکذیب کرتی ہے اور نہ جانتے تھے جب پیغام اور وحی کا حال سنا تو قدرے استعجاب / حیرت میں آئے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿اَوَعَجِبْتُمْ﴾ کیا تم تعجب کرتے ہو عَجِبْتُمْ اچنبھا محسوس ہوا عَجَبٌ سے فعل ماضی جمع مذکر حاضر

(1) ...... نَرٰىکَ ہم یقینی طور پر تجھے دیکھتے ہیں نرٰی، رُؤْیَۃ سے فعل مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

قواعد کے مطابق۔ ﴿عَلٰی رَجُلٍ﴾ ایک مرد کی زبان سے۔ ﴿مِنْكُمْ﴾ کہ وہ تمہاری جنس سے ہے یعنی آدمی تمہارا ہم زبان ہے۔ ﴿لِيُنْذِرَكُمْ﴾ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے کفر اور گناہ کی عقوبت اور عذاب سے۔

یُنذِرَ وہ ڈرائے اِنْذَارٌ سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ﴾ پھر نجات دی ہم نے نوح علیہ السلام کو ڈوبنے سے اور اُن لوگوں کو بھی جو اُن کے ہمراہ تھے۔ ﴿فِی الْفُلْكِ﴾ کشتی میں اور وہ اسی (۸۰) آدمی تھے چالیس مرد اور چالیس عورتیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری) ﴿وَاَغْرَقْنَا﴾ اور ہم نے ڈبو دیا طوفان سے۔

﴿الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری وحدانیت کی دلیلوں کو/آیات کو یا نوح علیہ السلام کی نبوت پر جو معجزات دلیل تھے۔ ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا﴾ بے شک وہ تھے قوم نوح علیہ السلام کے لوگ۔

﴿قَوْمًا عَمِيْنَ﴾ ایک گروہ دل کے اندھوں کا کہ وحدانیت کی نشانیوں سے اَندھے ہو گئے تھے۔ ﴿عَمِيْنَ﴾ اندھے/کور دل عَمٍ کی جمع قواعد کے مطابق اسم ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۵۹ تا ۶۴

آیت ۵۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا یہ ایک حقیقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر اپنا رسول، ہدایت پانے کے لئے بھیجتا ہے تو اس قوم کے پاس دو ہی راستے اپنانے کے لئے رہ جاتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ اصلاح قبول کر لے۔ دوسرے یہ کہ ہلاکت سے ہمکنار ہو جائے، اِصلاح اپنانے کے لئے دینِ حق کو اپنانا ہے اس کے مقابلے میں کُفر اور گُمراہی کے کئی راستے ہوتے ہیں جو انسانوں نے راہِ عدل سے ہٹ کر اپنائے اور ہوائے نفس کی لذّت میں محو ہوئے۔ چنانچہ بنی نوع انسان حضرت آدم علیہ السلام کے بتائے ہوئے اُصول اور طریق پر کاربند رہا جب قوم گُمراہی میں مُبتلا ہوئی تو مشیت ایزدی جوش میں آئی اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعوتِ حق دی کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی اختیار کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود برحق نہیں لیکن ان کی قوم شرک کی ظلمت میں ڈوب گئی اور ''اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر کے صنم'' کو خدا سمجھ بیٹھے۔ العیاذ باللہ!

یہ ایک اُصولی طرزِ عمل ہے کہ اللہ کے رسول اپنی قوم کے افراد کو دو عذابوں سے ڈراتے ہیں ایک وہ عذاب جو رسول کے جُھٹلانے کے لازمی نتیجہ کے طور پر دنیا میں مَعرضِ وجود میں آتا ہے اور دوسرے اِس عذاب سے جس سے روزِ آخرت دوچار ہونا پڑے گا۔ عذابِ عظیم سے، چنانچہ یہی بیان آیت ۲۶ سورہ ہود پارہ ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں آیا ہے:

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

''کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو میں تم پر ایک دردناک عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں''۔

آیت ۶۰ میں بتایا جا رہا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو دعوتِ توحید دی تو آپ کی قوم کے سرداروں نے آپ کی دعوت کو سنجیدگی سے قبول کرنے کے بجائے یہ کہا کہ اے نوح علیہ السلام! ہم تو آپ کو ایک کُھلی گُمراہی میں دیکھ رہے ہیں گویا حضرت نوح علیہ السلام پر الزام بھی تراشا گیا کہ وہ راہ سے بھٹک کر غلطی میں مُبتلا ہو گئے ہیں۔ یہی بات عرب کے

Marfat.com

مُشرکین نے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کہی تھی ''یہ کہ آپ بے دین ہو گئے ہیں'' اور آپ نے دینِ ابراہیم سے رُوگردانی اختیار کر لی ہے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد دوئم از سید قطب شہیدؒ)

یہ بھی ایک حقیقت ہے جب فردِ واحد گمراہی کی ظُلمت اور تاریکی میں ڈُوب جاتا ہے تو وہ اُن لوگوں کو گمراہ جاننے لگتا ہے جو اُسے راہِ ہدایت کی طرف مائل کرتے ہیں جب کوئی فطرت سے اعراض کرتا ہے تو خود سری میں مُبتلا ہو جاتا ہے اور جب حق و باطل سے واقف ہونے کا اندازِ معیار بدل جاتا ہے تو انسان نفسانی خواہشات کا مطیع / پابند ہو جاتا ہے۔ دورِ جدید میں جو لوگ آج قرآن سے ہدایت پانے کے طلب گار ہیں اُن کو جدید ترقی یافتہ دُنیا کی جاہلیّت گُمراہ کہتی ہے اور جو صرف جدید جاہلیّت کے افکار سے اُستفادہ کر کے اور مغربی تہذیب وتمدّن کے ماحول میں گُم گشتہ منزل کی تلاش میں عقل وفہم کو کھو بیٹھے اور بے راہ روی اپنا لے، اسے ہدایت یافتہ اور ترقی یافتہ کہا جاتا ہے یہ تہذیبِ نو ''خود ہی اپنے خنجر سے خود کشی کر رہی ہے'' جو عورت اپنے جسم کو عریاں نہیں کرتی، نئے زمانے کے لوگ اس نیک، پاکباز اور صالح عورت کو ''رَجعت پسند'' کا نام دیتے ہیں جو لوگ رقص وسُرور اور جام وسُبو کی محفل میں جانے سے کتراتے ہیں، کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، دُور رہتے ہیں اُنہیں یہ لوگ غیر مہذّب اور غیر تعلیم یافتہ کے نام سے موسُوم کرتے ہیں۔ چنانچہ جب قوم نوح میں بھی یہی صورتِ حال ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی دعوتِ توحید اپنی قوم کو دی، تو وہ قوم کے بڑے لوگوں کو گمراہ نظر آئے۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ

آیت ۶۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یقین دلایا اے لوگو! میں قطعی گُمراہ نہیں ہوں، میری سوچ، فکر، میری دعوت تو اِس حقیقت کا اظہار ہے کہ میں تو پروردگارِ عالمین کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور میں حاملِ رسالت ہوں، میری دعوت میں میری ذاتی کوئی مَنفعت پوشیدہ نہیں! میں ربِّ کائنات کا پیام پہنچاتا ہوں تمہاری خیر خواہی کا طلبگار ہوں، میرے علم کا منبع باری تعالیٰ کی ذات ہے اب فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ راہِ ہدایت سے کون بھٹکا ہوا ہے۔

آیت ۶۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم کو رَبُّ العَالَمین کا پیام پہنچاتا ہوں' کیونکہ میں اللہ کی طرف سے اُن اُمور سے باخبر ہوں جن کی تم کو خبر نہیں، میں وہ علم جانتا ہوں جس سے تم واقف نہیں چنانچہ علم کے جاننے کے بارے میں آیت ۵ سورۃ اَلْعَلَق پارہ ۳۰ عَمَّ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

''جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا''۔

دینی دعوت کی صداقت کی اصل اَساس یہی ہے جسے قرآنِ مجید نے تمام اَنبیاءِ کرام کے حوالے سے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے انسان تو فہم ادراک سے صرف ظاہری محسوسات کی حد تک سطحی علم کا حامل ہو سکتا ہے۔ انسان کی علمی صَلاحیّت اور استعداد محدود ہے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے پاس ایک ذریعہ موجود ہے اور وہ ذریعہ وَحی ہے صحیفے اور چار آسمانی کتابیں توریت، انجیل، زبور تو متروک ہو گئیں لیکن ''لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب'' کے مصداق قرآنِ مجید رُشد وہدایت کے لئے موجود ہے چنانچہ یہ ایک

حقیقت ہے کہ اس وحی کے علم کو اپنائے بغیر کارگہ حیات کے تمام مسائل حل نہیں کئے جاسکتے انسان کا وجدان اِس اَمر کا متقاضی ہے کہ مسائل کے حل کے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ طمانیت قلب پانا ہے تو اللہ کی کتاب سے ہدایت پائے۔

آیت ۶۳ میں بتایا جارہا ہے کہ رسول کی اِس دعوت پر اُنہیں اَستعجاب ہوا کہ اللہ نے انسانوں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر کیونکر کائنات میں بھیجا، بھلا کیونکر اور کیسے ایک شخص تک باری تعالیٰ کا پیام پہنچ جاتا ہے اور دوسرے لوگ اِس پیام کی آمد سے بے خبر رہتے ہیں گویا ''اِن لوگوں کا خیال یہ تھا کہ نبوّت کے لئے انسان موزوں نہیں''۔ (بحوالہ القرآن الکریم از اردو تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف)

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی لیکن سوائے چند لوگوں کے کسی نے آپ کی تبلیغ کی دعوت قبول نہیں کی آخر کار اہلِ ایمان کے علاوہ سب کو غرق کر دیا گیا حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! روشِ شرک اور گمراہی ترک کر دو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اسی بات کا اظہار آیت ۲۴ سورۃ المُؤمنون پارہ ۱۸ قَدْ اَفْلَحَ میں کیا گیا ہے:

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً ښ

''اُن کی قوم کے کافر سرداروں نے واضح طور پر کچھ کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو نازل کرتا''۔

آیت ۶۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ جنہوں نے باری تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کیا وہ طوفان آنے سے ڈوب گئے بلاشبہ وہ لوگ، اندھے تھے اور جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اللہ تعالیٰ نے طوفان کے عذاب سے محفوظ رکھا۔ کسی بھی قوم پر زلزلہ، طوفانِ باراں، قحط اور وبائی امراض اور مصائب آتے ہیں تو اِن میں یہ ضروری نہیں ہوا کرتا اس کی آفت صرف ظالم اور مُجرموں تک ہی محدود ہے بلکہ سب خواہ بد ہوں یا نیک اس کی زد میں آجاتے ہیں لیکن جب باری تعالیٰ کسی قوم پر اتمامِ حجّت کے بعد اُن کی بداعمالیوں کے سبب کوئی فیصلہ کُن عذاب نازل کرتا ہے تو اِس کے معاملات، اِن مصائب سے قدرے مختلف ہوتے ہیں اس نوعیّت میں عذاب سے وہ لوگ محفوظ ہو جاتے ہیں جو اصلاح کرنے والے اور اصلاح پانے والے ہیں لیکن اللہ کی آیات سے تکذیب کرنے والے اس سے نجات نہیں پاتے!۔

آیت ۵۹ تا ۶۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ دین دی کہ ''ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق''، لیکن قومِ نوح نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ فرمایا! اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے کہیں تم پر ایک بڑا عذاب نہ آجائے۔ لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو کہا آپ گمراہی کا شکار ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا میں گمراہی مین مُبتلا نہیں میں تو اللہ کا رسول ہوں اور تمہارا بہی خواہ ہوں۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾

اور عاد کی طرف اُن کے بھائی حضرت ہود (علیہ السلام) کو بھیجا اُنہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو! اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! کیا تم اب بھی ڈرتے نہیں!۔ (۶۵)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۶﴾

اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے' بلاشبہ ہم تمہیں کم عقل دیکھتے ہیں رتم بالکل ناداں ہو ہم احساسِ گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو!۔ (۶۶)

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾

حضرت ہود (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی بے عقلی ربیوقوفی نہیں! بلکہ میں تو پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں (۶۷)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾

اپنے باری تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچاتا ہوں! میں تمہارا سچا بہی خواہ اور امانت دار ہوں۔ (۶۸)

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور کیا تمہیں اِس بات پر حیرانگی ہوئی! کہ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی جانب سے ایک نصیحت آئی ایک آدمی کی معرفت جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں اللہ کے عذاب سے اور یاد رکھو اور بھول جاؤ کہ قوم نوح (علیہ السلام) کے بعد اس نے تمہیں اس کا جانشین کیا اور قد و قامت میں جسمانی لحاظ سے رتمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھا دیا تو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو یاد کرو اور اللہ کے احسان کو مانو! امید ہے کہ تم فلاح پاؤ! رشاید کامرانی مل جائے۔ (۶۹)

الفاظ و معانی آیت ۶۵ تا ۶۹

﴿ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ﴾ ہم نے قومِ عاد کی طرف اُن کے بھائی حضرت ہود (علیہ السلام) کو ہدایت کے لئے بھیجا، عاد بیٹا عوض کا، وہ بیٹا ارم کا، وہ بیٹا سام کا اور وہ بیٹا حضرت نوح (علیہ السلام) کا۔ قبیلہ عاد کے لوگ دراز قد اور فربہ تھے، عاد کے دادا کا نام ارم ہے چنانچہ آیت ۷ سورۃ الفجر پارہ عَمَّ ۳۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ'' ستونوں والے ارم کے ساتھ۔ اس قوم کو اپنی طاقت اور توانائی پر بڑا ناز تھا چنانچہ آیت ۱۴۹ سورۃ الشعراء پارہ ۱۹ وَقَالَ الَّذِیْنَ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

''اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر پُر تکلف مکانات بنا رہے تھے''۔

عاد اور ثمود ارم کی دو شاخیں ہیں۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوم از مفتی محمد شفیع ؒ) ثمود کے بارے میں سورۃ الفجر آیت ۹ پارہ ۳۰

Marfat.com

عَمَّ میں باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝

''اور ثمودیوں کے ساتھ جنہوں نے وادی میں بڑے پتھر تراشے تھے''۔

یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی اللہ نے اُنہیں تراشنے کی قوت اور صلاحیت دی تھی۔ اہلِ سیر کے نزدیک ہود کا نام عابد ہے وہ بیٹے صالح کے وہ بیٹے ارفخشد کے وہ بیٹے سام کے اور وہ بیٹے حضرت نوح علیہ السلام کے۔ حضرت ہود علیہ السلام رسول ہوئے اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا ﴿ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ﴾ اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی اور اُس کی وحدانیت کے قائل رہو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! اور بُت عبادت کے مستحق نہیں ہیں۔

﴿ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ کیا تم عذابِ الٰہی سے نہیں ڈرتے ہو! کافروں نے کہا ﴿ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ ﴾ بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تجھے کم عقلی / بیوقوفی میں کہ اپنے قدیم دین کو چھوڑ کر نئے دین کی دعوت دیتا ہے۔

﴿ لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ اور بے شک ہم گمان کرتے ہیں تجھے جھوٹ کہنے والوں میں سے اور اِس بات میں جو تو کہتا ہے۔ ﴿ لَنَظُنُّكَ ﴾ ہم تجھے سمجھتے ہیں۔ نظنّ۔ ظَنٌّ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴾ اور میں تمہارے واسطے نصیحت کرنے والا سچا امانت دار ہوں۔

﴿ نَاصِحٌ ﴾ خیر خواہ نُصحٌ سے اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے لحاظ سے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قومِ عاد کو بُت پرستی ترک اور توحید اپنانے کی تلقین کی اور ظلم و جور کو چھوڑ کر عدل و مساوات اختیار کرنے کی دعوت دی مگر یہ لوگ ثروت و دولت اور طاقت و توانائی کے نشے میں اِس قدر مگن تھے اُن کی ایک بات تسلیم نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن پر بارش نہ ہونے کا عذاب آیا، زمین پانی کی کمی سے خشک ہوگئی، باغات اُجڑ گئے لیکن اُنہوں نے شرک و بُت پرستی کا دامن نہیں چھوڑا۔ ایک اور عذاب کی صورت پیدا ہوئی سات راتوں اور آٹھ دن تک شدید آندھی کا عذاب آیا۔ ہونا کیا تھا تمام قومِ عاد ہلاکت سے دوچار ہوئی لیکن حضرت ہود علیہ السلام کے ہم نوا اور رُفقاء عذاب کے وقت بھی یہیں رہے اُنہیں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ قوم کی تباہی کے بعد یہ باقی ماندہ لوگ مکۃ المکرمہ کی طرف چلے گئے اور پھر یہیں فوت ہوئے۔ (بحوالہ بحرِ محیط)

﴿ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ﴾ قومِ نوح کے بعد تمہیں زمین کا مالک بنا دیا شکل و صورت، قد و قامت میں توانائی عطا کی اور تمہیں مخلوق پر قوت میں زیادہ غلبہ ملا۔ ﴿ بَصْۜطَةً ﴾ وسعت / پھیلاؤ، کشادگی، اِسم مصدر ہے قواعد کے مطابق۔

تشریح و توضیحات آیت ۶۵ تا ۶۹

آیت ۶۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ اور ہم نے عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا، اُنہوں نے دعوت دی اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی اور معبود لائقِ عبادت نہیں! کیا تم عذابِ الٰہی سے ڈرتے نہیں ہو؟۔ عاد کا شمار عرب کی قدیم اقوام میں تھا۔ طوفانِ نوح آنے کے بعد جو لوگ باقی ماندہ رہ گئے تھے ان میں سے اکثر دجلہ اور فرات کے دوآبہ سے عرب کی طرف احقاف کے علاقہ میں ہجرت کر کے آباد ہو گئے اور پھر رفتہ رفتہ بڑی شان و شوکت اور

Marfat.com

قوت حاصل کرلی، ہر نبی نے اپنی قوم کو یہی پیام دیا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت ترک کردو۔

آیت ۶۶ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اُن کی قوم کے سرداروں اور بڑے لوگوں نے جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی تھی نے کہا اے ہود! (علیہ السلام) ہم تو تمہیں ایک کُھلی ہوئی حماقت میں مُبتلا پاتے ہیں۔ تم ہمیں قہر وعذاب سے خوف زدہ کررہے ہو یہ تو محض تمہاری بے عقلی ہے رسالت کے دعویٰ میں تمہیں صادق نہیں سمجھتے نہیں جانتے باوجود اس کے حضرت ہود علیہ السلام نے بڑی شفقت ومحبت سے اُنہیں باطل معبودوں سے ترک تعلق کرنے اللہ تعالیٰ سے رشتہ عبودیت برقرار رکھنے کی دعوت دی اور حوصلے اور ہمت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کی تکمیل میں مصروفِ عمل رہے۔

آیت ۶۷ میں ذکر بیان یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجھ میں ذرا بھر نادانی کا عنصر نہیں اور مجھے احساسِ کم عقلی بھی نہیں اور مجھ میں کوئی حماقت نہیں، میں تو پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

آیت ۶۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ میں تم کو اپنے رَبّ کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارے لئے سچّا بہی خواہ ہوں اور امانت دار ہوں، کُفّار کا حضرت ہود علیہ السلام کے حضور گُستاخی کلام کہ تمہیں کم عقل جانتے ہیں، جھوٹا خیال کرتے ہیں انتہا درجے کی بے ادبی، بداخلاقی تھی، ہونا یہ چاہیے تھا کہ اِس کا جواب سخت لب ولہجہ میں دیا جاتا لیکن آپ کی شانِ ادب نے یہ گوارہ نہ کیا بلکہ اُن کی جہالت سے چشم پوشی اختیار کی۔ اپنے آپ کو خیر خواہ اور امانت دار کہنا اس بات کی غمّازی ہے کہ "یہی علم کمال کو ضرورت کے موقع پر اپنے مَنصب وکمال کا اظہار جائز ہے"۔ (بحوالہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از محمد نعیم الدین مرادآبادی)

آیت ۶۹ میں بیان کیا جارہا ہے کہ کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہوئی اور اس بات پر ششدر ہورہے ہو کہ اگر اللہ نے رسول بنانا تھا تو کسی فرشتے کو بنادیا ہوتا یا ہم سے کوئی بڑا آدمی اس اعزاز کا مستحق ہوتا، قوم میں سے ایک عام آدمی کو نبوّت سے نواز دیتا، اب وہ ہمارے اعمال کے بارے میں خبر دے رہا ہے تو اپنے سے پہلے دُور کو یاد کرو جب ہم نے نوح علیہ السلام مَبعوث کیا تھا کیا اُن کی تعلیمات یہی نہیں تھیں لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا اور تباہ وبرباد ہوگئے، سب کچھ مٹ جانے کے بعد پھر زمین پر تم کو آباد کیا قد وقامت میں مضبوطی دی جسمانی اعتبار سے وسعت اور کشادگی بخشی ذرا غور وفکر کے مرحلے پر سوچو تو سہی! تم پر کس قدر انعامات ہوئے، مال ودولت کی فراوانی، اولاد کی نعمت سے مالا مال، شادانی اور فرحت، پھلوں کی کثرت، اولاد سب کچھ عطا کیا گویا اللہ نے تم کو جسمانی اور عقلی بے شمار صلاحیتوں سے سرفراز کیا اب قدرے فتنہ اور فساد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی شانِ کریمی، احسان اور انعام کو یاد کرو اللہ کی عظمت کمال وجمال کو یاد رکھو! یہی راستہ فلاح وصلاح کا ہے۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾

انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کی ہی عبادت کریں اور اِن معبودوں کی پرستش ترک کردیں، جن کی ہمارے آباؤ اجداد نے کی ،سو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس کی دھمکی دیتے ہو! اگر تم سچے ہو۔(۷۰)

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

کہا حضرت ہود (علیہ السلام) نے بس اب تم پر اللہ کی طرف سے قہر وغضب اور عذاب آیا ہی چاہتا ہے۔کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے کوئی حجت ردلیل رسند نہیں اتاری سو تم بھی انتظار کرو! میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔(۷۱)

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

پس ہم نے حضرت ہود (علیہ السلام) کو اور اُن کے ساتھیوں کو اپنی رحمت خاص سے بچالیا اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے راستیصال کرتے تھے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی ریعنی بالکل ہلاک کردیا وہ ایمان لانے والوں میں نہ تھے۔(۷۲)

الفاظ ومعانی آیت ۷۰ تا ۷۲

﴿قَالُوْا﴾ کہا قوم کے لوگوں نے حضرت ہود (علیہ السلام) سے۔﴿اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ﴾ کیا آئے ہو تم ہمارے پاس تا کہ ہم عبادت کریں اللہ کی۔﴿وَحْدَهٗ﴾ اکیلے تنہا ریکتا کی۔﴿وَنَذَرَ﴾ اور ہاتھ کھینچ لیں رترک کردیں اور ہم پرستش چھوڑ دیں۔﴿مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ اس چیز کی جسے پوجتے تھے ہمارے باپ دادا، ہم کسی طرح اُن کی پرستش نہ چھوڑیں گے جِئْتَنَا تو ہمارے پاس آیا۔جئت، مجیءٌ سے فعل ماضی واحد مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿مَا كَانَ يَعْبُدُ وَا﴾ جو تھے پوجتے۔﴿وَنَذَرَ﴾ اور ہم چھوڑ دیں وَذَرَ سے مضارع جمع متکلم۔(بحوالہ قاموس القرآن)

﴿قَالَ قَدْ وَقَعَ﴾ کہا ہود نے تحقیق کہ واجب ہوگیا۔﴿عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ﴾ تم پر یا اُترے گا تم پر تمہارے رَب کی طرف سے عذاب اور قہر وغضب۔قَدْ بمعنیٰ تحقیق کبھی یہ حرف فعل کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے ماضی میں بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی۔(بحوالہ قاموس القرآن) ﴿وَقَعَ﴾ بمعنیٰ وجب یا نزل ہے، لازم ہوگیا۔

وقوعٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔﴿رِجْسٌ﴾ سے مُراد عذاب ہے۔بعض مُفسرین نے رَجس کے مفہوم کو دل کی سیاہی کہا ہے جو حق کے انکار سے قلبِ حزیں پر جمتی چلی جاتی ہے اور فطری نورانیت اور صفائی قلب کو خراب رمتاثر کرتی ہے۔(بحوالہ قرطبی) ﴿اَتُجَادِلُوْنَنِيْ﴾ کیا جھگڑتے ہو تم مجھ سے۔

﴿تُجَادِلُوْنَ﴾ مُجادَلَۃ سے فعل مضارع جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔﴿فِيْۤ اَسْمَآءٍ﴾ ان ناموں میں، اَسْمَاء

Marfat.com

سے مُرادوہ بُت ہیں جن کووہ پُوجتے تھے۔ الاصنام التی عبدوھا ۔ (بحوالہ قرطبیؒ) جن کو تم نے اپنا مَعبود سمجھ لیا ہے اُن کی کوئی حقیقت اور اَصلیت نہیں، یہ بُت تمہارے اپنے تراشے ہوئے ہیں ان ناموں کے نام کے کام میں ہرایک کا نام تم نے رکھ لیا ہے بعضوں کو ساقیہ کہا جاتا ہے، اُنہیں یہ گمان تھا مینہ اُن کے حکم سے برستا ہے۔ بعض کو حافظ کا نام دیا گیا اُنہیں جانتے تھے کہ سفر میں یہی ہماری حفاظت کرتے ہیں اسی طرح اکثر کو ''رازقہ'' اور اکثر کو ''سالمہ'' کہا جاتا اس گمان پر کہ یہ ہمارا رزق اور سلامتی اُنہی کی بدولت ہے اور یہ بے اصل نام تھے اس لئے کہ بُت جو کنکر پتھر تھے بھلا ان کاموں کی اُن میں قدرت کہاں تھی۔ ❶ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا ''تم جھگڑا کرتے ہو ان چیزوں میں جہالت کی رُو سے''۔

﴿ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ﴾ نام رکھا ہے اُن کا تم نے اور تمہارے باپ دادا نے۔ ﴿ سَمَّيْتُمُوْهَا ﴾ تم نے اُن کا نام رکھ لیا۔ ❷ اصل میں سَمَّیتُم واؤ اشباع کا، تَسمِیَۃٌ سے فعل ماضی جمع (مذکر حاضر) ھا ضمیر (واحد مؤنث غائب) قواعد کے مطابق۔ ﴿ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ﴾ نہیں اُتاری نہیں بھیجی اللہ نے اُن کے لئے کوئی حجت دلیل رسند اور جب حق بات عیاں ہوگئی تو ناحق جھگڑے میں اُلجھتے رہے۔ ﴿ سُلْطٰنٍ ﴾ حجت رسند برہان اسم ہے قواعد کے مطابق۔

﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ پھر نجات دی ہم نے ہود علیہ السلام کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ہمراہ تھے، دین میں اُن کی متابعت کرتے تھے۔ ﴿ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ﴾ وہ ہماری رحمت تھی اُن پر۔ ﴿ وَقَطَعْنَا ﴾ اور کاٹ دی ہم نے۔

﴿ دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ﴾ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اور ایمان نہ لائے میری قدرت کی نشانیوں کو، تو ہم نے اُن کا اِستیصال کیا اور اَساس بنیاد سے اُنہیں اوکھاڑ دیا۔ ﴿ وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ اور نہ تھے قومِ عاد کے لوگ ایمان قبول کرنے والے ساتھ وحدتِ حق اور رسالت ہود علیہ السلام کے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۷۰ تا ۷۲

آیتِ ۷۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ قومِ عاد کے لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کیا تم اِس لئے مَبعوث ہوئے کہ ہم کو تلقین کرو ہم تنہا اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کریں اور جس قدر معبود اپنے آباؤ اجداد نے بنا رکھے ہیں سب کو ترک کردیں، ایسا نہیں ہوگا آپ (علیہ السلام) کہہ رہے ہو، ہم کو دھمکی دی جارہی ہے کہ عذابِ الٰہی آیا ہی چاہتا ہے ہم کسی قہر وعذاب سے ڈر کر اپنے اَسلاف کی رسومات تو نہیں چھوڑیں گے، آباؤ اجداد کی پیروی ہر دور، ہر زمانے اور ہر قوم میں گمراہی کی اَساس رہی ہے قومِ عاد نے بھی حجت دلیل کو برقرار رکھا اور شرک کو چھوڑ کر دعوتِ توحید اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے جب مُشرکانہ طرزِ عمل اور حقیقت ایک حد سے تجاوز کر جاتے ہیں تو اللہ کا عتاب نازل ہوتا ہے اس کی دلیل یہ سمجھئے کہ سعادتِ توبہ کی توفیق سے انسان محروم ہوجاتا ہے اور انسان بُرائیوں میں شرمندہ ہونے کے فخر وتکبّر میں مُبتلا ہوجاتا ہے یہ بھی عذاب کی ایک نوعیت ہے بہرنوع قومِ عاد نے اپنے پیغمبر کو کہہ دیا کہ اگر آپ سچّے ہیں تو اللہ جس عذاب سے ہمیں ڈرا رہا ہے اُسے بھیج

❶ ......بحوالہ تفسیر قادری جلد اول۔

❷ ......صموہ، صدا اور ہینا بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ۔

دے۔ پھر عذاب ٹوٹ کر برسا، اور ہوا کو ہی قومِ عاد پر بطورِ سزا عذاب مُسلّط کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب دعوتِ توحید اہلِ قریش کو دی تو بھی قریش نے جواب میں کہا۔ چنانچہ آیت ۳۲ سورۃ الانفال پارہ ۹ قَالَ الْمَلَأُ میں ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

''اور جب کہ اِن لوگوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے حق ہے تو آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے''۔

ہوتا یوں ہے کہ شرک کرتے کرتے عقل پر پردہ پڑھ جاتا ہے اور فہم و دانش مفقود ہو جاتی ہے ہونا تو چاہئے تھا کہ کہا جاتا اے باری تعالیٰ! اگر یہ سچ ہے اور آپ ہی کی طرف سے ہے تو ہمیں قبول کرنے کی سعادت عطا کر۔

آیت ۷۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جب تمہاری سرکشی، ظلم و جور اور شرک، گستاخی، بے حیائی ایک حد سے بڑھ جائے تو سمجھ جاؤ! اللہ کا قہر و غضب تم پر ٹوٹ پڑا اب اس کے آنے میں کوئی دیر نہیں! حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے بتایا کیا تم مجھ سے فرضی ناموں کے سلسلے میں جھگڑا کرنے پر آمادہ ہو جو تمہارے بنئے آباؤ اجداد نے نام رکھ رکھے ہیں یہ تو تمہارے کُفر و شرک اور اعمال و عقائد کا سبب ہے کہ تم باری تعالیٰ کے عذاب کے مستحق قرار پائے اب صرف انتظار کی گھڑیاں باقی ہیں، ان پتھروں میں کہاں سے عبودیت اور الوہیت کی صفات ہو گئیں جن کی کوئی حجت دلیل نہیں! حقیقت تو یہ ہے کہ باوجود دانش کے جہل، شقاوت اور عناد کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو گیا ہے کہ اب وہ ساعت قریب تر ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہمارے تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دے میں بھی تمہارے ساتھ ان فیصلوں کا منتظر ہوں!۔

آیت ۷۲ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے حضرت ہود علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو رحمتِ خاص سے نجات دی، یہ قومِ عاد کے لوگ جو اپنی قوت، توانائی اور طاقت پر نازاں تھے ان پر بادِ تُند کا قہر و غضب، عذاب کی شکل میں آیا۔ آخر کار جن لوگوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی، ان کا اِستیصال کر دیا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ ان کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ گیا قومِ عاد تباہ ہو گئی تاریخ شاہد ہے اور قرآن اِس بیان کی تصدیق کر رہا ہے کہ عاد کی عظمت، جمال و جلال کے وارث وہی ہوئے جنہوں نے حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لانے کی سعادت پائی۔

آیت ۷۰ تا ۷۲ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب انسان کی فطرت میں شر اُبھرتا ہے اور فساد برپا ہوتا ہے اور انحراف پیدا ہوتا ہے تو پھر غور و فکر اور فکر و عمل سے انسان کام نہیں لیتا، اور دعوتِ حق کو سن کر سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے جب حضرت ہود علیہ السلام نے دعوتِ حق دی تو قوم کے لوگوں نے کہا بھلا ہم کیوں ایک اللہ کی عبادت کریں ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے اِسلاف نے کیا، اچھا تو لے آ وہ عذاب جس کی ہمیں دھمکی دی جاتی ہے ایمان نہ لانے والے ہلاک ہو گئے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی رحمتِ خاص سے بچ گئے۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾

اور قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا، اُنہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو! اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! بے شک رَبّ کی جانب سے تمہارے پاس کُھلی دلیل آچکی ہے، یہ اللہ کی اُونٹنی/ناقہ ہے تمہارے لئے ایک نشانی ہے اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے، اسے بُرائی کے لئے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک دردناک عذاب تمہیں آپکڑے گا۔ (۷۳)

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾

اور یاد کرو جب کہ باری تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد جانشین مقرّر کیا اور تم کو زمین میں یہ توقیر/منزلت بخشی اور تم تعمیر کرتے ہو نرم زمین میں عالی شان محل/اور پہاڑوں کو تراش کر کے مکان بناتے ہو پس اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین پر فساد برپا کرتے ہوئے نہ پھرو/فساد مت پھیلاؤ۔ (۷۴)

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾

اُن کی قوم کے متکبّر سرداروں نے، جنہیں وہ کمزور اور ناتواں سمجھتے تھے اور جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے سے کہا کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) تمہارے رَبّ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں؟ اُنہوں نے کہا صالح (علیہ السلام) کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہم اُس پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔ (۷۵)

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٧٦﴾

تکبر کرنے والے لوگوں نے کہا: ہم تو اس چیز کے جس پر تم ایمان لائے ہو انکاری ہیں۔ (۷۶)

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾

سو اُنہوں نے اُونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے اللہ کے حکم کو نہ مانا/سرکشی کی اور کہنے لگے اے صالح (علیہ السلام) لے آؤ وہ عذاب جس کا تم نے وعدہ کیا تھا تم واقعۃً رسولوں میں سے ہو۔ (۷۷)

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾

سو اُن کو زلزلہ کے جھٹکوں نے آپکڑا اور صبح کے وقت اپنے گھروں میں اُوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔ (۷۸)

الفاظ و معانی آیت ۷۳ تا ۷۸

﴿ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ﴾ اور بھیجا ہم نے قبیلہ ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح علیہ السلام کو، قوم ثمود عرب کے شمال میں رہائش پذیر تھی اُن کے ایک شہر کا نام حجر تھا❶ جس کو عام طور پر مدائن صالح کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے قوم ثمود بھی قوم عاد کی طرح بہادر، جرأت مند اور صاحبِ ثروت تھی، سنگ تراشی اور فنِ تعمیر میں ان کو ملکہ حاصل تھا ان کا سلسلہ نسب ثمود بن

❶ ......حجر ملک حجاز اور شام کے مابین ہے اور یہ لوگ بھی بت پرست تھے۔

عامر بن ارم بن نوح علیہ السلام سے ملتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی پانچویں پشت ثمود تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو وہی دعوتِ توحید دی جو سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر اُس وقت تک تمام اَنبیاء کرام علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں۔ ﴿ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ﴾ اے میری قوم کے لوگو! عبادت کرو اللہ وحدہٗ لاشریک کی اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! جو مستحق الوہیت ہو سوائے اللہ کے، چونکہ قومِ ثمود اپنی طاقت اور توانائی پر نازاں تھی انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، اس قوم کے لوگوں نے کہا ہمیں کوئی معجزہ دکھایا جائے تا کہ آپ کے نبوّت کی دلیل پتہ ہمیں چل جائے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کیا مُعجزہ چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگے ہمارے ہمراہ میدان میں چلیے کہ کل ہماری عید ہے ہم اپنے بتوں کو آرائش کر کے نکالیں گے، ہم بھی اپنے ناخداوں رَبّوں سے کچھ مانگ لیں گے آپ (علیہ السلام) بھی اپنے اللہ سے طلب کر لینا، پھر جس کی دعا قبول ہو جائے دوسرے کو اسی کی فرمانبرداری کرنا چاہیے۔ یہ بات طے کر کے دوسرے دن باہر نکلے اِن لوگوں نے اپنی حاجت اور مُرادبتوں سے مانگی کسی کے پورے ہونے کا ابھی اثر بھی ظاہر نہ ہوا پس کیا ہونا تھا سب رُسوا اور شرمندہ ہو کر سر جُھکائے ایک شخص جندع بن عمر نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا کہ پتھر کی اس چٹان سے ایک اُونٹنی جسے نکلتے ہوئے ہم اپنی نظروں سے دیکھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اگر میرے اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایسی اُونٹنی پیدا کر دی تو تم کیا کرو گے اُنہوں نے کہا ہم ایمان لے آئیں گے اور تمہارے اللہ کی عبادت کریں گے اِس بات پر حضرت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے وہ مُعجزہ رُونما ہونے کی التجا کی، فوری طور پر پتھر کو حرکت ہوئی اور جیسے بچہ جنتے وقت اُونٹنی چلاتی ہے اسی طرح کی آواز ان پتھروں سے نکلی اور وہ پتھر پھٹ گیا اور اس قوم کے لوگ جیسی اونٹنی چاہتے تھے اس پتھر میں سے نکل آئی، جب جندع نے یہ منظر دیکھا تو فوراً ایمان لایا لیکن قبیلہ ثمود کے دیگر شرفاء گُمراہ رہے اور منکر رہے، غرض یہ کہ وہ اُونٹنی اس قوم میں رہی اور ان کی چراگاہوں میں چرتی اور اُن کے کنوؤں کا پانی دوسرے دن اس کی باری پر اُسے ملتا رہا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ فَذَرُوْهَا ﴾ پس چھوڑ دو اس اونٹنی کو۔ ﴿ وَلَا تَمَسُّوْهَا ﴾ اور ہاتھ نہ لگاؤ۔ تَمَسُّوا، مَسّ سے فعل مضارع جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ نہ چھوؤ اس کو بدنیت سے۔ ﴿ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ پس تمہیں آ پکڑے گا عذاب دردناک۔

﴿ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ ﴾ قوم عاد کو ہلاک کرنے کے بعد جگہ دی تمہیں زمین حجر میں۔

یاخذ پکڑے گا، اَخْذٌ سے فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ ﴿ بَوَّاَكُمْ ﴾ اُس نے تم کو جگہ دی بَوّاً، تَبْوِیَۃً بمعنی ٹھکانہ دینا، مناسب جگہ، فروکش کرنے کے ہیں واحد فعل ماضی کم ضمیر جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ تَتَّخِذُوْنَ ﴾ بناتے ہو، تعمیر کرتے ہو۔ ﴿ مِنْ سُهُوْلِهَا ﴾ نرم زمین اس کے نرم مقامات سُھُوْلٌ سَھْلٌ کی جمع ہے بمعنی نرم زمین کے ہیں قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ قُصُوْرًا ﴾ قصر کی جمع ہے اونچی عمارت محل کو کہا جاتا ہے اسم ہے۔

﴿ وَتَنْحِتُوْنَ ﴾ اور کھود لیتے ہیں بنا لیتے ہیں گرمی میں رہنے کے لئے اور تم تراشتے ہو نحت سے مشتق ہے جس کے معنی سنگ تراشی کے ہیں فعل مضارع مذکر جمع حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ﴾ گھر پہاڑوں میں، جبال کا واحد جبل ہے

Marfat.com

بمعنی پہاڑ۔ ﴿بُیُوْتًا﴾ بیت اس کا واحد ہے جوگھر کے کمرے کے لئے مستعمل ہے مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی اِس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے قومِ عاد ہلاک کر کے اُن کی جگہ تم کو بسایا، ان کی زمین قبضے میں دی اور یہ صَنعت سکھائی کہ تم محل رمکانات بنا لیتے ہو۔

﴿فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ﴾ اور اللہ کی نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے اِس کا احسان مانو اللہ کی فرمانبرداری کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرو۔ اِس آیت سے اِس بات کا علم ہوا کہ ''اللہ کی نعمتیں دنیا میں کافروں کو بھی ملتی ہیں جس طرح کہ باری تعالیٰ نے قومِ عاد و ثمود پر ثروت اور شجاعت اور توانائی کے دروازے کھول دیئے تھے'' (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) ﴿الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ﴾ وہ لوگ جو تکبّر اور سرکشی کرتے تھے قومِ صالح علیہ السلام میں سے۔

﴿لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا﴾ ان لوگوں کے واسطے جنہیں ضَعیف اور کمزور سمجھتے تھے یعنی عاجز اور بیچارے۔ ﴿اسْتُضْعِفُوْا﴾ ناتواں خیال کئے گئے۔ اِستِضعَافٌ سے بمعنی کمزور شمار کرنے کے ہیں فعل ماضی مجہول جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ﴾ پس اُنہوں نے پاؤں کاٹ ڈالے اور ہلاک کیا اُونٹنی کو۔ ﴿عقروا﴾ اُنہوں نے کانچیں کاٹ دیں عَقْرٌ سے فعلِ ماضی جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق لیکن عقر ذبح کے معنیٰ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے قدار بن سالف جو ایک بد بخت انسان تھا اس نے تنہا یا اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے اس اونٹنی کو قتل کیا۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ پھر پکڑ لیا اُنہیں اونٹنی کو ہلاک کرنے کے سبب سے بڑی سخت آواز کے ساتھ۔

﴿فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ﴾ سو صبح کو ہو گئے اپنے گھروں میں اُوندھے بے جان مُردہ اپنی جگہ پر۔

﴿جٰثِمِیْنَ﴾ زانو کے بل گرنے والے جثوم سے مشتق معنی ہے سینہ کے بل اوندھے منہ بے حس و حرکت زمین پر پڑ جانا جَاثِمٌ کی جمع اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر قواعد کے مطابق۔

تشریح وتوضیحات آیت ۷۳ تا ۷۸

آیت ۷۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ قومِ ثمود کی طرف اُن کے برادر صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا اُنہوں نے لوگوں کو اطاعت باری تعالیٰ کی دعوت دی اور اس بات کا برملا اظہار اور اقرار کیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود لائق پرستش نہیں! اور کہا کہ ربّ کی طرف سے ایک روشن دلیل آگئی ہے یہ اللہ کی اونٹنی ہے اگر اس کو کوئی گزند پہنچائی گئی تو وہ عذاب ٹوٹ پڑے گا جس کی میں نشان دہی کر رہا ہوں حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں اَن کی قوم کے لوگوں نے عذاب کا مطالبہ کر دیا۔ سورۃ الشعراء آیت ۱۵۶ پارہ ۱۹ وَقَالَ الَّذِیْنَ میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵۶﴾

''اور دیکھو اس اونٹنی کو تکلیف پہنچانے کی، بُری نیت سے کبھی چھونے کا خیال بھی نہ کرنا ورنہ ایک بڑے دن کے عذاب میں پکڑ لئے جاؤ گے''۔

﴿ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ﴾ ''ایک سخت عذاب نے اُنہیں آ پکڑا''۔ (سورۃ الشعراء آیت ۱۵۸)

۹ھ میں تبوک جاتے ہوئے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضي الله عنهم کا قوم ثمود کے مسکن اور وادی سے گزر ہوا جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''معذب قوموں کے پاس سے گذرو تو روتے ہوئے یعنی عذابِ باری تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہوئے گذرو''۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف، کتاب الصلوٰۃ، صحیح مسلم شریف کتاب الزھد)

آیت ۷۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اِس نعمت کو یاد کرو اُس نے قوم عاد کی ہلاکت کے بعد غلبہ واقتدار سے تمہیں سرفراز کیا، اور تم کو فنِ تعمیرات میں مہارت عطا کی تم اللہ کے احسانات، انعامات کا شکرادا کرو تمہیں توفیق بخشی کہ تم میدانی علاقوں میں عالی شان مکانات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر اِن میں کمرے اور محل تعمیر کرتے ہو۔ اِس آیت سے علم ہوا کہ عالی شان محلات اور خوبصورت مکانات کی تعمیر بھی اللہ کی نعمت ہے اور ان کا بنانا جائز ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی)

اِن نعمتوں پر اللہ کا احسان مانو! اور اللہ کی فرمانبرداری کا راستہ اپناؤ! کفرانِ نعمت اور گناہ کا اَرتکاب کرکے اللہ کی زمین میں فَساد مچاتے ہوئے نہ پھرو۔

آیت ۷۵ میں بتایا جارہا ہے کہ اُن کی قوم میں جو سردار گھمنڈ اور غُرور وتکبّر کرنے والے تھے اُنہوں نے غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لاچکے تھے دریافت کیا تمہیں اس بات پر یقین ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے رَبّ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اُنہوں نے جواب میں برملا کہا یعنی جو دعوتِ توحید وہ لے کر آئے ہیں ہم تو اس پر کلّی طور پر یقین رکھتے ہیں۔

آیت ۷۶ میں وضاحت سے بیان ہے کہ فخر وغُرور کرنے والوں نے کہا کہ ہم تو اس چیز کے اِنکاری ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ حق کو قبول کرنے میں ہمیشہ غریبوں اور کمزوروں نے ہی پہل کی ہے اس لئے وہ تکبّر سے باز رہتے ہیں۔

آیت ۷۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اُنہوں نے اونٹنی کو ہلاک کردیا اور اللہ کے حکم سے سرکشی اختیار کی اور حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم رَبّ کے فرستادہ ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈرا رہے ہو۔

آیت ۷۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ آخر کار اُن کو زلزلہ نے آپکڑا۔ چنانچہ دہلا دینے والی مُصیبت آگئی اور وہ اپنے گھروں میں اُوندھے منہ پڑے رہ گئے اُن کو اوندھا اس لئے گرایا تا کہ تکبّر اور سَرکشی کے لئے مناسب سزا اُن کو دی جائے کڑک اور کپکپی کے نتیجے میں وہ ہراساں ہوئے اور بے حس وحرکت اُوندھے مُنہ گرے۔

Marfat.com

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ۝۷۹

پس حضرت صالح (علیہ السلام) نے پھیر لیا منہ اُن کی طرف سے اور (بصد یاس وحسرت) کہا اے میری قوم کے لوگو! بے شک میں نے اپنے رَبّ کا پیغام رسالت تم تک پہنچا دیا، میں نے تمہاری بھلائی چاہی مگر تم لوگ تو اپنے خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔ (۷۹)

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۝۸۰

اور لوط (علیہ السلام) کو بھیجا، اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا تم لوگ بے حیائی اور فحش کام کرتے ہو! تم سے قبل جہاں میں کسی نے ایسی بے حیائی کا فعل نہیں کیا۔ (۸۰)

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝۸۱

بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں کے پاس شہوت رانی رخواہش پوری کرنے جاتے ہو، بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہو۔ (۸۱)

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۝۸۲

اور اس کا اُن کے پاس کوئی جواب نہ تھا رُان کا ایک ہی جواب تھا اُنہیں بستی سے باہر نکال دو یہ لوگ تو بڑے پاک باز بنتے ہیں۔ (۸۲)

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۝۸۳

سو ہم نے لوط (علیہ السلام) اور اُن کے گھر والوں کو نجات دی ربچا لیا بجز اُن کی بیوی کے، اس لئے کہ وہ اُنہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔ (۸۳)

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۝۸۴

اور ہم نے اُن پر برسائی پتھروں کی بارش، سو نگاہ تو کر ردیکھو تو سہی مُجرموں کا انجام کس قدر عبرت ناک ہوا۔ (۸۴)

الفاظ ومعانی آیت ۷۹ تا ۸۴

﴿فَتَوَلّٰى﴾ پھر منہ پھیرا حضرت صالح علیہ السلام نے اُن سے جب اُنہوں نے اونٹنی کو ہلاک کیا تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا میں قوم ثمود کو جبرائیل کی آواز سے اور زلزلے سے ہلاک کروں گا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿وَقَالَ﴾ اور حسرت ویاس سے حضرت صالح علیہ السلام نے کہا۔ ﴿يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ﴾ اے گروہ میرے اللہ کی قسم! کہ میں نے تمہیں اپنے رَبّ کا پیغام پہنچا دیا جیسا کہ پیغام پہنچانے پر میں مامور تھا۔

﴿اَبْلَغْتُكُمْ﴾ میں نے تم کو پہنچا دیا اَبْلَغْتُ، ابلاغ سے بمعنی پہنچانے کے ہیں فعل ماضی واحد مُتکلّم قواعد کے مطابق

﴿رِسَالَةَ﴾ پیغام اَرْسَالٌ سے بھیجنے کے معنی آتے ہیں اِسم ہے (رَبِّیْ) اپنے پروردگار کا۔

﴿وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ﴾ اور تم دوست نہیں رکھتے اور تم پیروی نہیں کرتے ہو۔ ﴿النّٰصِحِيْنَ﴾ نصیحت کرنے والوں کی کہ ازراہِ عنایت تمہیں ایمان کی طرف بلاتے ہیں اور نفس اور شیطان کی اتباع سے منع کرتے ہیں۔

﴿وَلُوْطًا﴾ اور لوط علیہ السلام کو بھیجا۔ لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔ لوط علیہ السلام کے والد کا نام حاران بن

تارح تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے تھے، پھر اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو نبوّت عطا کی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل سے ملک شام کی طرف متوجّہ ہوئے تو حضرت لوط علیہ السلام بھی اُن کے ہمراہ تھے یہ علاقہ اردن اور بیت المقدس کے مابین تھا جسے سدوم کا نام دیا جاتا ہے یہاں کی زمین زرخیز اور شاداب تھی قرآن نے اس مقام کو مُؤتَفِکَات کا نام دیا ہے حضرت لوط علیہ السلام سدوم میں ❶ آئے اور خلق کو خدا کی طرف بلایا اور اُنتیس (۲۹) برس ان لوگوں میں رہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

حضرت لوط علیہ السلام لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے اور بُری باتوں سے منع کرتے تھے۔ ان لوگوں کے بُرے کاموں میں ایک لواطت تھی۔ ﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ﴾ جب اُنہوں نے کہا اپنی قوم سے۔ ﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ کیا تم کرتے ہو یہ بُرا کام یعنی لواطت۔ ﴿مَا سَبَقَكُمْ بِهَا﴾ تم سے پہلے یہ کام کسی نے نہیں کیا، الـفـاحشة فرما کر لطیف اشارہ کر دیا کہ یہ خلافِ فطرت فعل ہے گویا تمام فحش اُمور کا مجموعہ اور زنا سے زیادہ شدید ترین جُرم ہے۔ ﴿مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾ یہ بدکاری تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ ''اس قوم سے پہلے دنیا میں کبھی ایسی حرکت نہ دیکھی گئی تھی''۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

اُموی خلیفہ عبدالمالک نے کہا کہ ''اگر قرآن میں قومِ لوط کا تذکرہ مذکور نہ ہوتا تو میں کبھی گُمان نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی انسان ایسا جرم کر سکتا ہے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر) ﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ بلاشبہ لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکار وہ لوگ ہیں جو پاک بنانا چاہتے ہیں یعنی بُرے کاموں سے پاکی چاہتے ہیں یعنی اس کام میں ہم سے متفق نہیں! حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اُن کا یہ جواب ناپسند فرمایا اور اُن پر عذاب نازل ہوا اور جب عذاب آیا تو۔ ﴿فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ﴾ پھر نجات دی ہم نے لوط علیہ السلام کو اور اس کے لوگوں کو اُن کے گھر والوں کو اور اُن کو جو ایمان لائے تھے۔ ﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ﴾ مگر اُن کی عورت / بیوی جس کا نام واملہ تھا وہ اپنا کُفر چُھپاتی تھی۔ ﴿كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ﴾ کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی اس نے حضرت لوط علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا۔ ﴿اَلْغٰبِرِیْنَ﴾ باقی / پیچھے رہ جانے والے، ہلاک ہونے والے اسم فاعل جمع مذکر ہے قواعد کے مطابق۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا﴾ اور برسایا ہم نے قومِ لوط کے کافروں پر مینہ کیا عجب بارش تھی کہ قوم لوط کے سر پر پتھر برسے۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۹ تا ۸۴

آیت ۷۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیام دیا کہ میں نے تمہیں باری تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور تمہاری بہتری / فلاح چاہی جس کے بعد اُنہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت ہجرت کی، قوم میں اُبتری کا ایک مرحلہ وہ بھی آتا ہے جب تمام اخلاقی طرزِ عمل اور تمام اقدار اس قدر تبدیل ہو جاتے ہیں کہ قوم خیر خواہی کرنے والوں کو اپنا دشمن سمجھنے لگتی ہے اور پھر قوم تباہی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قلبِ مُضطر کے ساتھ حسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قوم کی بربادی کا نوحہ پڑھتے ہوئے وہاں سے بعض کے خیال کے مطابق شام کی طرف اور بعض کی رائے کے مطابق مکّہ کی طرف

❶ ......سدوم اور عمورہ میں آگ اور گندھک کی بارش ہوئی تورات میں ہے۔ قرآن نے پتھروں کی بارش کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

رختِ سفر باندھا اور اہلِ ثمود کی لاشوں کے انبار دیکھ کر خطاب کیا جب کوئی شخص بھلائی کرنے والوں کی قدر نہیں کرتا تو انجام کار یہی ہوتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے غزوۂ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ اس گڑھے کے کنارے تشریف فرما ہوئے جس میں مکّہ کے کافروں کے لاشے پڑے تھے، وہاں جا کر ارشاد فرمایا: ''اے ابو جہل، اے عتبہ، اے شیبہ، اور اے اُمیّہ! میرے اللہ نے نصرت وکامرانی رفتح کا جو وعدہ مجھ سے کیا تھا وہ تو اُس نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا''۔ جیسا کہ آیت ا سورۃ الفتح پارہ ۲۶ حٰمٓ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱﴾ ''بے شک اے نبی! ہم نے آپ کو ایک کُھلم کُھلا فتح دی''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کہو تمہارے ساتھ جو تذلیل اور عذاب کا وعدہ تھا وہ بھی تکمیل پذیر ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ تین دن کے مُردوں سے گفتگو فرمارہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ''میرا خطاب تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو البتہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے''۔ (بحوالہ بخاری شریف ومسلم شریف)

اِس سے اس بات کا علم ہوا کہ ''کافر بھی قبر میں سنتا ہے اور جب ایسا ہے تو مؤمن قبر میں کیوں نہیں سنتا''۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

آیت ۸۰ میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم کُھلی بے حیائی کے مُرتکب ہو رہے ہو تم سے پہلے جہاں والوں نے کبھی اس کا اَرتکاب نہیں کیا! اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لوط علیہ السلام سدوم اور اس کے گرد ونواح کی بستیوں میں، اللہ کی وحدانیّت کا پیام دینے اور اُن کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تا کہ انہیں فحش، خلافِ فطرت اور بے حیائی کے کاموں سے روکیں جس میں وہاں کے لوگ مُبتلا ہو گئے تھے۔ بلکہ مردوں کے ساتھ بدفعلی قوم لوط میں پھیلی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اِس گندگی اور حرکتِ شیطانی کو دنیا سے مٹانا چاہا۔

آیت ۸۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ قومِ لوط میں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کی دبر استعمال کرنا اور شہوت رانی کرنا ایک معمول بن گیا تھا حضرت لوط علیہ السلام نے اس فعلِ بد پر اظہارِ نفرت کیا اور بَرملا کہا کہ تم سے قبل کوئی شامت زدہ معاشرہ ایسا نہیں گذرا جس نے اِس غلاظت کو تمہاری طرح اپنایا ہو صرف یہی نہیں کہ ایک گناہ میں مُبتلا ہو رہے ہو بلکہ اس خلافِ فطرت فعل کا سرانجام دینا اِس کی دلیل ہے کہ تم دائرہ انسانیت کی حد سے باہر نکل چکے ہو، باری تعالیٰ نے مرد کی جنسی تسکین اور لذّتِ لطف کی خاطر عورت کی شرمگاہ (فرج) کو استعمال کرنے کا محل بنایا ہے ان ظالموں نے حد کر دی۔

آیت ۸۲ میں بتایا جارہا ہے کہ حضرتِ لوط علیہ السلام اپنی قوم کے لوگوں کو اُن کی برائی سے بچانا چاہتے تھے لیکن انہوں نے اپنے نبی کو بستی میں رہنے نہ دیا اور ازراہ تمسخر کہا کہ یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں یہ لوگ یہاں سے نکل جائیں کیونکہ انہوں نے ہماری بزم عیش وطرب کو بے کیف کر دیا ہے اپنی نصیحتوں سے، حد تو یہ ہوگئی کہ تہذیب جدید کا رَجعت پسند معاشرہ اور مغرب کے مہذب لوگوں نے تو یہ تہذیب اپنالی ہے کہ اب وہاں پر لواطت کو قانونی حق مل گیا ہے کہ یہ سرے سے جرم ہی نہیں سمجھا جاتا، کئی ممالک نے اسے قانونی تحفظ دے کر جائز قرار دیا ہے جس میں جرمنی نے پہل کی ہے۔ العیاذ باللہ۔

آیت ۸۳ میں اظہار بیان یوں ہے کہ باری تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں کو عذاب سے بچالیا بجز ان کی

Marfat.com

بیوی کے جو انہی لوگوں کے ساتھ رہی جو عذاب میں مُبتلا ہونے کے لئے باقی رہ گئے، حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی مسلمان نہیں تھی وہ مجرموں کی ہمدرد تھیں قوم کی عَصبیت کے سبب اُس نے قوم کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ دردناک انجام سے ہمکنار ہوئیں۔

آیت ۸۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ نے اِن پر پتھروں کی برسات برسائی اور بتایا کہ دیکھو اگر "دیدۂ عبرت نگاہ" ہے تو اِن مجرموں کا کیا انجام ہوا۔ چنانچہ آیت ۸۲ سورۂ ہود پارہ وَمَامِنْ دَآبَّۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ اور ہم نے اِن پر پتھروں کی بارش تہہ بہ تہہ برسائی۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مرد کے لئے یہ بات قطعی غیر مناسب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کا عمل کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ملعون من اتی المرأۃ فی دبرھا" "عورت سے یہ فعل کرنے والا ملعون ہے" (بحوالہ ابوداؤد) حضور اکرم ﷺ سے یہ الفاظ مُسند احمد اور ابنِ ماجہ میں مَنقول ہیں "لاینظر اللّٰہ الی رجل جامع امرأتہ فی دبرھا"۔ باری تعالیٰ اُس مرد کی طرف ہرگز رحمت کی نظر نہ کرے گا جو عورت سے اس فعل کا مرتکب ہوا، محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "جس نے حائضہ عورت سے مجامعت رُحبت کی یا عورت کے ساتھ عمل لواطت کیا یا کاہن کے پاس گیا اس کی پیش گوئی کو سچ سمجھا، اُس نے اِس تعلیم سے کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی"۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

آیت ۷۹ تا ۸۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

حضرت صالح علیہ السلام یہ کہتے ہوئے بستی سے نکل گئے کہ اے میری قوم! میں نے حق تعالیٰ کا پیام تم تک پہنچا دیا سَرکشی اور نافرمانی کر کے اُن کی قوم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں مُبتلا کیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بھی غیر اخلاقی اور غیر فطری عمل کو اپنا کر عذاب کی سزاوار بنی، قومِ لوط میں انسانی فطرت کے ایک ایسے بگاڑ کا تذکرہ ہے جس کی جُداگانہ نوعیت ہے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو علیحدہ اصناف میں تخلیق کیا زن و مرد کے اِتصال کو ایسا ذریعہ بنایا جس کے سبب دونوں ایک دوسرے کے لئے نسلِ انسانی کا مُوجب بنے، دونوں کو ایک دوسرے کے لئے مناسب جسمانی اور نفسانی خواہش بخشی، اور دونوں کا باہم ملاپ نسلِ انسانی کی بَقا کا محرک ہوا، پھر اس ملاپ کے نتیجے میں دونوں کے لئے تسکین کی گہری لذّت و لطافت ودیعت کی اور اسے ایک فطری لَذّتِ لطف قرار دیا، تا کہ دلکشی اور کشش باہم کے ساتھ دونوں بقائے انسانی کی ذِمّہ داریاں اچھے انداز سے قبول کریں لیکن قومِ لوط نے فطرت کے اُصول سے اِنحراف کیا، وہ قوم بے حیا ہوگئی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش نفس کی تکمیل کی، اُن کی قوم عذاب میں مُبتلا ہوئی، قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی، اس ہولناک انجام سے درس ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کا یہ عمل تباہی و بربادی کا مُوجب ہوتا ہے، العیاذ باللہ۔

Marfat.com

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا: اللہ کی عبادت کرو اِس کے سوا کوئی معبود لائقِ عبادت نہیں! تمہارے پاس، تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل آ گئی ہے سُوناپ اور تول پورا پورا کیا کرو۔ اور لوگوں کی چیزوں کو گھٹا کر کم کر کے مت دو! اور زمین میں انتظامِ اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ (۸۵)

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۶﴾

اور تم راستوں پر، لوگوں کو دھمکیاں دینے کے لئے مت بیٹھو! اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہو! جو ایمان لاتا ہے اِس کی راہ میں کجی ر رکاوٹ پیدا کرتے ہو اور یاد کرو وہ وقت جب تم تعداد میں تھوڑے سے تھے رقلیل تھے پھر اللہ نے تم میں اضافہ کر دیا دیکھو تو سہی کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔ (۸۶)

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

اگر ایک گروہ تم میں سے ایمان لا چکا ہے جس کا حکم مجھ کو دے کر بھیجا گیا ہے، باقی لوگ ر جماعت ایمان نہیں لا رہے ہیں تو ٹھہر جاؤ! ذرا صبر کرو! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے ہمارے درمیان، وہی سب سے بہتر فیصلہ صادر کرنے والا ہے۔ (۸۷)

الفاظ ومعانی آیت ۸۵ تا ۸۷

﴿وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا﴾ اور ہم نے مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، مدین ایک شہر ہے جو بحرِ احمر کے ساحل پر کوہ طور کے جنوب مشرق کی سمت آباد تھا یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم قیام پذیر تھی اہلِ مدین اقتصادی لحاظ سے بڑے مستحکم تھے یہاں پر تجارتی قافلے اپنا سامان تجارت فروخت کرتے اور ضرورت کی اشیاء خریدتے۔

﴿قَالَ یٰقَوْمِ﴾ کہا شعیب بن مکیل نے اپنی قوم سے اصلاح کی غرض سے، ﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، نہیں ہے تمہارا معبود سوائے اللہ کے، یہ وہی دعوتِ توحید ہے جو تمام انبیاء اِس سے قبل دیتے رہے ہیں جو تمام عقائد اور عمل کی اصل اَساس روح ہے یہ قوم بھی کُفر کے علاوہ ناپ تول کی خیانت میں مُبتلا تھے اس لئے اس کو پیام دیا گیا کہ " قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ " تمہارے پروردِگار کی طرف سے واضح اور روشن دلیل آ گئی ہے یہاں واضح دلیل کے مفہوم سے مراد مُعجزات ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام پر عیاں ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام جب پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تو پہاڑ اپنا سر جھکا دیتا۔

﴿فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ﴾ بھرپور اور درست کرو پیمانہ، کَیل کے معنی ناپ اور میزان بمعنی وزن تولنے کے لئے آتا ہے

Marfat.com

گویا تم ناپ تول پورا کیا کرو۔

چنانچہ آیت ۳ سورۃ المطففین پارہ ۳۰ عَمَّ میں ارشادِ ربی ہے "وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝" "اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں" یعنی لینے اور دینے کے الگ الگ پیمانے رکھنا بڑی اخلاقی بیماری ہے اور آخرت میں جس کا نتیجہ تباہی ہے۔

﴿ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ ﴾ لوگوں کی چیزوں میں کمی کر کے انہیں خسارہ نہ پہنچایا کرو، یعنی خرید و فروخت میں خیانت نہ کرو، بخس کے معنیٰ کسی کے حق میں تخفیف کر کے نقصان پہنچانے کے ہیں۔ گویا ہر طرح کے حقوق میں کوتاہی بھی بُری ہے "خواہ مال سے متعلق ہو یا عزت و آبرو سے یا کسی اور چیز سے" (بحوالہ بحر محیط)

اس سے پتہ چلا کہ ناپ تول میں حق سے کم دینا ناجائز ہے اِسی طرح حقوق انسانی میں حق تلفی اور کمی بھی ناجائز ہے کہ جس شخص پر اقدام اور تعظیم واجب ہے اس سے اِعراض کرنا یہ تمام اُمور اسی جرم میں شامل ہیں امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو جلدی جلدی رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا "قد طفّفت" یعنی تم نے ناپ تول میں کمی کر دی" مفہوم یہ ہے کہ تم نے نماز کا جو حق تھا اس کو پورا نہ کیا۔ (بحوالہ موطا امام مالکؒ)

﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ﴾ اور فساد نہ کرو زمین پر، کُفر اور خیانت کے سبب سے۔ ﴿ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ﴾ زمین کی درستگی کے بعد قومِ شعیب نے ان تمام اصولوں سے راہ فرار اختیار کر لی تھی جس کی بناء پر زمین پر ظاہری اور باطنی ہر دو نوعیت کا فساد برپا تھا اس لئے حکم نصیحت ہے کہ یہ اعمال زمین میں خرابی پیدا کرنے والے ہیں ان سے اجتناب کرو۔

﴿ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ یہی بات تمہارے لئے نفع بخش ہے اگر تم میری بات پر عمل کرو اگر ہو تم ایمان والے، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ شہر میں رہ کر ناپ تول میں خیانت کرتے تھے اور میدانوں میں راہزنی کرتے تھے تو انہیں جس طرح باری تعالیٰ نے ناپ تول میں کم دینے کی ممانعت کی اِسی طرح راہزنی کرنے کی بھی ممانعت کی۔

﴿ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ ﴾ اور نہ بیٹھو ہر راہ میں مال چھین لینے کے لئے اور "تُوْعِدُوْنَ" دھمکاتے ہو لوگوں کو۔

﴿ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ﴾ اور تم لوگ اللہ کی راہ میں کجی کی تلاش میں مُنہمک ہو کہیں موقع مل جائے تو لوگوں کو دینِ حق سے بیزار کریں۔ ﴿ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ اور دیکھو، عبرت کی نظر سے کیا انجام کار ہوا تباہ کاروں کا، تمہارے گرد و پیش میں بے شمار ایسے مقامات ہیں جو کھنڈرات بن گئے اس دور کے لوگوں کو اپنی شوکت جمال و جلال پر ناز تھا لیکن جب انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی تو تباہی و بربادی سے ہمکنار ہوئے ذرا ایک نظر تو ڈالو، قومِ نوح، قومِ عاد و ثمود اور قومِ لوط پر کیا کیا عذاب آیا اب تو سمجھ سے، عقل و دانش سے کام لو! حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت ایمان کے بعد اُن کی قوم دو حصّوں میں منقسم ہو گئی کچھ نے ایمان قبول کر لیا اور کچھ منکر رہے۔

﴿ فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ﴾ بس صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم کریں ہم دونوں گروہوں کے مابین، یعنی جلد بازی نہ کرو، باری تعالیٰ اپنی عنایت کرم سے مجرموں کو مُہلت دیتا ہے ﴿ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴾ اور اللہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اگر تم اسی

Marfat.com

طرح انکار کرتے رہے تو بہت جلد منکرین پر فیصلہ کُن عذاب آجائے گا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۸۵تا۸۷

آیت ۸۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ہی کی بندگی اختیار کرو اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! پروردگار کی طرف سے روشن حجت آگئی ہے ناپ تول پورا پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں اور حق کی ادائیگی میں کمی نہ کرو یہی کام تمہارے لئے اَحسن ہے قوم کو بُرائیوں سے بچنے کے لئے لائحہ عمل بتایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو اُن کے کمالِ حسن استدلال اور جمال فصیحانہ طرزِ تکلّم کی وجہ سے ''خطیب الانبیاء'' کا نام دیا گیا۔ (بحوالہ ابن کثیر، بحر محیط)

آیت ۸۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ تم راستوں پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ لوگوں کو ڈراتے اور دھمکیاں دیتے رہو، اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے مت روکو، ایسا کرنا ترک کردو، اِس کا انجام اچھا نہیں ہے تم تعداد میں کم تھے باری تعالیٰ نے ثروت ودولت سے مالا مال کیا اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا شکر اس وقت ادا ہوسکتا ہے جبکہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق کو پہچان لو کہ اس کی اصلاح میں مصروف عمل رہو، اللہ کی نعمت پا کر تکبّر نہ کرو بلکہ فساد اور خرابی پھیلانے والوں سے درسِ عبرت سیکھو! تا کہ اللہ کی عذابِ گرفت سے نجات پاؤ۔

آیت ۸۷ میں بیان کیا جارہا ہے کہ ایک گروہ کا ایمان لانا اِس بات کی علامت ہے کہ قوم کے لوگوں میں اصلاح پانے کی صَلاحیّت موجود ہے اگر ایک گروہ ایمان لانے کی صَلاحیّت سے محروم ہے تو صبر واستقلال کا دامن تھام لو! اللہ تعالیٰ قوم کو مُہلت دیتا ہے لیکن مُنکرینِ حق اِس کے لئے تیار نہ تھے یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سب فیصلوں سے بہتر ہوتا ہے۔

الحمدللہ پارہ ۸ وَلَوْ اَنَّنَا اختتام پذیر ہوا

محمد لقیط خاں عفی اللہ

المرقوم ۲۱ رشوال المکرم ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

عذر ہائے من پذیر

سورۂ انعام پارہ ۸ وَلَوْ اَنَّنَا کے مطالعہ کی روشنی میں

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى

اور اگر ہم اُن پر فرشتے اُتارتے اور اُن سے مُردے گفتگو کرنے لگتے۔

سورۃ الانعام رکوع ۱۴ آیت ۱۱۱ تا ۱۲۲ کا خلاصہ

انسان اپنی فطرت، بَصارت، بَصیرت اور عقلِ سلیم کو بروئے کار لا کر مظاہر کائنات کی نشانی دیکھ کر حق کو سمجھے اور ایمان لائے۔

اے راہِ حق کے طلب گارو! ذرا سوچو تو سہی اگر اللہ اُن پر فرشتے نازل کرتا اور مُردے باتیں کرنے لگتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے! ایمان کا انحصار درحقیقت اسی قلبی کیفیت پر ہے جو باری تعالیٰ سے عطا ہوتی ہے اس کیفیت کا احساس تو مزاجِ انسانی میں رکھ دیا گیا ہے مگر نورِ نبوّت ہی سے اس کی تابانی جلا پاتی ہے اور دلِ حزیں میں یہ جذبہ بیدار ہوتا ہے کہ اپنے رَبّ کی رضا کو پانا چاہیے اس کا قُرب حاصل ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ کا قُرب پانے کے لئے اللہ پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ کا منشاء تو یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت، بصارت، بصیرت اور عقلِ سلیم کو بروئے کار لا کر مظاہرِ کائنات کی نشانی دیکھ کر حق کو سمجھے اور ایمان لائے یہی مفہوم یہاں بتایا جا رہا ہے کہ جن کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایت سے فیض نہیں مل رہا ہے اُن کے دِل مُردہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلقِ قلبی پانے کی صَلاحیت وَاستعداد کھو چکے ہیں' ایسے لوگوں پر فرشتے اُتارے جائیں وہ اُن سے گفتگو کریں۔ مُردوں کو حیاتِ زیست دے کر زندہ کر دیا جائے وہ خود اُنہیں برزخ کے احوال بتائیں، بہشت اور جہنّم کو بھی اُن کے رُوبرُو کر دیا جائے تب بھی یہ ماننے کے نہیں، وہ ظلم اور گناہ کے بوجھ تلے دَب گئے ہیں وہ اس قدر فریب جہالت میں مُبتلا ہیں کہ اصل بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

شیاطین جِنّ وِانس اَنبیاء کے دشمن ہیں:

اے صاحبِ آرزو! عام لوگوں کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ سے قبل جس قدر اَنبیاء جلوہ فگن ہوئے اُن کی تکذیب کی گئی، اُنہیں اِیذا پہنچائی گئی، اُنہوں نے ضمیر کا دامن تھامے رکھا استقامت اپنائی رکھی اس سے پتہ یہ چلا کہ شیطان کے پیروکار جِنّات میں سے بھی ہیں اور انسان بھی شیطان کے مکروفریب میں مبتلا ہے یہ وہی ہیں سرکش، باغی اور تکبّر والے ہیں دونوں گُروہ میں، یہ آپس میں ہمکلام ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو دھوکہ بھی دیتے ہیں شیاطین جن وِانس اَنبیاء کے دشمن ہیں شیطان ایک دوسرے کو فریب کی باتیں اس لیے بتاتے ہیں کہ اُن کو سن کر لوگ گیتی کائنات کی لطافت و سُرور میں گُم ہو جائیں اور فِسق و فجور دلِ حزیں سے نکلنے نہ پائے۔

سورۃ الانعام رکوع ۱۴ آیت ۱۱۱ تا ۱۲۲ کا خلاصہ

Marfat.com

سورۃ الانعام رکوع ۱۱ آیت ۱۱۱ تا ۱۲۱ کا خلاصہ

قرآنِ حمید، فرقانِ مجید ایک زندۂ جاوید معجزہ ہے:

اے طالبِ حُسن وعِشق! اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے ایک کامل اور مقدّس کتاب عطا کی ہے یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام اُمور کی وضاحت ہے اہلِ کتاب جو شرک کرنے والوں کا ساتھ دے رہے ہیں اِس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا وہ سب کچھ باری تعالیٰ کی طرف سے اُترا ان کی آسمانی کتابوں اور صَحیفوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بَعثت کی نَوید دی گئی ہے قرآنِ حمید، فرقانِ حمید ایک زندہ جاوید مُعجزہ ہے، کلام اللہ، صداقت اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس میں تغیّر وتبدیل کی جرأت کر سکے، اللہ بندوں کے احوال، اقوال سننے والا اور اُن کی ایک ایک حرکت ایک ایک ادا کو جاننے والا ہے وہ ہر ایک کو جزاء دینے پر قادر ہے۔

دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں اگر آپ نے اُن کی بات تسلیم کرلی تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے:

اے طالبِ حُسنِ سرور! حق وباطل کے تفاوت میں انسانوں کی کثرت وقلت معیار نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ حق کی صداقت کے بنیادی اُصولوں پر ہی فیصلہ صادر ہوتا ہے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گُمراہی، غفلت شعاری اور خود فراموشی کے سبب انسانوں کی اکثریت ایقان اور یقین محکم سے محروم رہ جاتی ہے جب نزُولِ قرآن کی ساعت آئی کائنات رنگ وبُو میں ایسا ایسا ہی دَور تھا اکثریت فِسق وفجور میں مُبتلا تھی، حقیقتِ قرآن کی رُو سے اِس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حق صداقت کی راہ اپنانے والے تعداد میں کم ہوتے ہیں اور اہلِ باطل اکثریت میں، یہ بات درست ہے کہ دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں اگر آپ نے اُن کی بات تسلیم کرلی تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے اس لئے کہ اُن کے اوہام خرافات پر مبنی ہیں۔

سورۃ الانعام رکوع ۱۴ آیت ۱۱۸ تا ۱۲۱ کا خلاصہ

قرآنِ حکیم حکمتوں سے پُر اور سچّائی کا خزانۂ انمول ہے:

اے نُورِ شوق کے متوالو! حق بات تو یہ ہے کہ حقیقت کا علم تو صرف باری تعالیٰ کو ہے یا اللہ کی نازل کردہ کتاب میں مذکور ہے خلاصۂ کلام یہ کہ قرآن حکمتوں سے پُر اور سچّائی کا خزانۂ انمول ہے مشرکوں کے پاس علم وحکمت کی کوئی روشنی نہیں وہ سمجھتے تھے کہ جن جانوروں کو بُتوں کے نام پر وقف کیا گیا ہے، بُتوں کے نام پر چڑھایا گیا ہے مویشی جو مختلف انداز سے مارا جائے وہ کیوں حلال نہیں ہوسکتا، مُشرکینِ مکّہ کا عجیب احساسِ عمل ہے مسلمان جسے خود مارتے ہیں اُس کو تو کھالیتے ہیں اور اللہ کا مارا ہوا نہیں کھاتے، کُفّار تو حرام کھاتے ہیں بتوں کا نام لے کر جانور کو نجس کر دیتے ہیں ایک اصول ہے جس پر اللہ کا نام لیا جائے وہ حلال ہے۔ اور جو حرام ہے اللہ نے اس کی وضاحت آیات میں بیان کر دی ہے کیفیتِ اضطرار جان بچانے کی خاطر اس قدر لے لینا کہ آدمی موت سے ہمکنار نہ ہو تو اس کا کوئی گناہ نہیں، بہر نوع کسی بھی حالت حرام کے قریب مت جاؤ، حلال کو حرام تصوّر کرنا باطن کی مَعصیت ہے حرام کو حلال سمجھنا قطعی کُفر ہے اسلام امن وسلامتی کا پیامِ درس دیتا ہے ظاہر وباطن کی نافرمانی سے روکتا ہے ایمان وکفر کی تمثیل یہ ہے کہ ایمان زندگی جاوداں اور علم وبَصیرت کا نور ہے اور کُفر عذاب اور پیامِ موت ہے ''کافر کے اُکسانے پر نہ ظاہر پر عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو''۔ (بحوالہ موضح القرآن)

Marfat.com

مؤمن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی:

اے صاحبِ حُسن وعشق! مؤمن کہ اعمال عقائد علم وایقان پر مبنی ہیں وہ کفروشرک ،اُوہام وخرافات کا اثر کیونکر قبول کرے، یہ اور بات کہ شیطان اپنے رفقاء کار کے دل میں تلبیس وتلمیع اور وسوسہ فتنہ انگیز پیدا کر کے اُن کو طریق حق سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں جولوگ مسلمانوں سے یا اللہ کے رسول سے اختلاف رکھتے ہیں اور گُمراہی کی طرف مُبتلائے بلا ہوتے ہیں محض رسومات اور گمراہ کُن عملِ ذات اپناتے ہیں اگر تم نے ان کی بات مانی تو شرک جیسے گناہ عظیم کے مرتکب ہوگئے۔ جس کے چاروں طرف تاریکی اور ظلمت ہے وہ کافر ہے جس کے قلب میں وہ فرحت ایمان کی لطافت ہے وہ مؤمن ہے کافر تو اپنے مال ودولت پر بھروسہ کرتا ہے اور مؤمن تو باری تعالیٰ کی رضا پانے کی خاطر بے تیغ اپنی جان سپرد باری تعالیٰ کرتا ہے۔ بقول شاعر مشرق:

ع　کافر ہو تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مؤمن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی　اقبالؔ

مؤمن کی یہ پہچان کہ گُم اس میں ہیں آفاق

اے اہلِ حسن وعشق! کافر ومشرک تو مُردہ ہیں اُن کے مقابلے میں مؤمن کی یہ شان جیسے مُردوں میں زندہ، حیاتِ نو رکھنے والے، جو شئے اوصاف سے محروم ہے وہ مُردہ ہے اور حیات اس صلاحیّت سے عبارت ہے جو تخلیق مقصد کو پانے کے لئے کسی بھی چیز میں پایا جاتا ہے اُسی اُصول کے پیشِ نظر ہر شئے تکمیلِ عمل کی ذمہ داری میں مصروف ہے خواہ آسمانی مخلوق ہو یا زمین میں آباد رہنے والی، اِسی طرح انسان بھی مخلوقِ کائنات ہے ایک فرد گُمراہی اور جہالت کے سبب مُردہ تھا اللہ نے قلبِ مؤمن کو ایمان کی روشنی دے کر زندہ کر دیا ہے جس حیات کی راہیں اس کے لئے متور اور تابل ہو جاتی ہیں وہ ایقان اور راہِ ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور کافر کفر کی تاریکیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے، ظُلمتِ کُفر سے نکلنا اس کے لئے ممکن ہی نہیں! جس کا انجام رُسوائی، بربادی وہلاکت ہے علّامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ع　کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گُم اس میں ہیں آفاق

یہ موضُوعِ سخن کا اظہار آیت ۱۹ تا ۲۲ میں ہے وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ۔ ''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں'' وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ۔ ''نہ تاریکی اور روشنی'' آیت ۲۰ اندھے سے مُراد کافر اور آنکھوں والا سے مُراد مؤمن اندھیروں سے باطل اور روشنی سے حق مُراد ہے۔ آیت ۲۲ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ اور زندہ اور مُردے برابر نہیں ہوسکتے۔

انسان تو تابندۂ حیات کا مُتلاشی ہے ایمان ایک نُور ہے:

اے طالبِ حُسن وسرور! انسان کی زندگی کا مقصد صرف صَنم کدۂ کائنات میں کھو جانا ہی نہیں ہے کھانا، پینا، مرنا، جینا، ایک

Marfat.com

تسلسل حیات ہے ان سب چیزوں کی منفعت صرف دنیاوی زندگی کے رنگ و بُو کے لئے ہے انسان کا حسنِ عمل خالقِ کائنات کے قُرب کو اپنانے کی توفیق رکھتا ہے دنیا کی تمام تر مخلوق کی رونقِ حیات صرف دنیا کے ساتھ ساتھ ہے بلکہ انسان کی فضیلت تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے اگر وہ اَبدی کامیابی پانے کے لئے اُمور سرانجام نہیں دے رہا ہے، جس کی اساس ایمان ہے تو اس کی روح ایک مُردہ لاش کی طرح ہے انسان تو تابندۂ حیات کا مُتلاشی ہے ایمان ایک نور ہے اس لحاظ سے کہ راہِ زندگی کو منوّر کر دیتا ہے انسان اِس طویل سفر کے نشیب و فراز دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تاریکی میں جانے کے بجائے درست سمت اختیار کر سکتا ہے۔ سبقِ صداقت، فکر و عمل کی راہ اختیار کر کے تجلّی خرد پا سکتا ہے کافر حقیقتِ نور سے نا آشنا ہے، مؤمن کے لئے اطاعتِ باری تعالیٰ میں گزرے ہوئے لمحاتِ زندگی، انمول موتی کی طرح سرمایۂ حیات و افتخار ہیں، جن لوگوں کو ایمان کے ساتھ آپ ﷺ سے شرفِ فیض عطا ہو جائے ان کے دل روشنی کے منبع نور بن گئے سب کچھ فیضِ تربیت رسول کے عملِ اتباع سے پایا جاتا ہے کافر جو اس روشنی سے محروم ہیں کُفر کی ظلمت وہم و گُمان میں سرگرداں ہیں وہ ایمان سے دُور ہیں اور اہلِ ایمان کے برابر نہیں ہو سکتے۔

کُفار نے تو سب کچھ حق کو مٹانے کے لئے کیا
مگر دامِ فریب میں خود گرفتارِ بلا ہوئے!

اے صاحبِ آرزو! ہر بستی کے سرداروں کو ڈھیل مل گئی ہے، وہ جُرم کر کے شعور و آگہی سے بے خبر خود فریب کھا رہے ہیں وہ لذت گناہ میں کھو گئے اللہ نے اُن کے دل ظُلمتِ کُفر سے معمور کر دیئے، چنانچہ وہ اپنی بُرائیوں کو عام کرنے کی کوشش میں لگے رہے عام لوگ بھی اِس بُرائی اور ظلمت کُفر میں گِھر گئے۔ کُفّار نے تو سب کچھ حق کو مٹانے کے لئے کیا مگر دامِ فریب میں خود گرفتار ہوئے اور اپنی دائمی زندگانی کو نامرادی اور ناکامی سے ہمکنار کیا۔

جب کوئی نشانی آتی ہے تو ایمان قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے! رسالت پانے کی جُستجو اور طلب رکھتے ہیں کتنے ناداں ہیں یہ لوگ نبوّت و رسالت کی توقیر و عظمت سے ناواقف آدابِ چمن ہیں۔ مال و زر ہے، اقتدار ہے سب کچھ ہونے کے بعد انسان نبی نہیں بن سکتا؟ باری تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ قبولِ اسلام کے لئے کُھول دیا جاتا ہے انعام پانا ہے تو کشف کی صَلاحیّت پیدا کرو کشف بہت بڑا انعام ہے باری تعالیٰ کسی پر آخرت اور اُس کی نعمتوں کو ظاہر کر دے تو دنیاوی رنج و الم کا ملال کچھ بھی نہیں۔

آخرت میں سفرِ حشر کا انحصار رنگ و نسل پر نہیں عقائد و اعمال کی اَساس پر ہے:

اے صاحب حسن و عشق! ظالموں کو ظالموں کے ساتھ کر دیا جاتا ہے کیونکہ اُن کے اعمال ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں، آخرت میں سفرِ حشر کا انحصار رنگ و نسل پر نہیں! عقائد و اعمال کی اساس پر ہے۔ کافر کافر کے ساتھ ہوگا اور مؤمن مؤمن کے ساتھ، اللہ تعالیٰ جس کے دل میں شمع ایمان روشن کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے دلِ حزیں کو باطنی اور ظاہری عِناد، بُغض و کینہ اور کدُورت سے پاک کر لیتا ہے۔ باری تعالیٰ پھر کفر و ظُلمت اور جہالت کے حجابات سے دُور کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہی اللہ کی تعین کی ہوئی راہِ مستقیم ہے جو انسان کو عظمتِ انسانی سے معمور کر کے منزلِ مقصود کی طرف پہنچائے گی

Marfat.com

جہاں امن وسلامتی کا گہوارہ ہوگا، کوئی جھگڑا، کوئی فساد نہ ہوگا، چونکہ گیتی کائنات میں اُنہوں نے اپنی خواہشات کو ترک کر کے اللہ کی فرمانبرداری کا شعار اپنایا اُس کے صلہ میں ربِّ جلیل کا قُرب ملے گا، شیطان کی پیروی کرنے والوں کی زبان پر ہوگا ہم گمراہی میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کی بات تسلیم کرتے تھے یہاں تک کہ آغوشِ موت نے آگھیرا، باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے اس دن کی ملاقات کی خبر نہیں دی کیا تم کو خبر نہیں کہ بہکنے اور بہکانے والوں کا انجام آتشِ جہنّم ہے، ہم بدکاروں کو ایک جگہ جمع کر کے سب کو دوزخ کی آگ میں ڈال دیں گے یہ سب کچھ اُن کے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔

ہر انسان اور جِنّ کے الگ الگ درجات ہیں عمل کی اساس پر فرق وتفاوت کا انحصار ہے:

اے راہِ حق کے طلب گارو! کیا تم کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آلام ومَصائب اور آزمائشوں سے گذرنے سے پہلے ہی اپنے رسولوں کے ذریعہ خبردار کر دینے کے سلسلے کو مقدّم کر دیا تاکہ وہ ظُلم وزیادتی کا اِرتکاب کر کے سزا پانے سے محفوظ رہیں، جب آدمی کو جہنّم میں ڈالا جائے گا تو اس سے جہنّم کے داروغہ دریافت کریں گے چنانچہ آیت ۸ سورۃ الملک پارہ ۲۹ تَبٰرَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ ربی ہے "الم یاتکم نذیر" "کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا" جس کے سبب تمہیں آج جہنّم کے عذاب کا مزہ چکھنا پڑا ہے۔

ہر انسان اور جنّات کے الگ الگ درجات ہیں عمل کی اَساس پر فرق وتفاوت کا انحصار ہے جنّات بھی انسانوں کی طرح جنّت اور دوزخ میں داخل کئے جائیں گے اگر انسان نے اچھا کام کیا تو اُس کے مطابق درجات کا تعیّن ہوگا اگر انسان نے یہ سوچ رکھا ہے کہ اس کے اعمال کے بارے میں کوئی پوچھنے والا نہیں تو یہ ہماری اپنی بھول ہے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہر ایک کے عمل اور ارادے سے باخبر ہے زمین پر جنّات فساد برپا کر دیئے تو آسمان سے فرشتوں کا نزُول ہوتا جو ان ظالموں کو سزا دیتے حقیقتِ اَحوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سَرکشی اور بغاوت کا انجام دنیا میں بھی آخرت میں بھی دائمی عذاب کی زندگی ہے۔

تم شرک اپنا کر کُفر کی تاریکی میں گُم ہو! شرک بڑا ظُلم ہے!

اے صاحبِ حسن وعشق! اللہ تو بے نیاز ہے کوئی اُس کی عبادت وفرمانبرداری کرے یا نہ کرے اُن کی شان عظمتِ کریمی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، تم شرک اپنا کر کُفر کی تاریکی میں گُم ہو! شرک بڑا ظُلم ہے اللہ سے ظُلم کرنے والے بھلائی نہیں پاتے، کُفر اور مَعصیت پر قائم رہنے کی اجازت نہیں! کُفر اور مَعصیت کے ظُلم کا اثر تو دیکھئے اپنی اولاد کو قتل کرنا باعثِ افتخار جانتے، دورِ جہالت کی رسومات پر ایک نظر تو ڈالیے، جانور ذبح کرتے تو شکم سے زندہ بچہ نکل آئے تو وہ بھی ذبح کر دیتے۔ خرافات کی یہ مثال کہ وہ صرف مردوں پر حلال ہے اور عورتوں کے لئے حرام اور بچہ زندہ ہوتا تو سب پر حلال، رسمِ جہالت کی تکمیل میں اولاد کو قتل کر دینا اور رزق کو اپنے اوپر حرام قرار دینا کیا کم خسارہ ہے اِس خرافاتِ عمل کو مذہب کا نام دے کر اللہ پر لگانے

سورۃ الانعام رکوع ۱۶ آیت ۱۳۱ تا ۱۴۰ کا خلاصہ

Marfat.com

کے مرتکب ہوتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گمراہی پاتے گئے اور ہدایت کی نعمت سے محروم ہوتے چلے گئے۔

آخرت میں سب باطل باتوں کے سبب دائمی سزا مقرّر ہے اور جُرم کے عین مطابق سزا مختص ہوگی:

اے اہلِ آرزو! اس دور میں جس تہذیبِ نو سے ہم اپنی زیست کے سامان کر رہے ہیں اُن کا عالم بھی عجیب عالم ہے زمین کی آمدنی سے کچھ حصّہ اللہ کا، کچھ بتوں اور جنّات کے نام کا رکھتے، اگر تخفیف کی صورت ہوتی تو اللہ کا حصّہ نہ نکالتے جواب ہوتا اللہ تو بے نیاز ہے مگر صورتِ حال یہ ہوتی کہ غیر اللہ کا حصّہ پورا نکالتے مختلف جانوروں کو بتوں کے نام سے منسوب کر دیتے۔ بچیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے، بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور پر سواری کرنا ممنوع تھی بُتوں کے نام پر جانوروں کی تعظیم اور توقیر کو عبادت قرار دیتے، باطل رسومات کو اپنانے کی سزا باری تعالیٰ دے گا دنیا میں بھی اکثر چیزوں کا نتیجہ دیکھ لیں گے آخرت میں سب باطل باتوں کے سبب دائمی سزا مقرّر ہے اور جُرم کے عین مطابق سزا مختص ہوگی۔

شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو وہ تمہارا دشمنِ جان ہے!

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بخشا ہے اُس سے نفع پاؤ، شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، وہ تمہارا دشمنِ جان ہے، اللہ کی شانِ کریمی پر قربان جایئے ہرے بھرے کھیت، پھل پھول، مویشی سب کچھ تو باری تعالیٰ کی تخلیق کا ایک عمدہ نمونہ ہے اِن سب کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ سب حضرتِ انسان کی خوراک کا ذریعہ ہیں مُشرکوں کا بھی عجیب حال ہے حلال جانور کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور اللہ کی حلال کردہ شئے کو حرام، اور حرام کو حلال، یہ سب کچھ شیطان کی پیروی کا نتیجہ ہے چوپائے عام طور پر آٹھ کُنبے میں منقسم ہیں دونوں کے نرو مادہ کو کھانے میں کچھ مانع نہیں ان جانوروں کے دودھ اور گوشت دونوں کو استعمال کرنے کی کلّی اجازت ہے اُونٹ اور گائے کے نرو مادہ بھی حرام نہیں قرار پائے۔ سنو اور دلیل کے ساتھ ذرا وضاحت تو کرو ذرا بتاؤ تو سہی! جب باری تعالیٰ نے اُن کو حرام قرار دیا تو کیا تم وہاں موجود تھے کیا تم نے بہ نفسِ نفیس یہ بات اپنے کانوں سے سنی؟ جب اس میں حقیقت کا کوئی عنصر نہیں تو ذرا بتاؤ تو سہی! اے صاحبو! اِس حقیقت میں جب کچھ صداقت نہیں ہے تو اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے! جو اللہ پر بُہتان باندھے۔

اللہ کی حُجت دلیل ہی کامل ہے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت عطا کر دیتا:

اے نورِ شوق کے متوالو! اللہ کا عذاب مُجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا یہودیوں پر ناخن والے جانور حرام کر دیئے گئے تھے البتہ جو چربی گائے یا بکری کی پُشت پر ہو ہڈیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہو یہ چربی کی مقدار حلال قرار پائی، اس کے علاوہ ہر طرح کی چربی دائرہ حرام میں شامل تھی۔ اے صاحبو! کہیں ایسا نہ ہو کہ مُشرکوں کو یہ گُمان ہو کہ اللہ کو اگر منظور ہوتا بھلا ہم کیسے شرک کا ارتکاب کرتے، ہمارے اَسلاف بھلا یہ کام کیسے سرانجام دیتے کہ اپنی طرف سے چیزوں کو حرام اور حلال قرار دیں یہ ایک ایسا فریب ہے کہ اس سے قبل کافر بھی یہی کہتے کہتے تباہی کے مُرتکب ہوئے اور اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو۔

Marfat.com

خلاصہ آیت ۱۰۱ تا ۱۰۸ رکوع (حاشیہ)

کوئی ان سے پوچھے کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے یہ صرف وہم وگمان ہے ظن اور تخمین کی بناء پر باری تعالیٰ نے حجت تمام کردی، اللہ کی محبت ہی کامل دلیل ہے اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت عطا کردیتا۔

برتر زاندیشہ سود وزیاں ہے زندگی:

اے طالبِ حسن وسُرور! قرآن نے جن اُمور کو کرنے سے منع کیا ہے اُن کے سرانجام دینے والوں کو سزا، عذاب کا مزہ چکھنا ہے کسی جُرم کو ترک کردینے کی یہی گھڑی ہے اس مُہلت سے نفع پانا چاہئے کیا کبھی آپ نے سوچا! غور کیا، اس کائنات رنگ وبُو میں زلزلے کا آنا، طوفان کا برپا ہونا، بیماریوں کا آنا اور آفات میں مُبتلا ہونے کا کیا مطلب ہے، یہی نا کہ انسان غفلت سے بیدار ہو کر اپنے معاملات زندگی اللہ کی طرف رجوع کرے اور نافرمانیاں ترک کرے اور اچھی طرح جان لے

برتر زاندیشہ سود وزیاں ہے زندگی ہے کبھی تسلیم اور کبھی تسلیم جان ہے زندگی

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں نئی نئی بدعت کی رسمیں اپناتے ہیں پھر ان رسومات بد کو اپنا کر انہیں نیکی کا باعث سمجھتے ہیں اور ان رُسوم قبیحہ کو اپناتے ہیں بھلا ایسے لوگوں کے عمل کا کیا اعتبار انہیں نہ تو قیامت کے برپا ہونے کا یقین ہے اور نہ انہیں توحید کی عظمت کا احساس ہے وہ ان حرام کاموں میں مُبتلا ہیں، شرک باللہ، والدین کی نافرمانی، قتلِ اولاد اور فحش اور بے حیائی کے کام ان تمام گناہوں کے کاموں سے بچنا ہے اِصلاح معاشرہ کی خاطر حُقوق کی ادائیگی کرنا ہے۔ اے صاحبو! دانش وخرد سے کام لینا حکم باری تعالیٰ ہے عقل سے کام لے کر اسلام کے بنیادی احکام پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ آیت ۱۵۲ تا ۱۵۱ رکوع ۱۹ (حاشیہ)

یتیم کے مال میں بیجا تصرّف کرنا حرام ہے
عدل اور انصاف کی روش اپنائی جائے:

اے اہلِ حُسن وعشق! اصلاح معاشرہ کے اس اُصول پر توجّہ مرکوز رکھو یتیم کے مال میں بیجا تصرف کرنا حرام ہے۔ ناپ تول میں اور حقوق وفرائض میں انصاف اور عدل کی روش اپنائی جائے جس کا جس قدر حق بنتا ہے اس کو ضرور دیا جائے غیر فطری تقسیمِ عمل بھی معاشرے کے لئے تباہی کا مُوجب ہے مغربی تہذیب کا تصور مساوات بھی حرف غلط کی طرح غلط ہے سچّی بات کہنے کا حوصلہ رکھو! حق گفتگو کے سلسلہ میں کوئی قریبی عزیز یا دوست ہی متاثر کیوں نہ ہو اللہ کے کئے عہد کی پاس داری ایمان کی علامت ہے ہم نے تو سعادت ایمان پانے کے بعد عہد کیا ہے اور ہر نماز میں اس کا اعادہ کرتے ہیں چنانچہ آیت ۵ سورۃ فاتحہ پارہ ۱ میں اقرار باللسان اور قلب ہے۔ ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اللہ کے حضور ہم انتہائی عجز اور کمالِ خشوع کا اظہار کرتے ہیں ''شریعت میں کمالِ محبت، خضوع اور خوف کے مجموعے کا نام ہے''۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اپنے مرکز سے ہٹو گے تو بکھر جاؤ گے:

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ کا دین اسلام ہے اور اللہ کا بتایا ہوا سیدھا راستہ ہے اِس پر تُند ہی سے عمل کرو اللہ کی بتائی ہوئی راہ کی اتباع کرو! دوسری راہ اختیار کرو گے تو اللہ کی راہ سے بھٹک جاؤ گے مَنشورِ انسانیت کی تعلیمات کا مرکز دین

Marfat.com

اسلام ہے ۔بقول اقبال عظیم

اپنے مرکز سے ہٹو گے تو بکھر جاؤ گے
خاک ہوجاؤ گے افسانوں میں ڈھل جاؤ گے

کُفر والحاد سے ہٹ کر سیدھی راہ پالو گے تو کامرانی تمہارا مُقدّر ہوگی اگر زندگی کے لمحات حسین اسلامی احکامات اور تعلیمات میں ڈھل گئے تو قُربِ الٰہی نصیب ہوگا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ہدایت کی غرض سے کتاب ملی اس میں زندگی گذارنے کی صحیح راہِ سمت واضح کی گئی لیکن اِن میں رَدوبدل کیا گیا، غلط باتوں کو شامل کیا گیا اب راہِ صداقت اپنانے کے لئے کتاب رُشد ''القرآن'' رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوگئی ہے جو سَراپا رحمت، باعثِ برکت وباعثِ اِنعام ہے اِس پر یقینِ محکم کے ساتھ عمل پیرا ہو جاؤ تاکہ بندوں کو خالقِ حقیقی کی مَعرفت عطا ہو جائے۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا، ادراک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا:

خلاصہ رکوع ۲۰ آیت ۱۵۶ تا ۱۶۲ کا خلاصہ

اے طالبِ حُسنِ سُرور! یہ برکت والی کتاب قرآنِ حمید تمہارے رَبّ کی طرف سے سراپا ہدایت، رحمت اور اِنعام ہے پس جو اس کی تکذیب کرے اُس کے احکامات پر عمل کرنے سے محروم رہے وہ ظلماتِ اندھیری تاریکی میں گُم گشتہ منزل کی تلاش میں کھو گیا ہے اس نے اپنے آپ پر ظُلم کیا ہے یہ بات یاد رہے کہ باری تعالیٰ کے عطا کردہ کلام اللہ کو نہ ماننا خود کو تباہی میں ڈالنا ہے اور نوید تو یہ ہے کہ عنقریب بڑے عذاب میں گرفتار ہونا ہے، ابھی وقت ہے قرآن کی دعوت قبول کرنے کا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تقویٰ حاصل کرو، نزُولِ قرآن نے وہ حجت پوری کردی تمہارے باطل عقائد اور شُبہات کا اِزالہ ہو چکا۔یہ کتاب حکمت ودانائی کسی خاص قوم وملک کے لئے نہیں نازل کی گئی ہے اس کا مخاطب تو سارا جہاں ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل وکرم سے سرزمین عرب سے اللہ کا یہ آخری پیغام آج کائناتِ رنگ وبُو کے گوشے گوشے تک پہنچ گیا۔حالی کی زبان میں کہنے کی جسارت کر رہا ہوں ع

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور ادراک نسخۂ کیمیاء ساتھ لایا

اور یہ نسخۂ کیمیا قرآن کے آنے کے بعد کیا اب وہ اِس بات کے مُنتظر ہیں کہ عذاب آجائے، مُوت نے پردے اُٹھا ڈالے' تو انکار کیونکر ممکن ہے۔اے صاحبو! اے نادانو! ''موت سے کس کو رُستگاری ہے'' میدانِ حشر برپا ہو گیا تو انکار کیسے کرسکو گے' ،باری تعالیٰ خود میدانِ حَشر میں جلوہ فگن ہوگا، یہ تو ہمارا ایمان ہے یہ کیسا ہوگا! یہ جاننا عقل وشعور کی رسائی اور آگاہی سے باہر ہے انتظار کی ضرورت ہے جب وقت آئے گا تو ہمیں دعوتِ مصطفیٰ ﷺ اور اپنے انکار کی مصیبت کا خود علم ہو جائے گا۔

ہر وہ عمل جو اللہ کی رضا اور حضورِ اکرم ﷺ کی اطاعت میں کیا جائے نیکی ہے:

خلاصہ رکوع ۲۰ آیت ۱۵۶ تا ۱۶۲ کا خلاصہ

اے نورِ شوق کے مَتوالو! تم کو خبر ہی نہیں! اللہ ہر نیکی پر کم از کم دس گُنا اَجر عطا کرتا ہے اور زیادہ جس قدر چاہے اِس کا کوئی حدوحساب نہیں! ہر وہ عمل جو اللہ کی رضا اور حضورِ اکرم ﷺ کی اطاعت میں کیا جائے نیکی ہے۔اللہ تعالیٰ نے سیدھا

Marfat.com

رکوع ۲۰ آیت ۱۶۱ تا ۱۶۵ کا خلاصہ

راستہ دکھا دیا ہے یہ دینِ حنیف کی اساس ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی راہ کا دائرہ عمل ہے ہمارا مرنا جینا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اللہ تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں!۔

ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہے!
کوئی دوسرا شخص کسی کے گناہ کا بار نہیں اُٹھا سکتا!:

اے راہِ حق کے طلب گارو! ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہے کُفّار کا تو یہ طرزِ عمل تھا کہ دعوتِ توحید کے قبول کرنے میں بحث کرتے! فساد برپا کرتے اور برملا اظہار کرتے تم دعوتِ حق چھوڑ کر ہمارے راستے پر آجاؤ اگر اس میں کوئی گناہ سرزد ہو تو ہمارے ذِمّہ کس قدر نادانی کا طرزِ عمل تکلّم ہے چنانچہ آیت ۱۲ سورۃ العنکبوت پارہ ۲۰ اَمَّنْ خَلَقَ میں ارشادِ ربی ہوا:

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ

''کافروں نے اہلِ ایمان سے کہا تم ہماری راہ پر چلو تابعداری اختیار کرو تمہارے گناہ ہم اُٹھا لیں گے''۔

رکوع ۲۰ آیت ۱۶۱ تا ۱۶۵ کا خلاصہ

جواب مل گیا ہر ایک کا گناہ اسی کے ذِمّہ ہے کوئی دوسرا شخص کسی کے گناہوں کا بار اُٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کو اپنا نائب مقرر کیا ہے ایک قوم جاتی ہے تو دوسری قوم آجاتی ہے۔ اے صاحبو! یاد رکھنے کی بات ہے تمہیں آخرت کا حساب لوگوں کے سامنے نہیں دینا ہے بلکہ تمہارا عمل تمہارے سامنے کر دیا جائے گا پھر تمہیں اپنے اپنے اختلافات کا علم ہو جائے گا۔ ذرا سوچو تو سہی! ''عمل کی اپنی اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے'' کے مصداق مقامِ فکر ہے کہ اپنے علم اور اختیارات کس طرح بروئے کار لاتے ہو اور مخلوق کے حقوق سلب کر کے ظلم و جور کرتے ہو تو اس کی جواب دہی امر لازمی ہے ایک امیر اور صاحبِ ثروت کے لئے اس کا مال آزمائش ہے، ایک درویش کے لئے اس کا انداز درویشی امتحان ہے گویا ہر ایک کو امتحان کی گھڑی سے گذرنا ہوگا اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں عمل کا عذاب دینے والا ہے اس لئے عمرِ عزیز کے لمحات کی قدر کرو، درِ توبہ کُھلا ہوا ہے توبہ کرو!، یہ وقت بڑا غنیمت ہے۔

توبہ کا یہی وقت ہے کیا سوچ رہے ہو
سجدے میں جبینوں کو جُھکا کیوں نہیں دیتے

الحمدللہ سورۃ الانعام اللہ کی توفیق سے مکمل ہوئی

عذر ہائے من پذیر

سورۃ الاعراف

آیت ا تا ۸۷ کا خلاصہ مطالعہ مضامین کی روشنی میں

معرفتِ رسول ہی معرفتِ باری تعالیٰ کی اَساس ہے

معرفت کی دلیل فرمانبرداری ہی تو ہے:

اے طالبِ حُسن وسُرور! اللہ کی معرفت ایک ایسی کیفیّت کا اَحساس ہے جو قلبِ انسانی پر وارد ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے یہ خزانہ انمول انبیاء کرام علیہم السلام کو بخشا جاتا ہے جب ہی تو کلام اللہ دل پر اُترتا ہے پھر انبیاء اِس نعمتِ عظیم کو اپنی اپنی اُمّت کو عطا کردیتے ہیں جس دل کو یہ نور ملتا ہے اس کا تزکیہ ہوتا چلا جاتا ہے پھر کہیں جا کر وہ کتاب وحکمت کی تعلیم کو سمجھنے کے قابل ہوجاتا ہے، معرفتِ رسول ہی معرفتِ باری تعالیٰ کی اساس ہے، معرفت کی دلیل فرمانبرداری ہی تو ہے۔

اَبدی راحت اور تسکینِ قلب ونظر کے لئے

اللہ کی اطاعت اور عبادت کو اپنا شعار بناؤ:

اے صاحب آرزو! یہ کتاب قرآنِ مجید، فرقانِ حمید جو اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر اُتاری گئی ہے اس کا ماحصلِ مدّعا ہے کہ نافرمانوں کو اعمالِ بد وقبیح کے نتائج سے آگاہی ہو اور اہلِ ایمان کو تربیت وتعلیم اِس اندازِ فکر وعمل سے دی جائے کہ قربِ الٰہی نصیب ہوجائے، آپ ﷺ کوملول ورنجیدہ نہ ہونا چاہئے یہ باری تعالیٰ کا ذاتی کلام ہے کس قدر مشقّت اُٹھا کر اور بارِگراں سہہ کر لوگوں تک پہنچایا گیا ہے لیکن مقامِ افسوس ہے یہ بدنصیب مانتے نہیں آتشِ جہنّم اُن کی منتظر ہے یہ آقائے نامدار ﷺ کی فطری محبت اور شفقت تھی کہ لوگوں کے انجام کا دکھ محسوس کرتے۔ اے صاحبو! ابدی راحت اور تسکین قلب ونظر کے لئے اللہ کی اطاعت اور عبادت کو اپنا شعار بناؤ جنہوں نے شیطانی طرزِ عمل اختیار کیا وہ ہدایت سے محروم رہیں گے اور ناکامی ان کا مقدّر ہوگی۔

میری سنو! جو گوش نصیحت نیوش ہے:

اے صاحب حسن وعشق! ''میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے'' کے مصداق تمہارا ربّ تمہارا سب سے بڑا مددگار ہے باری تعالیٰ سے لُو لگاؤ! اللہ کی طرف رجوع ہونا انعام ہے جس نے اللہ کی یاد سے غفلت برتی، نافرمانی کے مُرتکب ہوئے وہ کتنے ہی صاحبِ فہم وذکاء تھے جنہیں عیش میں خوفِ خدا نہ رہا اللہ نے اُن کی غفلت، اوہام پرستی اور نافرمانی کی بناء پر انہیں ہلاک کیا اِن مُجرموں سے دریافت کیا جائے گا بتاؤ تو سہی! تم نے ہمارے رسول کا حکم کیوں نہ مانا، رسولوں سے بھی استفسار کیا

Marfat.com

جائے گا کیا تم نے ہمارا منشورِ عمل پہنچا دیا یا نہیں! لوگ تو کائناتِ رنگ و بُو نیرنگیٔ زمانہ کی لطافت میں اس قدر گُم ہو جاتے ہیں کہ عذابِ باری تعالیٰ کے مستحق ہو جاتے ہیں کتنی قومیں راتوں رات تباہ ہو گئیں۔

یوم قیامت میزان عدل پر سب کے اعمال کو پرکھا جائے گا، کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو گی

اے راہِ حق کے طلب گارو! آج کارزارِ ہستی میں تمہاری سوچ ہے کہ صاحبِ ثروت کا پلّہ بھاری ہے اقتدار کی فکر میں کھوئے ہوئے ہو! مل جائے اقتدار تو فخر و انبساط کرتے ہو لیکن کیا تمہیں پتہ ہے یومِ قیامت میزانِ عدل پر سب کے اعمال کو پرکھا جائے گا اُس دن ٹھیک ٹھیک تول کیا جائے گا کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو گی، اُس دن اعمال کا تولنا برحق ہو گا میزانِ عمل کے ایک پلڑے میں نافرمانیاں ہوں گی اور ایک پلڑے میں اطاعت اور نیکی کا عمل رکھ دیا جائے گا جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہو گا وہ کامران اور شادکام ہو گا اور اگر گناہ اور معصیت کا پلڑا بھاری ہوا تو وہ بقدر گناہ دوزخ میں جائے گا یہ بڑے خسارے کی بات ہے کفر والحاد تو ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ نیکی اپنا وجود ہی نہیں رکھتی۔ یہ ستاروں پر کمند ڈالنے والے اِس بات کو جان لیں کہ کُفر ہمیشہ کی آفت ہے اللہ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے زمین میں بسانے کے سامان مہیا کئے، ضرورت معاش کی ہر سہولت فراہم کی لیکن ہم ہیں کہ اللہ کے ناشکرے اور نافرمان رہے۔

گیا شیطان ایک سجدے کے نہ کرنے سے:

اے طالب حسن و عشق! انسانی زندگی کو محض ایک حادثہ کا نام تو نہیں دیا جا سکتا، اس کا ایک منظر اور پس منظر ہے جو ہماری فلاح و صلاح کے لئے بیان کر دیا جاتا ہے اس کا مقصد و مدعا پتہ چلے گا تو کامیابی اور ناکامی کے عناصر کا اندازہ کر لینا ہمارے لئے قدرے آسان ہو گا اَب تو ترقی اور ارتقاء کے مادّی وسائل کو ہم نے کمالِ عروج سمجھ لیا ہے لیکن یہ بھول گئے کہ اصلی ضرورت تو روحانی ترقی میں مضمر ہے مادّی کمالات کا دائرۂ کار اس کے زیرِ اثر ہے اگر روحانی مدارجِ ارتقاء سے انسان ناآشنا ہو جائے تو پھر مادّی انکشافات تو دکھوں کو مزید بڑھاتے ہیں۔ ہماری تخلیق سے پہلے، سکونت کے اسباب فراہم کئے گئے، گویا قیام و طعام کا سامان کیا، پھر اس مادّہ کو اس قدر دل کش دل رُبا اور جاذبِ نظر بنا کر حسین جمیل صورت تشکیل دی جو کسی دوسری مخلوق کو نہ بخشی گئی پھر کیا ہونا تھا۔

ع　ملا جواب کے تصویر خانہ ہے دنیا
شب دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا　اقبالؔ

کے مصداق پھر اس تصویر خاکی کو وہ روح اور حقیقتِ بالیدگی ملی پھر باری تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرما کر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کی خدمت کے لئے سرِ تسلیم خم کرو اُنہیں سجدہ کرنے کو کہا گیا سب جھک گئے، ابلیس نے انکار و سرکشی کو اپنا شعار بنایا کہنے لگا میں آدم سے افضل ہوں شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مرتبۂ قُرب سے نیچے گرا اور اللہ کی رحمت سے بہت دُور پھینک دیا گیا بالفاظ دیگر یوں کہئے:

Marfat.com

گیا شیطان اک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا — اقبالؔ

حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ تکبّر اور فخر و افتخار کا جو عُنصر شیطان میں تھا، ناز تو اس بات کا تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے وہی اُس کی ہلاکتِ ابدی کا مُوجب ٹھہرا، آخر کار برقِ تپاں کی حَسد کے سبب جہنّم میں جا گرا اِس کے برعکس جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو عنصرِ خاکی نے ربِّ جلیل کے حضور عجز و اِنکساری فروتنی استطاعت دکھائی اور راہِ ہدایت پائی، آدم علیہ السلام کا وجود مٹی سے بنایا گیا۔ حافظ شمس الدین ابن القیم نے ''پندرہ دلائل وجوہ کے ساتھ مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے''۔ (بحوالہ بدائع الفوائد)

اِبلیس عزّت وعظمت کے اس مقام پر اپنی عبادت کے سبب فائز تھا مگر غرور کے سبب اس مقام سے محروم ہو گیا:

اے راہِ حق کے طلب گارو! آسمانوں یا بہشت میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی وہ مخلوق قیام پذیر ہو سکتی ہے جو اللہ کی فرمانبرداری بجالائے، نافرمانوں!، اور تکبّر میں مبتلا ہونے والوں کی وہاں کوئی گنجائش نہیں! بہرنوع اِبلیس عزّت وعظمت کے اس مقام پر اپنی عبادت اور ریاضت کے سبب فائز تھا تکبّر وغرور کے سبب اس مقام سے محروم ہو گیا، راندہ دربار ہوا، ذلیل و رُسوا ہوا تو قیامت تک مہلت طلب کی اللہ نے خاص وقت تک مُہلت بخشی! از زندہ رہنے کے لئے ''اللہ قادر ہے دنیا میں کافر کی دعا بھی قبول کرلے تو اُسے کوئی مانع نہیں، مگر آخرت میں کافر کی دعا قبول نہ فرمائے گا۔ (بحوالہ ''اسرار التنزیل'' از امیر محمد اکرم اعوان)

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ ''جب دنیا فنا ہوگی یعنی پہلا نفخہ ہوگا تو اِبلیس کو موت آئے گی''۔

ابلیس تو لوگوں کو گُمراہ کرنے کی تاک میں ہے تاکہ لوگ اللہ کے نافرمان بن جائیں:

اے طالبِ حُسن وسُرور! ابلیس تو لوگوں کو گُمراہ کرنے کی تاک میں ہے تاکہ لوگ اللہ کے نافرمان بن جائیں، جب گناہ کے نتیجہ میں دل سیاہ ہونے لگتے ہیں تو انسان بھی عجیب ہے بُرائی کو تقدیر کا خاصہ جان کر اسے باری تعالیٰ کے ذمہ کرنے لگتا ہے اور اِذنِ حضوری سے محروم ہو کر شیطان کی طرح بے باک ہو جاتا ہے یہ بھی شیطان کی شرارت ہے وہ دل میں وسوسے ڈالتا ہے لیکن اللہ کی رضا پانے والا ان وسوسوں سے دُور رہتا ہے آدم علیہ السلام کو حکم ملا آپ علیہ السلام اور آپ کی زوجہ دونوں کو اختیار ہے بہشت میں رہو اور جو چاہو تناول کرو لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا، شیطان نے اپنا کام کیا دونوں کے دل میں وسوسہ پیدا کیا، فریب کھا گئے وہ دونوں نے پھل چکھا، اِبلیس نے وسوسے القاء کئے پھل کا کھانا تھا اُن کی شرم گاہیں عیاں ہوگئیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں، پھر ان کا پیرہن بہشت اُتر گیا، رَبّ نے ندا دی کیا تمہیں روکا نہیں گیا اور بتا نہیں دیا گیا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اِس پر دونوں کو احساسِ ندامت ہوا اور رَبّ سے التجا کی عجز و اِنکساری کے ساتھ دعا کی اے اللہ! ہم نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا خسارہ کرلیا، اے ربِّ جلیل اگر ہماری تقصیر معاف نہ ہوئی تو ہمارے پاس

Marfat.com

سوائے رسوائی اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں!۔

یہ سلسلہ روز وشب چلتا رہے گا:

اے اہلِ آرزو! جاؤ زمین میں قیام کرو تمہارے لئے دنیا کی حیات ہے اور وہاں پر تم کو اور تمہاری نسل کو آغوشِ موت میں جانا ہے یہ سلسلہ روز وشب چلتا ہی رہے گا اور یہ دشمنی تمہارے درمیان ہوتی رہے گی کہیں غفلت کے شعار اپنا نہ لینا ایسا نہ ہو کہ ابلیس پھر تمہیں دامِ فریب میں مُبتلا کر کے اصل راہ سے ہٹا کر منزلِ مقصود سے محروم کر دے! اِسی سرزمین میں رہنا ہے اسی میں مرنا ہے اسی سے روزِ قیامت اُٹھائے جاؤ گے۔

انسان کا حُسن لباسِ تقویٰ میں مُضمّر ہے،

بے حیائی کا لباس شیطانی عمل کا مَظہر ہے:

اے صاحبِ حُسن وعشق! تمہارے لئے لباس اُتارا گیا جو سَتر پوشی بھی کرتا ہے اور زینت کا بھی باعث ہے! مقامِ تردد ہے کہیں ابلیس لعین ہمیں بے لباس نہ کردے، تہذیبِ جدید میں روشنی کے مینار یہ محفل نشاط ورنگ، یہ لوگ تو شیطان کی بات ماننے والے ہیں یہ تہذیب نو کے آذر! رسم بے حیائی نبھانے کی خاطر حیا اور بے حیائی سے بے خبر، نیم برہنہ لباس کی نمود، اور عریاں جسم کی نمائش کو فعلِ حسن قرار دیتے ہیں۔ ❶ اُن کو پتہ ہی نہیں انسان کا حُسنِ لباسِ تقویٰ میں مضمر ہے بے حیائی کا لباس رپیرہن شیطانی عمل کا مظہر ہے۔ اصل لباس تو کردار حسن ہے جس سے باری تعالیٰ کی عظمت کا یقین اور اظہار ہوتا ہے صرف رنگ برنگ کے شوخ کپڑے سے جسم کو چھپانا ہی لباس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور عبادت کا ربط باہم جو خلوص دل ونگاہ سے ہوا ایسا لباس ہے جو دوعالم کی رُسوائی اور تذلیل سے بچاتا ہے جس سے ابدی عظمت، شوکت جمال، شوکتِ کمال اور کامیابی نصیب ہوتی ہے نیکی اور اطاعت اللہ اور اطاعت رسول قلبِ حزیں کو منوّر اور تاباں کرتی ہے جس پر شیطانی خیالات اور وسوسے اثر انداز نہیں ہونے پاتے۔

ہر امر کی انجام دہی میں اعتدال شرط اوّل ہے:

اے نور وشوق کے متوالو! ابلیس کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے! سعادتِ ایمان سے محروم ہونے والے شیطان کے دوست رساتھی ہیں جب دل پر شیطان کے وسوسے چھا جاتے ہیں تو پھر بدکار کہنا شروع کر دیتے ہیں ہم نے جب سے آنکھ کھولی ہے گیتی کائنات میں یہی ہوتا چلا آیا ہے سب کچھ باری تعالیٰ نے بنایا ہے تو اس عمل میں احساس قباحت کیونکر! ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ گناہ پر ندامت ہوتی! لیکن یہی نئی تہذیب کا کرشمہ ہے اعجاز دل رُبائی ہے اُن کو خبر ہی نہیں یہ جہالت کی بات ہے بُرائی کر کے اُسے اللہ کا حکم بتایا جائے، کفر والحاد کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اللہ کا خوف نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی بے حیائی کا حکم نہیں دیا، اللہ تمہیں عدل وانصاف اور میانہ روی کے راستے پر گامزن رکھنا چاہتا ہے ہر امر کی انجام دہی میں اعتدال شرط اوّل ہے۔

---

❶ ......کس قدر نادان ہیں یہ شیطان کے دوست۔

Marfat.com

سورۃ الاعراف رکوع ۳ آیات ۲۶ تا ۳۱ کا خلاصہ

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق:

اے طالبِ حُسن وسرور! جب تمہیں اللہ کی عبادت کے لئے مسجد جانے کی سعادت ملے تو قبلہ کی سمت سجدہ کرتے وقت اپنا چہرہ سیدھا رکھو! بس اتنا ضرور جان لو!

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق   حالیؔ

کے مصداق اللہ کی اطاعت اور عبادت کرو پُوری یکسوئی اور توجّہ قلب کے ساتھ، خاص اللہ کی بندگی ہی پیشِ نظر ہو اور کائنات رنگ بُو کے دلدادہ نہ بنو سفر آخرت قریب تر ہے اس کی تیاری کے لئے لمحاتِ زندگی کو وقف کردو اچھی طرح جان لو! جس طرح تمہیں اس نے پہلی بار تخلیق کیا پھر دوبارہ تمہیں اُٹھائے گا۔

پاکیزہ زندگی کو اپنا شعار بناؤ!

اِسراف بے جا سے اَجتناب کرو:

اے صاحبِ آرزو! پاکیزہ زندگی کو اپنا شعار بناؤ، نزُولِ قرآن کے وقت بھی بے حیائی، بے شرمی اور برہنگی عروج پر تھی، حد ہوگئی عریانی کہ عرب کی تہذیب تو یہ ہوگئی کہ بَرہنہ ہو کر طواف کرنا عبادت میں شامل تھا، یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ آج سے چودہ صدی پہلے اس بُرائی کو مٹا کر دکھایا۔ ادائیگی نماز کے لئے زینتِ لباس کی تلقین کی گئی۔ اے صاحبو! دنیا میں ایک گُروہ ہدایت یافتہ رہا اور دوسرا گروہ ظُلمت و گمُراہی کا شکار، ایک گُروہ حق کا آئینہ دار اور اللہ کا اطاعت شعار دوسرا گُروہ شیطان کی پناہ میں چلا گیا اور ابلیس کی غلامی اختیار کی وہ گُمراہ ہوا اور اِسراف بیجا سے اَجتناب کرو اللہ فضول خرچ کو پسند نہیں کرتا۔

سورۃ الاعراف رکوع ۴ آیات ۳۲ تا ۳۹ کا خلاصہ

دنیا کی زینت والی زندگی مؤمن کے لئے ہے

اور آخرت میں بھی اُن کا حصّہ ہے:

اے صاحبِ حسن وعشق! دنیا کی زینت والی زندگی مؤمن کے لیے ہے اور آخرت میں بھی اُن کا حصّہ ہے مؤمن کے سبب کافر دنیا کی نعمتیں پاتے ہیں، آخرت میں نعمت اور رحمتِ عام نہ ہوگی بلکہ رحمت خاص اور اِنعام کا ظہور ہوگا آخرت میں کافر ہر طرح کی نعمت اور رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ باری تعالیٰ نے بے حیائی کے اُمور کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا مخفی باری تعالیٰ نے معصیت کے ہر کام کے کرنے کو منع کیا ہے خواہ ان کا تعلق اپنی ذات سے ہو یا ایسے معاملات جس کا سلسلہ دوسروں کے حقوق سے ہو، اللہ اپنی ذاتِ واحد میں کسی کو شریک کرنے کی اجازت نہیں دیتا، یہ تو بڑا ظلم ہے اللہ سے ایسی بات منسوب کرنا جس کا حکم نہیں ہے یہ ایک طرح کی اِفتراء کی علامت ہے۔ دین میں بدعات جاری کرنا فعلِ ناپسندیدہ ہے بدعات کو مروّج کر کے اپنی عاقبت کو خراب نہیں کرنا چاہئے۔

Marfat.com

حق پانے کے لئے رسول کی تعلیمات سے اِصلاح کرنا سیکھو!

حزن وملال سے دُور رہو گے:

اے طالبِ حُسن وسُرور! ہر اُمّت کے لئے ایک خاص ساعت تک، ایک حد تک مُہلت کا تعیّن ہے جب وہ گھڑی آئے گی لحہ بھر کی تاخیر نہیں ہونے کی، جو لوگ اَنبیاء کی تعلیمات کے مُنکر رہے اور اپنے فخر ومباہات میں خود کو بڑا آدمی تصوّر کیا ایسے لوگوں کا انجام آتشِ جہنّم ہے۔ اُن کا جرم بھی تو عظیم تر ہے تعلیماتِ نبوت سے راہِ فرار، پھر ذاتِ باری کی وحدانیت سے انکار یہ اور بات کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے کائناتِ رنگ وبُو میں جو رزق اور عمرِ عزیز مقرّر کردی اکثر اوقات وہ اِس کا ضرور فائدہ اُٹھاتے ہیں حق وباطل اختیار کرنے کا ہر ایک کو اختیار ہے، حق پانے کے لیے رسول کی تعلیمات سے اصلاح کرنا سیکھو! غم وآلام اور حزن وملال سے دُور رہو گے۔ جب موت کے فرشتے رُوح قبض کرنے آئیں تو اُن سے دریافت کریں گے کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے، روزِ محشر کافر اپنے باطل معبودوں کو تلاش کرنے میں مصروفِ عمل ہوں گے اِس دن میں وہ گُم ہو جائیں گے ان کو کہیں امان نہیں ملے گی۔

موت کے وقت فرشتہ کافر سے بھی ہمکلام ہوتا ہے:

اے راہِ حق کے طلب گارو! فیصلے کی ساعت کے وقت یہی حکم ملے گا کہ کافر انسان اور جنّ اپنے سے پہلے گذرنے والے نافرمان اور ظالموں کے ساتھ جہنّم میں داخل ہوتے چلے چلو!۔

موت کے وقت فرشتہ کافر سے بھی ہمکلام ہوتا ہے، جس درجے کا کُفر ہوگا ایسے درجے کے دیگر کافرانُ کے ہمراہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور اپنے سے قبل گروہ کو کلماتِ لعنت سے سرفراز کرے گا کہ جس قدر گمراہی کی راہ دکھائی کہ ہم جس پر چل کر تباہ ہوگئے۔ اے اللہ ان کو دوگنا عذاب میں مُبتلا کردے، پہلے والے بَرملا کہیں گے تم بھی بُرائی میں ہم سے کچھ کم تو نہیں! تم نے کیوں احکاماتِ باری تعالیٰ کو طاقِ نسیاں سمجھ لیا رسمِ مراسم نبھانے کے لیے خُرافات کو کیوں اپنایا۔

شانِ تمکنت اور کرّوفر کرنے والوں کے لیے

آسمانوں پر ''بابِ بہشت'' نہیں کھلتے:

اے نورِ شوق کے متوالو! جو لوگ باری تعالیٰ کے ارشادات کو شرفِ قبولیت نہیں سمجھتے، شانِ تمکنت اور کرّوفر کو دیکھا کر محض دکھاوا ہی دکھاوا کرتے ہیں اُن کے سارے کمالات اور ذوقِ جمال کی صلاحیت زیرِ آسمان ہی رہتی ہے ان پر آسمان پر ''بابِ بہشت'' نہیں کھلتے نہ ہی وہ جنّت میں داخل ہوسکیں گے یہاں تک کہ یہ ایک امرِ مشکل ہے جیسا کہ ایک اُونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا۔ احادیثِ مبارکہ کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ جب روح قفسِ عنصری سے پرواز کرتی ہے تو اس کے بعد روح کو آسمانوں سے اُوپر لے جا کر بارگاہِ الوہیّت کے سامنے حاضر کیا جاتا ہے روح قبض کرنے والے فرشتے بھی اسے توقیر وعزّت کے ساتھ لے کر جاتے ہیں ہر آسمان پر سعادت عزّت ملتی ہے اس کے بعد گورِ غریباں رقبر میں حساب

Marfat.com

وکتاب کا مرحلہ آتا ہے نیک لوگوں کے خوشبو، روشنی اور نظارے سب کچھ نصیب ہوتا ہے مگر کافر کا یہ حال کہ موت کے فرشتے ہیبت ناک شکل میں رونما ہوتے ہیں اُن کی رُوح کو بھی اذّیت دے کر قبض کرتے ہیں اُن کے لئے آسمانوں کا دروازہ بھی نہیں کُھلتا سوال اور جواب کے بعد قبر کا رابطہ دوزخ ہوتا ہے اُن کا نامۂ اعمالِ سجین میں رکھ دیا جاتا ہے نیچے والا سجین مبتلائے عذاب کا مسکن ہے۔ مُجرموں کو ایسی ہی سزا ملتی ہے۔

اہلِ ایمان، صاحبِ تقویٰ اور صالح لوگوں کے لئے دوامی جنّت مقدور ہے:

اے صاحبِ آرزو! اہلِ ایمان، صاحبِ تقویٰ اور صالح لوگوں کے لئے دوامی جنّت مَقدور ہے اُن کے نیک اعمال کا اَجر ہے اہلِ بَہشت کو نویدِ بشارت ہے دنیا میں باہم آپس میں کوئی مخفی رَنجش، کدورت، کینہ اور غلط فہمی ہو تو جنّت میں داخل ہونے سے پہلے رَبّ کی قدرتِ کاملہ سے اِن آلودگیوں سے اُن کے سینوں کو پاکیزگی مل جاتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جو راہِ ہدایت بتائی وہ صداقت اور حق کا راستہ ہے۔ اہلِ ایمان کے لئے نویدِ مُسرت ہے غیب سے نِدا آئے گی یہ تو جنّت ہے تم وارث ہو یہ اُس کا صلہ ہے جو کچھ دنیا میں کیا کرتے تھے اپنی خواہشِ نفس پر قابو پا کر اللہ کی فرمانبرداری کی! اور ہر قسم کے مصائب کے بارِ گراں سہہ کر ہمارے رسول کے بتائے ہوئے راستہ کو اختیار کرنے کی سَعادت حاصل کی!۔

کیا آپ کو نہیں معلوم! گُمراہی کا سبب آخرت پر اِیقان ویقین کی کمی ہے اور اِس کا انکار ہے:

اے طالبِ حُسن وسُرور! ایک نِدا یہ بھی آئے گی ظالموں پر اللہ کی لَعنت، متاعِ کارواں مٹائے گئے دوسروں کو بھی اللہ کی راہِ ہدایت سے روکنے کی کوشش میں سَرگرداں رہے۔ ہائے رہے افسوس! سَعی رائیگاں میں مصروف ومُنہمک رہے اپنی پسند کے غلط راستے اپناتے رہے اور آخرت کے انکاری رہے، آخرت میں تین گروہ ہوں گے (الف) جہنّم والے۔ (ب) جنّت والے۔ (ج) وہ لوگ جو دوزخ اور بہشت کے درمیان میں کھڑے ہوں گے اور لوگوں کو جنّت میں جاتے ہوئے دیکھیں گے۔ حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ نورِ ایمان کی حرارت کے ساتھ عَصیاں کا بھی بوجھ ہوگا نیکی اور بُرائی مساوی ہوگی نہ بَہشت میں جانے کی اجازت ہوگی اور نہ جہنّم میں ڈالے جائیں گے! وہ تو پُل صراط پار کر کے اِس جگہ روکے گئے جو جنّت اور دوزخ کے مابین حدفاصل ہے نہ اس پر جنّت کا انعام لطافت مَیسّر ہے اور نہ عذابِ جہنّم کا اثر۔ حدیث مبارکہ سے نوید ملتی ہے آخر کار اللہ اپنی رحمت خاص سے داخلِ بَہشت کرے گا۔

انسانی بَصیرت کا تقاضا ہے کہ گیتی کائنات کے لیل ونہار صالح لوگوں کے ساتھ گذارے جائیں!:

اے راہِ حق کے طلب گارو! اہلِ اعراف لوگوں کو اُن کے چہرے سے پہچان رہے ہوں گے! اہلِ بَہشت کو دیکھ کر

Marfat.com

فرحت فرحت، شاداں شاداں ہوں گے اہلِ جنّت کو سلامتی کا پیام ملے گا اہلِ دوزخ پر نگاہ پڑے گی تو پکار آئے گی اے ربِّ جلیل ہمیں ان ظالموں میں شمار مت کرنا، وہ غضب الٰہی سے لرزہ لرزہ مضطرب، مضطرب، پشیماں پشیماں پناہ کے طلب گار ہوں، انسان کی کوشش ہونی چاہئے کہ نیک لوگوں کے ساتھ رہیں انسانی بصیرت کا تقاضا ہے کہ گیتی کائنات کے لیل ونہار صالح لوگوں کے ساتھ بسر کرے تاکہ آخرت کے انعام واکرام کے مستحق بن جائیں۔

ع　صحبت صالح ترا صالح کند

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم، یہ بخیلی نہیں رزاقی تو ہے:

اے اہلِ حُسن وعشق! دنیا دار لوگ مال وزر اقتدار کو اور اللہ کی رضا مندی کو سند جان لیتا ہے کہ یہ سب کچھ ان کے لئے آخرت میں وبال کا مُوجب بنتی ہیں کائناتِ رنگ وبو کی لطافت میں کھو جانے والا ہوائے نفس کا شکار ہو جاتا ہے ایسی دولت اور اقتدار کس کام کا جو ذکر باری تعالیٰ سے بیگانہ کر دے یہ تو غضبِ الٰہی کا منظر نامہ ہے اہلِ دوزخ اہلِ جنت کو آواز دیں گے تمہارے قدموں تلے تو چشمے رواں دواں ہیں اور باغات میں رنگ نکہت ونور ہے باغ پھولوں سے سجے ہیں چند گھونٹ پانی مل جائے تو سکوں میسّر آجائے۔ ❶ آگ ہی آگ ہے چاروں طرف شاید کہ کچھ کھانے سے افاقہ مل جائے وہ جواب میں کہیں گے یہاں اپنا تو کچھ بھی نہیں، سب کچھ اللہ کا ہے اس نے تمام چیزوں سے کافروں کو محروم کر دیا ہے۔

سمندر　سے　ملے　پیاسے　کو　شبنم
یہ　بخیلی　نہیں　رزاقی　تو　ہے　اقبالؔ

یہ ربُوبیت تقاضے سے بے نیاز ہو کر احساسِ تکبّر میں کھو کر آخرت کی گھڑی سے بے خبر رہے اللہ نے فیصلہ دے دیا ہے جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کے فرمان پر دھیان نہیں دیا، آخرت کی کبھی فکر نہیں کی، آج ہم نے اُنہیں فراموش کر دیا ہے ممکن ہے کہ وہ کسی کی سفارش کے متمنی اور مُتلاشی ہوں لیکن اس وقت ان کا کوئی حمایتی نہ ہو گا عین ممکن ہے وہ اُس وقت دوبارہ دنیا میں جا کر عمل کرنے کی آرزو کریں اب فیصلہ کی گھڑی قریب تر ہے اب اپنے انجام پر نظر رکھنی ہو گی مکافاتِ عمل کا وقت آگیا ہے۔

بے شک اللہ نے زمین وآسمان چھ روز میں تخلیق کیے، پھر عرش کا قیام عمل میں آیا:

اے نورِ شوق کے متوالو! بے شک اللہ نے زمین وآسمان چھ روز میں تخلیق کیے، پھر عرش کا قیام عمل میں آیا۔ زیرِ عرش بھی سب کچھ اللہ کا ہے اور بالائے عرش میں بھی اللہ ہی حاکم مطلق ہے وہ ذات واحد، اپنے وجود میں اور اپنی ذات میں کسی

---

❶ ......اے ناداں یہ دنیاوی زندگانی کا لمحۂ فکر ہے پانی کے قطرے کی طلب! کس قدر بے بسی کا عالم ہے خواہشِ نفس کے غلام، رقص وسرور میں مردوں عورتوں کا روپ، عورتوں کے ساتھ اُلفت کے تقاضے نبھانا یہ سب کچھ خرافات کو عبادت کے طور پر اپنائے ہوئے تھے دُنیا کی زندگی نے اُنہیں فریب میں ڈالے رکھا قیامت کی گھڑی کو بھول گئے اُنہیں تکبّر میں پتہ ہی نہیں چلا منکرِ آخرت بن گئے پھر عذاب میں مبتلا تو ہونا ہی ہے یہ اہلِ کُفر حسرت ویاس کے عالم میں کہیں گے۔ بقول شاعر　ع　الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا۔

کا محتاج نہیں۔ اے صاحبو! تم اس کی بے شمار نعمتوں کو پا کر فائدہ اُٹھا رہے ہو، کیف و سُرور کی لطافت سے لُطف اندوز ہو رہے ہو تو اب وقت آ گیا ہے اُس کو یاد کرو چُپکے چُپکے ادب کے ساتھ، عجز و انکساری کے ساتھ، طلب حاجات کے لیے اللہ سے دعا کرو، اللہ کی رحمت نیک کاروں کے قریب تر ہے۔ ''وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ'' اور ستارے اور درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں۔ ''اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ'' آفتاب اور ماہتاب مقرّرہ حساب سے ہیں اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزل پر رواں دواں رہتے ہیں اپنی حد سے آگے نہیں جاتے۔

سورۃ الاعراف رکوع ۷ آیات ۵۴ تا ۵۸ کا خلاصہ

میری توبہ کے بعد بھی یہ سماں، میرے اللہ میری توبہ ہے:

اے صاحبِ آرزو! جی میں آتا ہے اظہارِ عقیدت کے جذبے سے سرشار ہو کر کہہ دوں! دعا کی یہ کیفیت ہو جائے:

ع میری توبہ کے بعد بھی یہ سماں

میرے اللہ میری توبہ ہے — حفیظ جالندھری

اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اُس کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اُس کی رحمت پر پوری اُمید کے ساتھ یقین کامل رکھو، فساد فی الارض مت کرو، اکثر یوں بھی ہوتا ہے لغزش سرزد ہو جاتی ہے مگر اطاعت کی کوشش انسان کرے تو توبہ کی توفیق ملتی ہے جو رحمت پا لیتی ہے اپنی خطاؤں کا اعتراف اور اللہ کا دل میں خوف بھی ہو تو انعام ملتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیامِ حق دیا کہ

اللہ کی عبادت کو اپنا شعار بناؤ:

اے صاحبِ حُسن و سُرور! حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیامِ حق دیا، کہ اللہ کی عبادت کو اپنا شعار بناؤ اللہ کے سوا کوئی لائقِ پرستش نہیں! کہیں تم لوگ گمراہی میں مُبتلا ہو کر ایک بڑے دن کے عذاب کا شکار نہ ہو جاؤ چاہیے تو یہ تھا کہ قوم اِس دعوتِ حق کو قبول کرتی مگر قوم کے لوگوں کا معاملہ بھی عجیب رہا، تہمت لگائی کہ حضرت نوح علیہ السلام خود گمراہی میں ہیں حضرت نوح علیہ السلام نے بَرملا کہا میں قطعی گُمراہی میں نہیں ہوں میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری فلاح کا طالب ہوں۔

تقویٰ ایک ایسا طرزِ عمل ہے جو مُسرّت،

طمانیتِ قلب و نظر سے معمور ہوتا ہے:

اے اہلِ آرزو! لوگوں کا بھی عجیب حال ہے مال کی فراوانی، اولاد کی کثرت پر اس قدر اتراتے ہیں کہ اپنے اپنے مزاج کے مطابق زندگی گذارتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کُفر و شرک کو اپناتے ہیں، مُشرک کا یہ شیوہ ہوتا ہے کہ اپنی خواہشات کے مطابق رسم کفر و الحاد کو مذہب کا درجہ دینے لگتے ہیں بہر نوع یہی صورت حال اُس وقت تھی جب حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے اللہ کی معرفت پانے کے لئے رسالت اور نبوّت ایک اہم کڑی ہے۔ رسول اور نبی بھی انسانوں میں سے ہوتے ہیں تاکہ انسان کو فائدہ ملے تقویٰ ایک ایسا طرزِ عمل ہے جو مسرت اور طمانیتِ قلب و نظر سے معمور ہوتا ہے اور مُردہ دل پُر نور

سورۃ الاعراف رکوع ۸ آیات ۵۹ تا ۶۴ کا خلاصہ

Marfat.com

نبوّت کی روشنی بکھیرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے (۹۵۰) نو سو پچاس سال۔ اپنی قوم کو راہِ ہدایت پر لانے کی کوشش جاری رکھی لیکن قوم کے لوگوں نے آپ کو کاذب کہا آپ علیہ السلام کی نبوت کی تکذیب کی، مگر صرف ایک محتاط انداز کے مطابق اسی (۸۰) عورت اور مرد ایمان لائے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے ماننے والوں کو اللہ نے کشتی کے ذریعہ بچالیا باقی ماندہ لوگ طوفان میں غرق ہو کر تباہ ہو گئے۔

قومِ عاد پر ہوا کا عذاب، مُسلّط ہو گیا:

اے صاحبِ حُسن و عشق! حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد سے تھے اُنہوں نے بھی پیام دیا اے لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو انسانی زندگی کو استحکام اور قرار ملتا ہے تو اس کی اَساس توحید ہے دراصل توحید ہی اسلام اور دینِ حق کا سنگِ میل ہے۔

آج بھی ہم ایسے مسائل کی گرفت میں ہیں جہاں خود ساختہ نظریات پروان چڑھ رہے ہیں ہم ایک طرف سیاسی ہم آہنگی میں مغرب کے بت تراشنے میں مصروف ہیں توحید کا انحصار تعلقِ قلب اور ربط دل سے ہے جسے تقویٰ کا نام دیا گیا یہ تعلق ربط ٹوٹ جائے تو انسان کئی معبودوں کی پرستش کرنے لگتا ہے اب تم ششدر ہو رہے ہو کہ اللہ کو رسول بنانا تھا تو کسی فرشتے کو بناتا، جس قدر معبود ہمارے آباؤ اجداد نے بنا رکھے تھے کیا سب کو چھوڑ دیں، آپ ہمیں جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں آپ اُسے آنے دو ہم کسی عذاب کے خوف سے اپنی رسومات کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہوا یوں کہ قومِ عاد پر ''ہوا'' کا عذاب مُسلّط ہو گیا ہوا تو زندگی کی ضرورت ہوتی ہے وہی ہوا موت اور تباہی کا سبب ہو گئی اس قدر تاریکی اور ظلمت دلوں پر غالب آگئی کہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو کر عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آ گئے۔

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند، بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

اے نُورِ شوق کے متوالو! جب دل میں ایمان کی روشنی برقرار نہ رہے تو عبرت کے سامان نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں قومِ ثمود بھی کفر و شرک کے اسیر ابدی میں گرفتار ہوئے جب دلوں کی بستی اُجڑنے لگی تو رحمتِ ابرِ کرم بھی برسا، اس نے گناہ میں ملوّث بندوں کو بھی محرومی اور ناکامی کی نذر نہ ہونے دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو نبوّت سے نوازا گیا پھر توحید کی صدا گونجی نغمہ توحید سے دل منوّر ہوئے حضرت صالح علیہ السلام اطمینان اور صبر کے ساتھ ایک اللہ کی عبادت اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہے ''توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے'' کے مصداق نورِ ایمان کی کرن بکھیرتی چلی گئی، نویدِ مسرّت ایمان کی حرارت کو منوّر اور تاباں کر گئی بقول شاعرِ مشرق۔

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند　　بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ　(بحوالہ ضربِ کلیم)

قومِ ثمود اپنی طاقت کے سبب متکبّر ہو گئے اللہ کی اُونٹنی اس قوم کی طرف بطور نشانی پہاڑ سے نکلی حکم تھا اس کو کسی قسم کی گزند نہ پہنچائی جائے، یہ اللہ کی امانت ہے اس کو ایذا دی گئی تو تم پر ایک بڑا عذاب آئے گا اُنہوں نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا اللہ کا حکم نہ مانا سو تین روز کے بعد زلزلے شورشِ برق تپاں میں مُبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔

Marfat.com

قومِ لوط جنسی بے راہ روی کی ذِلّت میں مُبتلا ہوئی:

اے اہلِ آرزو! پھر حضرت لوط علیہ السلام کو نبوّت ملی قومِ لوط جنسی بے راہ روی کی ذِلّت میں مُبتلا ہوئی فطرتِ انسانی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے وجود کے ہر حصّے رجزو بدن کو اِسی فطرت کے مطابق استعمال کرے جس کے لیے وہ تخلیق کیا گیا ہے حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو اس غیر فطری کام سے روکنے کی کوشش کی لیکن معاشرہ میں بُرائی پھیلتی گئی۔ اُنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بات تک نہ مانی اور اپنی خواہشِ نفس کی تسکین کے لیے عورتوں کے بجائے مردوں سے شہوت زانی کرتے اِس قبیح گناہ کی پاداش زمین قومِ لوط میں دھنسا دی گئی، پوری بستی پر اِس قدر دردناک عذاب آیا کہ اس کی مثال پہلے نہ تھی۔

اے اہلِ حُسن وعشق! حضرت شعیب علیہ السلام نے عبادت الٰہی کی طرف دعوت دی، جو بھی سیدھی راہ پر چلنے کا طالب ہے اس لیے اللہ کے نبی کا پیام موجود ہے دوسروں کی حق تلفی کرنا حرام ہے ناپ تول میں تخفیف کرنا چھوڑ دو! لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں برتنا چاہیے، گناہ اور کُفر میں مبتلا ہونے کی ایک آفت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی ایمان قبول کرتے ہوئے برداشت نہیں کرتا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا جلد بازی سے کام نہ لو، بہر نوع حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے مُہلت ضرور ملتی ہے ظلم کا انجام کار سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں! اِس وقت کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے جب تمہارے مالی وسائل محدود تھے، افرادی قوت کی کمی تھی اللہ نے تمہیں کثرت مال اور اولاد کی نعمت سے سرفراز کیا، اقتدار ملا سطوت ملی، توقیر ملی ان سب نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو! اے صاحبو! ذرا! غور تو کرو تم سے قبل قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، اور قومِ لوط کا کیا دردناک انجام ہوا۔

سورۃ الاعراف رکوع ۱۱ آیات ۸۵ تا ۸۷ کا خلاصہ

الحمدللہ

پارہ ۸ وَلَوْ اَنَّنَا اختتام پذیر ہوا

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ حکومت پاکستان

رجسٹریشن نمبر: R.R.OAUQ200/338

تاریخ: ۲/۱/۲۰۰۹

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر عزیزی پارہ (۸) کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔

اب الحمدللہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاء اللہ۔

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

Marfat.com

رموزِ اوقاف قرآنِ مجید

ہر زبان کے اہلِ زبان، جب باہم گفت وشنید کرتے ہیں تو کہیں کہیں رُک (ٹھہر) جاتے ہیں، کہیں پر رُکنا اور ٹھہرنا کم ہوتا ہے کہیں پر تو زیادہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کہیں پر بالکل کم ٹھہرتے ہیں۔ گو صحیح اندازِ گفتگو، اور بیان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اس اندازِ تکلّم اور اندازِ تخاطب کو بڑا دخل ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی عبارت بھی گفتگو کے انداز کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے، اور نہ ٹھہرنے کی مختلف علامتیں مقرّر کر دی ہیں۔ ان علامات کو رموزِ اوقاف قرآنِ مجید کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے اِن رموز کو تلاوت کرتے وقت ملحوظ رکھیں۔ یہ علاماتِ رمُوز درج ذیل ہیں۔

o...... چھوٹا سا دائرہ وہاں لگا دیتے ہیں جہاں بات پوری ہو جاتی ہے۔ دراصل گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت کہلاتی ہے اس علامت پر ٹھہرنا چاہیے، اب (ۃ) تو لکھنے کا رواج نہیں رہا۔ اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی ہے چھوٹا سا ''دائرہ'' بنا دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں، دائرہ پر اگر کوئی علامت نہ ہو تو ٹھہر (رُک) جانا چاہیے، ورنہ علامت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علامت ''o'' دائرہ آیت کے ختم ہو جانے کی نشانی ہے۔

جہاں صرف علامتِ دائرہ ہو، وہاں پہنچ کر ٹھہر جانا چاہیے۔ دائرے کے اوپر ''لا'' درج ہو تو ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ ضرورت ہو تو ٹھہر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، دائرے پر جو رمز وقف بھی ہو گی۔ وقف و وصل کے لئے اسی کا اعتبار ہو گا۔ یہ آیت کوفی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

م...... لفظ لازِم کا مختصر ہے۔ اس رمز سے پہلے کلمے پر ''ٹھہر'' جانا لازمی ہے۔ گویا یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے، اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی سے یہ کہنا ہو کہ ''اُٹھو۔ مت بیٹھو'' جس میں قواعدِ گرامر کے لحاظ سے 'اُٹھنے' کا اَمر اور 'بیٹھنے' کی نہی ہے۔ تو اُٹھو، پر ٹھہرنا لازم ہوا، اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اُٹھو مت۔ بیٹھو'' ہو جائے گا۔ جس میں ''اُٹھنے'' کی نہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط...... وقفِ مطلق کی علامت ہے مُطلَق کا مخفف ہے اس رمز سے پہلے کلمے پر مطلقاً ٹھہر جانا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب واضح اور پورا نہیں ہوتا، اور بات کہنے والا ابھی مزید کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج...... وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

Marfat.com

ز...... یہ علامت وقفِ مجوّز کی ہے۔ یعنی یہ وقفِ جائز کی رمز ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہاں سے تجاوز کر جانا، یعنی گزر جانا چاہئے۔

ص...... یہ علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہ لفظ مُرَخَّص کا مختصر ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے۔ لیکن پڑھتے پڑھتے، سانس ختم ہو جائے یا کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو ''ص'' کی رمزِ وقف سے پہلے کلمے پر ٹھہر جانے کی رخصت ہے۔

صلے...... یہ اَلْوَصْلُ اَوْلٰی کا مختصر ہے۔ وَصْلُ وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق...... قِيْلَ عَلَيْهِ الْوَقْفَ۔ (کہا گیا کہ اس مقام پر وقف ہے) یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل...... قَدْيُوْصَلُ کا مخفف ہے یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کہیں نہیں، بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

قف...... یہ لفظ قِف ہے۔ یُوْقَفُ عَلَيْهِ کا مخفف، جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ یہاں سانس روک کر وقف کرنا چاہیے۔

سکتہ...... یہ سکتہ کی علامت ہے، یہاں سانس لیے بغیر کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے، پڑھنے والا، یہاں کسی قدر ٹھہر جائے سانس نہ توڑے۔

وقفہ...... یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن سانس نہ توڑیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ 'سکتہ' میں کم ٹھہرنا چاہیے، اور وقفہ میں قدرے زیادہ۔

لا...... ''لا'' کے معنی 'نہیں' کے ہیں، 'لا' کی علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے، اور کہیں عبارت کے اندر عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو بعض کا خیال ہے کہ ٹھہرنا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب کی وضاحت میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

علاماتِ متفرقہ

ک...... كَذٰلِكَ کا مخفف ہے۔ اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو رمز پہلی آیت میں آچکی ہے۔ اس کا حکم اس پر بھی ہے۔

ؔ...... یہ 'نقطے' تین نقاط والے ہوتے ہیں دو 'وقف' کے قریب قریب آتے ہیں۔ ان کو (مُعَانَقَه) 'معانقہ' یا 'مُرَاقَبَه' کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں وقف گویا معانقہ کر رہے ہیں۔ معانقہ حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو۔ حاشیہ پر 'مع' ہوتا ہے دو آیتوں کے درمیان دو مقام پر '' ؔ '' دیئے جاتے ہیں۔

وقف معانقہ میں پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کیا جائے، یا پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کیا جائے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى

احوالِ واقعی

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ! تفسیر عزیزی کا پارہ وَلَوۡ اَنَّنَا (۸) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ اللہ ﷻ کے فضل وکرم اور توفیقِ رحمت سے حسبِ وعدہ پارہ ہشتم آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوق وشوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت، میری تحریر اور کاوش کو آپ نے تحسین کی نظر سے دیکھا، آپ کی عنایت کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جزاکم اللہ

آج ۲۷ ؍ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کی شب مبارکہ ہے یہ بندہ ان حسین لمحات کی گھڑی میں شبِ قدر کی سعادت پا کر، رحمتِ ابرِ کرم کا طالب ہے، رحمت وبرکت کی ساعت میں دعا کے لئے لب کُشا ہے۔ اس بابرکت رات میں یہ بندہ عاجز، اپنے عصیاں سے نجات کا متلاشی ہے! ”لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری“ کے مصداق اپنے لئے، اے باری تعالیٰ تیری رضا کی خاطر، یہ آنسو کے قطرے ٹپک گئے، ندامت کے ساتھ، قلب کی آہوں کے ساتھ، اشکبار آنکھوں کے ساتھ، آنسوؤں کے ساتھ احساسِ گناہ کا خوف طاری ہے، دل کی گہرائی اور گیرائی، زبان پر آ گیا، ﴿ وَاعۡفُ عَنَّا ﴾ اور درگذر فرما ہم کو۔ ﴿ وَاغۡفِرۡ لَنَا ﴾ اور بخش دے ہم کو۔ ﴿ وَارۡحَمۡنَا ﴾ اور رحم فرما ہم پر۔

اے اللہ! بارانِ رحمت آ گیا، ابرِ رحمت چھا گیا، شرمائی ہوئی نظروں کے ساتھ، موتی سمجھ کر شانِ کریمی! چُن لے یہ گریۂ آہ وزاری! یہ میری اشکبار آنکھ رو دیدۂ تر اپنی خطاؤں کی معافی چاہتی ہے۔ یہ قطرے عرقِ انفعال کے حاضر ہیں، عجز وانکساری کے ساتھ دھیمی آواز میں، اس ایقان اور یقین کے ساتھ یہ عشرۂ جہنم کی آگ سے نجات کا ہے۔

طلب، ذوقِ طلب، جذبۂ طلب کے ساتھ یہ دیدۂ نمناک رات بھر تیری رحمت کی طلب میں بے قرار رہی، بڑی مشکل سے بیقراری کو قرار آیا ہے یہ جان کر ”آہ جاتی ہے فلک پہ رحم لانے کے لئے“

بادلو! ہٹ جاؤ، دے دو راہ جانے کے لئے، خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبی ہوئی ذِلّت میں ہیں کچھ بھی ہیں پر تیرے محبوب کی اُمّت میں ہیں۔

اے اللہ! اپنی رحمتِ خالق سے اس تحریری کوشش کو بھی اپنی مُربیانہ بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما! آمین۔ اے ذوالجلال والاکرام! جن نفوسِ قدسیہ کی مُتبرک تصانیف وتالیف سے میں نے اِستفادہ کیا ہے اُن کی اَرۡواحِ پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا دائمانزول فرماتے رہیئے! اور ان سب کو اپنے مقاماتِ قربِ ورضا میں بلند درجات عطا فرمایئے۔ آمین

یا اللہ! اس تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس کے تمام تر علمی وعملی ذخائر سے بہرہ مند فرمایئے! اور جنہوں نے فکری وعملی طور پر میری ہمت افزائی کی اُن کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ

آخر میں اُن تمام بزرگوں، احباب واغیار کے لئے اظہارِ تشکر، جنہوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

المرقوم

۲۷ ؍ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۲۰۰۸ء

۱۸/۹۲۷ امن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

احقر العباد

محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حرفِ چند

نام	:	محمد لقیط خان
ولدیت	:	مولوی عبدالبسیط خانؒ
جائے پیدائش	:	حیدرآباد دکن
وطن	:	کوٹ، فتح پور ہسوہ، یوپی، ہندوستان
تعلیم	:	ایم بی اے۔ایم اے۔ایل ایل بی
فیضِ تربیت	:	حضرت مولانا مطلوب الرحمٰنؒ برادر علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ

خطیب / جنرل سیکریٹری مسجد اعظم، سی ایریا، لیاقت آباد کراچی، ناظم تعلیمات (جامعہ مدرسہ نورالقرآن لیاقت آباد، کراچی)

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

- پارہ تیس......(۳۰) عَمَّ
- (۱) پارہ اوّل......(۱) الٓمٓ
- (۲) پارہ دوئم......(۲) سَیَقُوْلُ
- (۳) پارہ سوئم...(۳) تِلْكَ الرُّسُلُ
- (۴) پارہ چہارم (۴)......لَنْ تَنَالُوا
- (۵) پارہ پانچ (۵)......وَالْمُحْصَنٰتُ
- (۶) پارہ چھ (۶)......لَايُحِبُّ اللّٰهُ
- (۷) پارہ سات (۷)......وَاِذَا سَمِعُوا
- (۸) پارہ آٹھ (۸)......وَلَوْ اَنَّنَا

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

پارہ (۹) وَقَالَ الْمَلَاُ............(زیرِ طبع)

ادارہ نشریاتِ ولی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیر حفیظی

پارہ (۸) وَلَوْ اَنَّنَا

محمد حفیظ خان

Marfat.com